خلافتِ اموی
خلافتِ راشدہ
کے پس منظر میں

صحابۂ کرام خلافتِ معاویہ میں
خلافتِ معاویہ میں صحابۂ کرام کے مناصب
خوارج کے خلاف سالارانِ حضرتِ معاویہ
خلافتِ معاویہ میں امرائے حج
خلافتِ معاویہ میں غزواتِ روم
رومی غزوات کے بنیادی حقائق
غزوۂ قسطنطنیہ کی امارت وسالاری
خلافتِ یزید بن معاویہ اور صحابۂ کرام
یزید کی ولیعہدی کی نوعیت
خلافتِ یزید میں صحابۂ کرام
انتظامیہ یزید میں صحابۂ کرام
خلافتِ یزید میں امرائے حج
اموی خلافت میں صحابۂ کرام
خلافتِ مروان میں صحابۂ کرام
خلافتِ اموی کے بارے میں چند عظیم حقائق
خلافتِ مروان وعبدالملک
خلافتِ ولید وسلیمان وعمر ثانی وہشام
خلافتِ اسلامی کی تعریف ومقصود
خلیفۂ راشد کی صفات
انعقادِ خلافت کے طریقے

مولانا ڈاکٹر پروفیسر
محمد یٰسین مظہر صدیقی



مکتبۃ الفہیم
مئوناتھ بھنجن یوپی

خلافتِ اموی

خلافتِ راشدہ

کے

پس منظر میں

مولانا ڈاکٹر پروفیسر محمد یسین مظہر صدیقی

سابق صدر شعبہ/ ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی - علی گڈھ

مکتبۃ الفہیم مؤناتھ بھنجن یو۔پی

نام کتاب	:	خلافت اموی خلافت راشدہ کے پس منظر میں
نام مصنف	:	پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی
صفحات	:	265
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
سن اشاعت	:	فروری ۲۰۱۰ء
طابع وناشر	:	مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی
قیمت	:	

باہتمام

شفیق الرحمن، عزیز الرحمن

مکتبۃ الفہیم مئوناتھ بھنجن یوپی

Maktaba Al- Faheem

1st Floor Raihan Market Dhobia Imli Road

Sadar Chowk Mau Nath Bhanjan(U.P)

Phone: 0547-2222013(S) Mob. No. 9236761926 / 9889123129

انتساب

صحابہ کرام کے نام

اور

حرمتِ صحابہ قائم کرنے والے اہل علم کے نام

محمد یٰسین مظہر صدیقی

فہرست مضامین

حرف آغاز	۷
صحابہ کرام خلافت معاویہ میں	۱۹
خلافت معاویہ کا اصل آغاز	۲۱
تجزیاتی مطالعہ	۵۱
ازواج مطہرات	۵۲
بدری صحابہ کرام	۵۶
دوسرے قدیم اور جلیل القدر صحابہ	۵۷
فضلاء صحابہ	۵۸
خلافت معاویہ میں صحابہ کے	۶۰
اولین خلافت امویہ کی اسلامیت	۶۲
انتظامی مناصب پر صحابہ کرام کی تقرری	۶۳
عمال معاویہ میں صحابہ کرام	۶۴
فہرست عمال معاویہ	۶۵
فہرست صحابہ در عمال معاویہ	۶۶
تنقیدی تجزیہ	۸۴
انتظامی تجزیہ	۸۸
سالاران فوج	۸۹
خوارج کے خلاف	۹۳
حضرت معاویہؓ کے والیان ولایت	۹۴
ولاۃ کوفہ	۹۵
ولاۃ بصرہ	۹۵
ولاۃ کوفہ - بصرہ	۹۶
ولاۃ مصر وافریقیہ	۹۷
ولاۃ مدینہ منورہ	۹۷
ولاۃ مکہ مکرمہ	۹۸
شامی صوبوں کے والی	۹۸
حمص کے گورنر	۹۸
عراقی امصار کے ولاۃ	۹۸
یمن کے ولاۃ	۹۸
غزوات/ثغر الہند کے ولاۃ	۹۸
ولاۃ مشرقی صوبہ جات	۹۹
آرمینیہ کے گورنر	۹۹
خراسان کے گورنر	۹۹
خراسان کے چار ارباع	۹۹

سجستان کے گورنر ۱۰۰
آذربیجان کے گورنر ۱۰۰
فارس کے گورنر ۱۰۰
یمامہ کے گورنر ۱۰۰
ایرانی امصار کے ولاۃ وامراء ۱۰۰
ولاۃ وعمال اور سالاران لشکر کا قبائلی تجزیہ ۱۰۰
انصاری امراء وعمال وولاۃ ۱۰۴
بدوی قبائل عرب کے عظیم ترین اکابر ۱۰۵
خلافت معاویہ میں دیگر عمال صحابہ ۱۱۱
امراء شرط ۱۱۱
اہم نکات ونتائج ۱۱۲
صحابہ کرام کی انتظامی وابستگی کی حکمت عملی ۱۱۳
والیان وسالاران اور صحابہ کرام ۱۱۴
صحابہ بطور عمال خلیفہ ۱۱۶
خلافت معاویہ میں امراء حج ۱۱۸
خلافت معاویہ اور اقامت حج ۱۲۰
خلافت معاویہ کے امراء حج ۱۲۱
خلافت معاویہ میں یزید کی امارت حج ۱۲۴
تجزیاتی مطالعہ ۱۲۷
والیان مدینہ منورہ ہی امراء حج ہوتے تھے ۱۲۸
خلافت معاویہ میں غزوات روم ۱۳۰
دیگر تاریخی مآخذ اسلامی ۱۳۴
روایات کا موازنہ ۱۴۱
رومی غزوات کے بنیادی حقائق ۱۴۲
دوسرے امراء/صحابہ غزوات روم ۱۴۸
اولین غزوۂ قسطنطنیہ ۱۴۹
غزوۂ قسطنطنیہ کی امارت وسالاری ۱۵۴
تاریخ غزوہ ۱۵۷
نبوی وعدۂ مغفرت ۱۵۷
متاخر خلافت اموی میں غزوات روم ۱۶۱
مختصر تجزیہ ۱۶۹
خلافت یزید اور صحابہ کرام ۱۷۵
یزید کی ولی عہدی کی نوعیت ۱۷۸
معاصرین صحابہ کرام کا نظریہ ۱۷۹
خلافت یزید بن معاویہ کا آغاز ۱۸۰
خلافت یزید میں صحابہ کرام ۱۸۷
انتظامیہ یزید میں صحابہ کرام ۱۸۸
سالاران لشکر ۱۸۹

مشرقی محاذ: خراسان وسجستان	۱۹۰	خلافت اموی/مروانی کے صحابہ کرام	۲۳۲
مغربی محاذ: افریقیہ	۱۹۳	اموی خلافت میں وفات پانے والے	۲۳۳
عہد یزید میں غزوات روم	۱۹۵	خلافت مروانی میں صحابہ کرام	۲۳۶
ولایات کے ولاۃ یزید میں صحابہ کرام	۱۹۹	تنقیدی تجزیہ	۲۳۹
خلافت یزید میں امراء حج	۲۰۳	خلافت مروان وعبدالملک	۲۴۸
اموی خلافت میں صحابہ کرام	۲۰۵	خلافت ولید وسلیمان وعمر ثانی وہشام	۲۵۱
اموی خلافت کے دور اول میں صحابہ کرام	۲۰۸	حسن اختتام	۲۵۲
خلافت معاویہ ویزید کے دیگر صحابہ کرام	۲۰۹	خلافت اسلامی کی تعریف ومقصود	۲۵۲
خلافت معاویہ کے دیگر صحابہ کرام	۲۱۰	خلیفۂ راشد کی صفات	۲۵۴
خلافت یزید کے دیگر صحابہ کرام	۲۱۹	انعقاد خلافت کے طریقے	۲۵۵

❖❖❖

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین. والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین.

وعلٰی آلہ و اصحابہ الطاھرین. ومن تبعھم باحسان الٰی یوم الدین.

حرفِ آغاز

تاریخ کی مختلف ادوار میں تقسیم دراصل اس کو سمجھنے کے لئے ہوتی ہے، وہ حقیقی تقسیم نہیں ہوتی۔ امام فلسفۂ تاریخ ابن خلدون (عبدالرحمٰن بن محمد حضرمی، ۱رمضان ۷۳۲/ ۲۷ مئی ۱۳۳۲- ۲۵ رمضان ۸۰۸/ ۱۶ مارچ ۱۴۰۶) کے مطابق تاریخِ انسانی کے دو دھارے ہوئے ہیں: ایک ظاہری اور دوسرے اندرونی۔ اصل دھارے اندرونی عناصر ہوتے ہیں۔ ان کی کارفرمائی سے ظاہری واقعات وجود میں آتے ہیں، لیکن ''بلید'' (احمقانہ) فکر کے لوگ ان کو اصل تاریخ سمجھ لیتے ہیں، اصل تاریخ اس وقت تک سمجھی ہی نہیں جاسکتی جب تک ان دونوں کے تفاعل اور اندرونی دھاروں کی صورت گری نہ سمجھ لی جائے، امام موصوف کی یہ تجزیاتی فکر محض تاریخی مطالعہ پر مبنی نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث اور اسلامی تاریخ وسیرت کا عمیق مطالعہ اور عظیم تجزیہ پر مبنی ہے۔ بدقسمتی سے بلید و متطفل (بچکانہ ذہن والے) تاریخ نگار بقول ان کے اس سے قطعی نابلد ہوتے ہیں، اور وہ چند ظاہری واقعات اور تاریخ کے اتار چڑھاؤ کے معاملات کو تاریخ سمجھ لیتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کی تفہیم وافہام میں ایسا حادثۂ فاجعہ شروع سے ہوتا چلا آیا ہے۔ اور غیر مورخ قسم کے لوگوں نے اسے خوب مسخ کیا ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ سے اسلامی تاریخ کا آغاز نہیں ہوتا بلکہ وہ اصل میں تمام انبیاءِ کرام کی مشترکہ میراث ہے، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ختمِ نبوت اور ابتداءِ خلافتِ الٰہی کا آغاز ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (احمد بن عبدالرحیم ۴ شوال ۱۱۱۴ھ/ ۲۱ فروری ۱۷۰۳- ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ/ ۲۰ اگست ۱۷۶۲) نے رسول اکرم ﷺ کو خاتم النبیّن کے ساتھ خلافتِ الٰہی کا پیغامبر بھی قرار دیا ہے، ان ہی کا فلسفہ ہے کہ خلافتِ راشدہ دراصل نبوتِ محمدی کی توسیع تھی جو خلافتِ نبوت کی صورت میں ہویدا ہوئی تھی۔ ان کی فکری اساس کا سرچشمہ قرآن وحدیث کی وہ تعلیمات ہیں جو اسلامی خلافت کی تعبیر وتشریح اور تعیین کرتی ہیں۔

بدقسمتی سے خلافتِ نبوت کی مدت متعین کرنے میں بالخصوص اور اسلامی خلافت کے دور کی تعیین میں بالعموم قرآن وحدیث کی تمام متعلقہ آیات وروایات کو سامنے نہیں رکھا گیا اور ایک طرح کی احادیث کی بنا پر فیصلہ کر دیا گیا۔ بلا شبہ بعض احادیثِ نبوی خلافتِ نبوت کی مدت تیس سال متعین کرتی ہیں اور ان کا اطلاق خلفاءِ اربعہ پر کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ متعدد صحیح احادیث بھی ہیں اور آیاتِ کریمہ کی تعلیمات بھی، جو اسلامی خلافت کی مدت کو مزید وسیع کرتی ہیں، ان میں سے عام حدیثِ مسلم وغیرہ ہے جس کے مطابق ایک خلافتِ نبوت ہے، پھر خلافتِ امامت ہے، پھر خلافت وملکِ رحمت ہے اور چوتھی قسم ملکِ عضوض ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اقتدار کے لئے کشمکش وکشاکش پیدا ہوگی۔ خلافتِ اسلامی کے باب میں ایک متعین دور کی نشاندہی کرنے والی حدیث صحیح یہ ہے کہ۔ اسلام اس وقت تک معزز ومکرم رہے گا جب تک بارہ خلفاء نہ ہولیں اور وہ سب کے سب قریش کے خلفاء ہوں گے اور امت ان پر متفق بھی ہوگی، ان کا اطلاق محدثین وشارحین نے ان تمام خلفاءِ کرام پر کیا ہے جن پر امت کا اجماع واتفاق ہوا تھا اور ان کا سلسلۂ خیر ہشام بن عبدالملک اموی پر ہوتا ہے، ان کے علاوہ بھی دوسری احادیث اور آیاتِ کریمہ سے اسلامی خلافت کے دور کی تعیین کی گئی ہے اور حضرت شاہؒ نے ان پر ازالۃ الخفاء میں شاندار بحث کی ہے اور دوسرے علماء ومحدثین نے بھی ان پر کلام کیا ہے اور ان کی صحیح تعیین کی ہے۔ ❶

تاریخ اسلامی اور خلافتِ اسلامی کے ظاہری اور اندرونی دھارے ہوں یا تاریخی واقعات و امور کا ظاہری منظر نامہ ہو، ان کی صحیح تفہیم کے لئے مذکورہ بالا احادیث وآیات اور فلسفۂ تاریخ کے حقیقی نکات کو مدِنظر رکھنا ضروری ہے۔ محض چند ظاہری واقعات کی من مانی تعبیر وتشریح سے نہ ان کی صحیح تفہیم ہوسکتی ہے اور نہ ہی صحیح تعبیر کی جاسکتی ہے۔

خلافتِ اربعہ- ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین، علی مرتضی رضی اللہ عنہم۔ کی خلافت بلاشبہ خلافتِ نبوت تھی، ان کے بعد کی اموی خلافت کا ظاہری سلسلہ چلتا نظر آتا ہے مگر تمام اندرونی اور باطنی عناصر اسے

❶ بحث کے لئے ملاحظہ ہو: خاکسار کا کتابچہ "شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فلسفۂ تاریخ"، انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز، نئی دہلی ۲۰۰۵ء، مولانا محمد اسحاق سندیلوی، اظہارِ حقیقت، کراچی، ۱۹۹۱ء، ۳۰/ بحث بر خلافتِ اسلامی۔ آیات واحادیث کے حوالے سے، اول الذکر کے صفحات ۳۶-۴۴ میں یہ تمام احادیث مذکور ہیں اور ان پر بحث بھی ہے۔ مولانا سندیلوی نے بھی مفصل بحث کی ہے۔

اسلامی خلافت قرار دیتے ہیں۔

اموی خلافت کی اسلامیت اور خلافتِ راشدہ سے اس کی وابستگی اور پیوستگی کی بہت سی جہات ہیں، ان پر قرآن وحدیث کی شہادتوں کے علاوہ سب سے بڑی شہادت صحابہ کرام کی اس سے وابستگی وتعاون ہے۔ پہلی صدی اسلامی کے پورے عرصہ میں اور دوسری صدی اسلامی کے عشرۂ اول میں صحابہ کرام کا وجودِ مسعود موجود و کارفرما رہا۔ اس باب میں خلافتِ راشدہ اور خلافتِ امویہ میں کوئی فرق نہیں۔ صحابہ کرام دونوں ادوارِ خلافت میں اسی طرح موجود تھے۔ ان میں عشرۂ مبشرہ بھی تھے، بدری صحابہ بھی تھے، فتح مکہ سے قبل کے عظیم ترین طبقات بھی تھے اور بعد کے دوسرے طبقات بھی تھے۔ ❶

صحابہ کرام کی جماعتِ خیر اور جماعتِ نبوت کا یہ تسلسل ظاہری واقعہ بھی ہے اور باطنی عناصر کی کاریگری بھی۔ دراصل وہ مشیت الٰہی کی ایسی کاریگری اور کرشمہ سازی ہے جو ایک طرف خلافتِ اسلامی کے تسلسل کو ثابت کرتی ہے، اور دوسری طرف اموی خلافت کو دنیاوی ملوکیت ثابت کرنے کی تمام کوششوں کی تکوینی کاٹ کرتی ہے۔ وہ یہ بھی ثابت کرتی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے قرن (زمانے) کو خیر القرون فرمایا تھا تو وہ بالکل صحیح تھا، وہ اس کے بعد کے دو ادوار (قرون) کی خیریت کو بھی ثابت کرتی ہے۔ صحابہ کرام بہرحال خیر القرون کے نبوی لوگ تھے۔

خیر القرون کے اس بقیہ نقیہ جماعتِ صحابہ کرام نے اصلاً پورے خلافتِ اسلامی کے معاشرہ کو اسلامی بنایا تھا، اسی نے حکومتِ وقت اور خلافتِ عصر کو بھی اسلامی بنایا تھا۔ صحابہ کرام کے تسلسل اور ان کے کارِ خیر کے تسلسل کی کئی جہات ہیں: **اول** سماج میں ان کا وجودِ مسعود، نورِ نبوت کی موجودگی، کارفرمائی اور کاریگری ثابت کرتا ہے۔ **دوم** ان صحابہ کرام کے ذریعہ تمام علومِ اسلامی اور فنونِ ربانی کی تعلیم وترویج ہوئی اور متعدد علوم وفنون کو ارتقاء ملا۔ تین بنیادی علومِ اسلامی۔ قرآن وحدیث وفقہ۔ کے تمام علماء و ماہرین ان ہی صحابہ کرام سے اٹھے تھے اور ان کے پروردہ تمام تابعین کرام بھی اسی زمانۂ خیر القرون میں

---

❶ (متقدمین میں ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر بیروت ۱۹۵۷ء (آٹھ جلدیں)، ابن قتیبہ دینوری، کتاب المعارف، مرتبہ ثروت عکاشہ، قاہرہ ۱۹۶۰ء، اور معاجم صحابہ پر ابن عبدالبر کی الاستیعاب، ابن اثیر کی اسد الغابۃ اور ابن حجر عسقلانی کی الاصابۃ وغیرہ بنیادی مآخذ کے بطور شامل ہیں۔ دوسرے رواۃ حدیث پر کتب بھی بہت اہم ہیں جیسے بخاری کی "التاریخ" وغیرہ۔

تھے۔ تعلیم وترسیل تفسیر وحدیث اور تشکیل وتعمیر فقہ کی بنیاد اسی دور میں پڑی تھی۔ اور دوسرے علومِ اسلامیہ۔ سیرت وتاریخ، کلام ورجال وغیرہ کی صورت گری بھی ان ہی مقدس ہاتھوں نے کی تھی۔ ❶

خلافت عصر اور خلفاءِ وقت سے صحابہ کرام کی وابستگی، امداد واعانت اور شرکت وشراکت سیاسی سطح پر سب سے اہم زاویہ تسلسل ہے۔ اس مطالعہ کو صرف اسی خاص نکتہ پر مرکوز ومبنی رکھا گیا ہے، کیونکہ تمام جہاتِ اسلامیت پر بحث ممکن نہیں، بالخصوص صرف ایک مطالعہ میں۔ اس کے لئے کئی دفاتر تحقیق کی ضرورت ہے۔ اس مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کے افراد وطبقات نے الگ الگ بھی اور بحیثیت جماعتِ نبوی بھی اموی خلفاء کرام سے اسی طرح تعاون کیا تھا جس طرح خلفاء راشدین سے کیا تھا یا عہد نبوی میں جس طرح وہ فعال تھے۔ صحابہ کرام نے بحیثیت جماعت اموی دور کے ان تمام غزوات میں حصہ لیا تھا، خواہ وہ مشرقی محاذ - ایران وخراسان وترکستان - پر ہوتے رہے ہوں یا شمالی محاذ - رومی/ بازنطینی سلطنت کے خلاف کئے گئے ہوں یا مغربی محاذ - افریقیہ - میں جاری رہے ہوں۔ ان تینوں محاذوں پر ان کی فوجی کارروائیاں زمانۂ جنگ میں جاری رہیں اور زمانۂ امن میں تبلیغ اسلامی کی۔ بنیادی طور سے ان غزوات و جہاداتِ اسلامی نے ان عظیم الشان افراد وطبقات کی جماعتوں کو تمام دنیا میں پھیلا دیا، کیونکہ ان کے نتیجۂ خیر میں صحابہ کرام تمام مفتوحہ ممالک اور مقبوضہ امصار ودیار میں آباد ہو گئے تھے اور سب کو صحابی رنگ عطا کر دیا تھا، اس کا سب سے بڑا نشانِ امتیاز یہ تھا کہ صحابہ کرام نے اموی دور کی فتوحات کو اسلامی جہاد ہی سمجھا تھا۔

اموی خلافت سے ان کے تعاون کی اور فعال مشارکت کی دوسری جہت اور عظیم تر شہادت یہ ہے کہ انھوں نے حکومت وقت کے تمام اقسام کے مناصب بھی قبول کئے تھے، اگر چہ اس دور میں بھی ایسی سخت تقسیم نہ تھی۔ وہ فوجوں کے سالار و سپہ سالار بھی بنے تھے، سمندروں پر امیر البحری کی تھی بلکہ بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑا دیئے تھے۔ غزواتِ روم پر ان کی سالاری اور ان کے دوران ان کی سرفروشی کا باب خاص مطالعہ کے لائق ہے کیونکہ وہ رسول اکرم ﷺ کے ربانی وعدۂ مغفرت کو ضامن ہے۔ اسے محض پیش گوئی اور خبر گزینی سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ وہ زبان رسالتمآب ﷺ کی خبر حقیقی ہے۔

صحابہ کرام نے شہری نظم ونسق میں بھی اسی طرح حصہ لیا تھا جس طرح خلافتِ راشدہ میں لیا

---

❶ ملاحظہ ہو کتاب خاکسار ''تاریخ تہذیب اسلامی'' القاضی پبلشرز نئی دہلی ۱۹۹۸ء، جلد دوم کے مباحث دین وسیاست۔

تھا۔ وہ ولایات اور صوبوں کے والی اور نائب والی بنے تھے، صدقات کے عمال بھی رہے تھے، اور قضاء و افتاء کے شعبوں کے سربراہ بھی رہے تھے۔

دین وسیاست ان صحابہ کرام کی نگاہ میں تو اَم خدمت تھی، سیاست کی چاکری بھی دین کی خدمت ہی تھی، اس کا سب سے عظیم الشان مظاہرہ ان کے تسلسل خدمت میں ملتا ہے۔ عام تسلسل کے علاوہ اس کی ایک خاص جہت بھی ہے۔ وہ ہے خلافتِ راشدہ سے خلافتِ امویہ تک بہت سے صحابہ کرام کی مختلف مناصب پر یا ایک ہی منصب پر مسلسل خدمت، بعض بعض صحابہ کرام کے بارے میں یہ وضاحت وصراحت ملتی ہے کہ وہ خلیفۂ دوم حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانۂ خیر سے اس خاص عہدہ پر فائز رہے یا خلافتِ عثمانی سے خلافتِ یزید تک اسی خاص عہدہ ومنصب کو حسبِ دستور رونق بخشتے رہے۔ اور ایسے صحابہ کرام کی تعداد بھی خاصی ہے جو ریاستی انتظامیہ میں عہد نبوی سے کارفرما اور کارگذار ہوئے تو خلافت اموی کے دوسرے دور تک یا پہلے دور تک نظم ونسق سنبھالنے اور حکومت وانصرام میں خلفاء کا ہاتھ بٹانے کا کام کرتے رہے۔

اسلامی خلافت کا غیر منقطع تسلسل خلافتِ راشدۂ اربعہ اور خلافت امویہ کے ادوار کی تقسیم کی صحیح تفہیم عطا کرتا ہے۔ وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلامی خلافت افراد واشخاص اور ان کی حیثیتوں اور مرتبوں پر مبنی نہیں ہے۔ وہ دراصل اصولِ اسلام اور اقدار خلافت پر مبنی واستوار ہے۔ شخصیات کا لحاظ بھی ہوتا ہے تو ان ہی اصول واقدار کی بنا پر۔ خلافتِ نبوت یا خلافت راشدہ کا تیس سالہ دور اپنے خلفاءِ عظام کی شخصیات اور کارناموں کی بنا پر نہیں بلکہ اس بنا پر تھا کہ وہ خلافتِ نبوت کی شرائط پوری کرتے تھے اور زبانِ رسالتمآب ﷺ سے ان کی تصدیق ہو چکی تھی۔ اس بنا پر خلافتِ راشدہ کو اولیت وافضلیت حاصل تھی اور اس کی یہ افضلیت واولیت کسی دور کی خلافت کی ناسخ نہیں، جیسا کہ عام طور سے پرچار کیا جاتا ہے کہ خلافتِ نبوت کے بعد جو خلافتِ اسلامی آئی وہ خلافت نہیں ملوکیت تھی اور غیر اسلامی۔ قرآن مجید نے صحابہ کرام کے بارے میں ایک اصولِ افضلیت بیان کیا ہے اور حدیث نبوی میں صحابہ کرام کے طبقات کی مختلف منزلتوں کا ذکر ہے، قرآنی اصول یہ ہے کہ فتح سے قبل کے مومنین اور جان ومال سے جہاد کرنے والے بعد والوں سے افضل ہیں اور دونوں سے نیکی کا وعدہ ہے۔ حدیث وسنت نے بدری صحابہ کو افضل طبقہ قرار دیا اور ان میں بھی خلفاء راشدین کو بالترتیب افضلیت کے درجات پر فائز کیا۔ حتیٰ کہ خلفاء ثلاثہ۔ ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ۔ کو

بالترتیب جو درجۂ افضلیت عطا کیا وہ خلیفہ چہارم کو باوصفِ شروط حاصل نہ تھا۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے بڑی حکیمانہ بحث یہ کی ہے کہ خلیفۂ چہارم تمام شرائطِ خلافتِ نبوت پوری کرتے تھے تاہم ان کی خلافت پر وہ اجماعِ صحابہ اور اتفاق امت نہ ہو سکا جو خلفاء ثلاثہ پر ہوا تھا اور اسی بنا پر وہ غیر منتظمہ رہ گئی۔ خلافتِ چہارم کے غیر مجتمعہ و غیر متفقہ رہ جانے کی بنا پر وہ بابِ فتنہ کھلا جس نے مشاجراتِ صحابہ کو جنم دیا اور صحابہ کرام کی تین جماعات میں تقسیم اور امتِ اسلامی کی وحدت کے پارہ پارہ کرنے کا باعث بھی بنا۔ اور پھر جب صحابہ کرام کا اجماع اور امتِ اسلامی کا اتفاق خلافتِ معاویہؓ پر ہوا تو اسلامی خلافت کی وحدت لوٹ آئی۔ اس اجماعِ صحابہ اور اتفاقِ امت کی دولتِ اسلامی سے پوری خلافتِ اموی اولین خلافتِ راشدہ کی مانند فیضیاب تھی، یہ دوسری بات ہے کہ ان کو سابقین اولین کی افضلیت حاصل نہ تھی، جیسے ان کی صحابیت اور تابعیت کی دوسری منزلت تھی۔ ❶

خلافتِ اسلامی کے باب میں ایک نظری اور فکری غلطی یہ کی جاتی ہے کہ احادیث میں مذکورہ خلافتِ نبوت، خلافتِ رحمت، ملکِ رحمت اور ملکِ عضوض کی چار اقسام کو زمانہ، عصر، اشخاص و افراد سے پابند کر دیا جاتا ہے۔ اور ان کا اطلاق زمانہ حکومت اور عصرِ خلافت پر یکے بعد دیگرے کیا جاتا ہے کہ اولین خلفاء کی حکومت خلافت تھی اور بعد والوں کی غیر اسلامی۔ یہ دراصل چار/متعدد اقسام حکومت و خلافت ہیں اور ان کی الگ الگ اپنی اپنی شروط و صفات ہیں۔ خلافتِ نبوت کی شروط و صفات کی تعیین بنفس نفیس رسول اکرم ﷺ نے فرما دی تھی لہٰذا وہ خلفاء اربعہ پر ختم ہو گئی، مگر خلافتِ رحمت اور ملکِ رحمت اور ملکِ عضوض کی شروط و صفات عام حکمرانی اور اقتدار کے اصول و اقدار ہیں۔ جس دور اور جس حکومت میں ان کی شرطیں پائی جائیں گی وہ حکومت ویسی ہی ہوگی۔ اس کی مثالیں بھی فرمانِ رسالتمآب ﷺ میں موجود ہیں، بارہ قریشی خلفاء کی خلافت، بہت سے خلفاءِ امت کی حکومت، ملکِ نبوت اور ملکِ رحمت کی تخصیص ان کو بیان کرتی ہیں۔ اموی خلافت کی اسلامیت اور خلافت صحیح ہونے کی شہادت ایسی ہی متعدد احادیث نبوی میں موجود ہیں۔

---

❶ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فلسفہ تاریخ، ۱۴-۱۷ بالخصوص؛ ابن کثیر، ابن اثیر اور طبری وغیرہ کے بیانات و روایات جو آگے آتے ہیں۔

ایک واقعاتی دلیل اور زمینی حقیقت بھی اموی خلافت کی اسلامیت اور روحِ خلافت سے آراستگی کو بتاتی ہے، اور وہ ہے رسولِ اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کی موجودگی اور سماج و معاشرہ اور سیاست و حکومت میں ان کی کارکردگی، اگر رسول اکرم ﷺ کے تربیت کردہ اور تعلیم کردہ جماعتِ صحابہ کرام کی موجودگی میں معاشرہ اور حکومت اسلامی نہیں ہوسکتی تو پھر کس دور کے ''اسلامیان'' کی موجودگی میں دونوں اسلامی بن سکتے ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ تمام دوسرے اسلامیانِ وقت وعہد فروتر سے فروترین افراد و جماعات کے پروردہ اور تربیت کردہ ہوں گے، اور ان کو صحابۂ کرام سے کیا نسبت؟

(۲)

خلافتِ اسلامی کا صحیح مطالعہ نہ کرنے کے سبب اس کی نوعیت، مدتِ کار اور شخصیت کو نہیں سمجھا گیا۔اس کے متعدد اسباب ہیں: اوّل سبب بنیادی ہے اور وہ ہے ابتدائی دور کے حولیات نگار اور راویوں کی فکری اور روایتی جعلسازی، انھوں نے اصل واقعاتِ تاریخ اور حقائقِ عصر میں اپنی فکری کج روی کے سبب ''قصے'' (قصص) شامل کردئے۔ان میں سے بیشتر شیعی اور رافضی فکر کے لوگ تھے جن کو خلافتِ ثلاثہ تک ''ایام'' نظر آتے تھے اور جن کی نظر میں خلافت صرف ''خلافتِ علی وحسن'' تھی، کیونکہ وہ خلافتِ بلافصل کے قائل اور ماننے والے تھے، لہٰذا ان کی نظر میں اولین خلافت راشدہ بھی غیر اسلامی شے تھی، پھر خلافتِ اموی کو وہ کیا حیثیت دے سکتے تھے۔وہ تو ان کے نزدیک مکروہات دنیا قسم کی چیز تھی کہ مشاجراتِ علی و معاویہ نے ان کو حق کا طرفدار نہیں بنایا تھا بلکہ کج فکری کا پرستار بنادیا تھا۔

بعد کے مورخین نے ان ابتدائی راویوں اور حولیات نگاروں کی روایات کو بلاتنقید اور بلا چھان پھٹک قبول کرلیا، اس غیر تجزیاتی عمل میں محدث تاریخ داں اور غیر محدث اور اخباری وقائع نگار، دونوں برابر کے شریک بلکہ مجرم بن گئے۔رہی سہی کسر بعد کے مفکرین اسلام اور تاریخ نویسوں نے پوری کردی۔انھوں نے اپنے مسلکی رجحانات اور فکری میلانات کے سبب تاریخ اسلامی اور خلافتِ اسلامی کو ویسا دیکھا جیسا وہ دیکھنا چاہتے تھے۔ان کی فکر ورجحان نے ان کو غلط دکھایا اور غلط سمجھایا، انھوں نے صحابہ کرام کی آنکھ سے اور ان کی فہم وتجزیہ (Perception) کے مطابق خلافتِ اسلامی کو نہیں دیکھا اور پرکھا۔

الحمدللہ ہر دور میں صحیح الفکر مورخین بھی رہے اور صحیح القدر تجزیہ نگار بھی، اور ان کی صحت کی ضامن

حدیث ہے، یہ عجیب معاملہ ہے کہ جن علماء وفقہاء اور مفکرین وحکماء کی نظر حدیثِ نبوی کے ربانی ذخیرے پر رہی وہی صحیح تاریخ نویسی کر سکے، عظیم ترین محدثین امام مالکؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ کا میدان تاریخ نویسی نہ تھا اور نہ ہی ان کے شارحین اور دوسرے محدثین کرام کا، مگر ان کی حدیث وسنت میں گہری نظر اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی فکر نے ان کو صحیح اقدارِ خلافت کی تفہیم عطا کی، اور ان کی روایاتِ حدیث میں اموی خلافت کی اسلامیت کی اتنی شہادتیں موجود ہیں جتنی خلافتِ راشدہ کے لئے پائی جاتی ہیں۔

ان ہی عظیم ترین محدثین اور شارحین کا عطیہ ہے کہ بعد کے تجزیہ نگار اور اسلامی مفکرین نے اموی خلافت کی صحیح تفہیم کی۔ ان تینوں یا متعدد طبقاتِ فکر کا تجزیہ کیا جائے تو ایک دلچسپ زاویہ قائمہ بنتا ہے: حدیثِ نبوی نے ایک فکر خاص اور خلافتِ اسلامی کی شناخت عطا کی، محدثین نے اس کو احادیث و روایات اور تبصروں کی شکل میں پیش کیا، ان کے شارحین نے واقعاتِ تاریخ اور حقائقِ خلافت پر ان کا انطباق کر کے خلافتِ اسلامی کے خدوخال اجاگر کئے۔ بعد کے مفکرین ومورخینِ اسلام نے ان دونوں کی اساس پر اسلامی خلافت کا فکری نظام اور واقعی خلافت کا انصرام سمجھا، اور سمجھایا۔

اس تقدیم میں بعض دوسرے امور ومسائل سے بحث کی گنجائش نہیں ہے، البتہ صحابہ کرام کے تسلسلِ حدیث کے حوالے سے مختصر حوالہ یہ دیا جاسکتا ہے کہ دین وشریعت اور سیاست وحکومت کے تمام ادارے صحابہ کرام کے ہر دور میں وہی تھے جو ہونے چاہئیں۔ خلافتِ راشدہ اور خلافتِ امویہ کے تمام سیاسی، دینی، سماجی ومعاشی اور تہذیبی ادارے یکساں تھے، صرف ضروریاتِ عصر نے بعض ناگزیر ظاہری تبدیلیاں کی تھیں اور وہ بھی خالص اسلامی نوعیت اور خلافتی حیثیت رکھتی تھیں۔ خلفاءِ اربعہ کے گوناگوں طُرقِ انتخاب نے اموی خلافت کے طریقِ انتخابِ خلیفہ کا نہج مقرر کیا تھا اور تمام فقہاء، علماء، مفکرین اور سیاسیات کے ماہرین اس کی اسلامیت کے قائل ہیں۔ اسی طرح شوریٰ، نظم ونسق، مرکزی اقتدار، صوبائی تقسیم، مالی معاملات اور تمام دوسرے انتظامات کی اسلامیت کو دین وشریعت کے ماہرین نے تسلیم کیا ہے اور سب سے بڑھ کر صحابہ کرام نے اپنے زمانے میں تسلیم کیا تھا۔

(۴)

اس مطالعہ کا مرکزی موضوع اموی خلافت میں صحابہ کرام کا تسلسل خدمت ہے۔ اس میں

مختلف ادوارِ خلافت میں ان کی موجودگی، کارفرمائی اور مناصب انتظامیہ میں حسنِ کارکردگی کا ذکر خصوصیت کے ساتھ اور تفصیل سے کیا گیا ہے۔

اولین بحث منطقی طور سے ''صحابہ کرام خلافتِ معاویہؓ میں'' کے عنوان سے اولین خلافت پر ہے۔اس میں بنیادی بحث صحابہ کرام کی وفیات پر ہے جو تمام مورخین نے بالخصوص طبری اور ابن کثیر نے دی ہیں۔وہ نہ صرف عہد معاویہؓ میں صحابہ کرام کی مختلف سنین میں وفات کو بتاتی ہیں بلکہ ان کی حیات وکارکردگی پر گواہی بھی دیتی ہیں۔آخر میں ایک تجزیاتی بحث شامل کی گئی ہے جو صحابہ کرام کے درجات، طبقات اور فضائل ومناقب کے ساتھ ان کی قبائلی نسبت سے بحث کرتی ہے۔اس تجزیہ سے ایک شاندار نتیجہ ملتا ہے اور وہ یہ کہ بانی خلافتِ امویہ کو تمام صحابہ کرام کی حمایت حاصل تھی۔خلافتِ معاویہؓ سے متعلق دوسری بحث مفصل تر ہے جو اس اسلامی دور کے مناصب میں صحابہ کرام کی شمولیت پر ہے۔شروع میں اسد الغابۃ اور اصابۃ سے تمام صحابہ کرام کے عہد کا ذکر بشمول ان کے مناصب ومشاغل کے ترتیب سنین سے ہے اور بعد میں ان کے مناصب اور ان پر ان کی کارکردگی کا تجزیہ کیا گیا ہے۔اور اس کا سب سے عمدہ نکتہ یہ ہے کہ عہد معاویہؓ کے بیشتر منصب دار صحابہ خلافتِ راشدہ کے زریں دور سے اور بعض بعض اکابر عہدِ نبوت کے ربانی دور سے سرفراز چلے آرہے تھے،ان میں سالاران وامیرانِ لشکر، وُلاۃ وگورنر، ولایات اور قضاء وافتاء کے عہدے دار وغیرہ سب سے نمایاں عمال تھے۔خلافتِ معاویہ کی تیسری بحث ان کے دور کے امراء حج پر پیش کی گئی ہے جو دینی اور انتظامی دونوں لحاظ سے سنت کے تسلسل کی کڑی پیش کرتی ہے۔تجزیہ میں سنتِ نبوی کی پیروی، امراء حج کی تقرری کی حکمت وغیرہ پر بحث بھی کی گئی ہے۔اس عظیم الشان عہد کی آخری بحث ''خلافتِ معاویہؓ میں غزوات روم'' کے عنوان سے ہے اور ایک تسلسلِ خلافت سامنے لاتی ہے۔

اموی اولین دورِ خلافت کے دوسرے عہد یزید بن معاویہؓ کے یہی مذکورہ بالا مباحث ہیں: خلافتِ یزید میں صحابہ کرام، ان کے مناصب وقلمدان ہائے حکومت، مشرقی۔مغربی اور شمالی محاذوں کے سالارانِ جیش، ولاۃِ ولایات اور امراء حج اور ان کا تجزیہ۔دوسرے دور کے اموی خلافت وخلفاء میں بھی یہی مباحث اور مختصر طور سے آئے ہیں کہ معلومات اور روایات گھٹتی جارہی ہیں مگر تسلسلِ خدماتِ صحابہ ہر دور میں جاری ہے۔تنقیدی تجزیہ میں خلافتِ ہشام اموی تک صحابہ کرام کی کارکردگی پیش کی گئی ہے۔

(۴)

ایمان وعلم اور یقین ومعرفت کا تقاضا ہے کہ اس مطالعہ کا بنیادی سبب فیضانِ الٰہی کو قرار دیا جائے۔ یہ اس کتابِ مستطاب کا ہی سبب نہیں، خاکسار کی تمام تالیفات ونگارشات اور مقالات کا اصل سبب ہے۔ لیکن بعض فوری محرکات وعناصر بھی کسی کام کے کسی خاص وقت پر کرنے کے لئے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اس کتاب کے فوری محرکات میں سے ایک وقت کی انتہائی اہم ضرورت اور امتِ اسلامی کے عقیدہ وفکر کی مدافعت میں ایک مضمون خلیفہ یزید لکھنے کی دعوت تھی، اس کے معاً بعد اپنے ذخیرۂ نوٹس میں خلافتِ معاویہ و یزید کے صحابہ عمال کے اشارات نے لکھنے کے لئے آمادہ کیا اور یہ کتاب اپنے مباحث خود طے کرتی گئی اور کسی تکوینی اشارے پر اس کی تسوید وتبییض ہوتی گئی۔ اور اب اہلِ علم وفکر کے مطالعہ کے لئے پیش ہے۔

(۵)

خاکسار اپنے محدود علم ومعلومات اور ناقص تر نگارشات کے لئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مرہون منت الٰہی ہے۔ اس علیم وخبیر اور حکیم وقدیر کی طرف سے ہدایت ورہنمائی اور ارشاد واظہار نہ ہوتا تو قلم اس شاہراہ اسلامی پر نہ اٹھتا۔ رسول اکرم ﷺ کے فیضانِ علمِ نبوت اور رشحاتِ تزکیہ وتربیت نے صحابہ کرام کی شخصیت ووجود میں مادی پیکر تراشے، ان سے محبت وعقیدت ایمان وعلم کی علامت اور وہ خود رسول اکرم ﷺ کی محبت وعقیدت کا ہی شاخسانہ ہے۔ اسی کے شکریہ میں یہ کام منظر عام پر آ رہا ہے۔ اس میں صحابہ کرام سے چل کر طبقاتِ محدثین وعلماء سے گذر کر احسانات کی شکل میں تمام علماء وفقہاء اور محدثین کا بھی مرہون ہوں کہ ان کی نگارشات اور تجزیوں کے بغیر یہ کام نہ ہو پاتا اور ہوتا تو ادھورا ہوتا۔ اپنے قریبی بزرگوں میں والدین ماجدین۔ مولوی انعام علی اور بی بی تسلیم۔ رحمھما اللہ کا سب سے زیادہ ممنون ہوں کہ وہ مربی ومعلم بھی تھے۔

اساتذہ وشیوخ کا بھی اسی طرح شکر گذار ہوں۔ احباب ورفقاء اور اہل خانہ کی محبت وخدمت اور حوصلہ افزائی نے بڑا کام کیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ اپنی خدمت گذار، سلیقہ شعار ووفا شعار اہلیہ۔ شمس النساء یاسمین۔ کے احسانات سے زیر بار ہوں۔ شعبہ کے رفقاء میں سابق صدر شعبہ سید احسن صاحب اور موجودہ صدر شعبہ ظفر الاسلام اصلاحی اور تمام دوسرے عزیزوں کا بھی اسی طرح ممنون ہوں،

خاص ادارہ علوم اسلامیہ کے کتاب خانے کے روح رواں کبیر احمد خاں صاحب۔ اور ان کے خدمت گذار رفقاء کا جن کے بغیر کتاب نہیں لکھی جاسکتی تھی۔ اس کتاب کے ناشر مکتبہ الفہیم مئو ناتھ بھنجن کے عالی وقار مالکان جناب مولانا شفیق الرحمٰن و مولانا عزیز الرحمٰن صاحبان حفظہما اللہ نے خود بڑھ کر جام و مینا اٹھالیا ہے، ان کا شکریہ واجب ہے اور اسے ادا کرتا ہوں اور آخر میں قارئین کرام کے سپاس کے لئے ممنون ہوں کہ وہی اصل پارکھ ہوتے ہیں۔

خادم علم وعلماء

محمد یٰسین مظہر صدیقی

الامین-۶۴-احمد نگر-علی گڈھ 202002

۱۴/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ

۲۱/اپریل ۲۰۰۸ء

10:45AM

فون نمبر: ۳۲۹۵۶۰۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحابہ کرام خلافتِ معاویہ میں

حدیثِ پاک کے مطابق پہلی صدی ہجری صحابہ کرام کی صدی تھی اور نورِ نبوت اور مظہرِ محمدی کی راست دلیل۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے عہدِ مبارک کے بالکل اواخر میں فرمایا تھا کہ آج کے دن جو لوگ زندہ ہیں ان میں سے کوئی سو برس بعد زندہ نہ ہوگا۔ اس میں دوسری اور برکات کے ایک صدی تک تسلسل اور اس کے خاتمے کے علاوہ عہد صحابہ کرام کے تسلسل اور اس کے اختتام کی الہامی پیشگوئی تھی۔ وہ الہامی پیش گوئی جس کی اساس وحی الٰہی۔ وحیِ حدیث۔ کی یقینی دولت پر مبنی تھی۔

تاریخ کے قدرتی واقعات اور تکوینی تدابیر نے اسے ثابت کر دیا اور آخری صحابی کا انتقال ۱۱۰/ ۷۲۸ میں ہوا۔ ❶

خلافتِ اسلامی کا اولین دور، خلافتِ راشدہ۔ ۱۱/ ۶۳۲۔ ۴۰/ ۶۶۰۔ دورِ صحابۂ کرام تھا۔ اسی طرح خلافت اسلامی کا دوسرا دور، خلافتِ اسلامی اموی - ۴۱/ ۶۶۱۔ ۱۳۲/ ۷۵۰ بھی عہدِ صحابہ تھا، بالخصوص اولین اسلامی صدی کے اواخر اور دوسری اسلامی صدی کے اولین عشرہ کا زمانہ، جب صحابہ کرام موجود تھے۔ بلا شبہ قانونِ قدرت کے مطابق صحابہ کرام کی تعداد سال بہ سال گھٹتی جا رہی تھی اور اکابر روز بروز اٹھتے جا رہے تھے، تاہم بہت سے اکابر صحابہ ان دونوں ادوارِ خلافت میں موجود و کارفرما تھے اور اموی دور کے اولین پچاس برسوں میں موجود تھے۔ ان کے جانشین اصاغر صحابہ نے صحابیت کی برکات اپنے وجودِ مسعود اور اپنی مبارک کارگذاریوں سے جاری رکھی تھیں۔ اس پوری صدی میں اسلامی معاشرہ، اسلامی خلافت اور اسلامی تہذیب و تمدن ان کے ثمرات سے بارآور بنا تھا۔ خلافتِ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

---

❶ حضرت عامر بن واثلہ کنانی لیثیؓ، ابو الطفیل کی کنیت سے مشہور تھے، غزوۂ احد ۳/ ۶۲۵ میں پیدا ہوئے، ساکنِ کوفہ تھے پھر مکہ منتقل ہوگئے جہاں بعمر ۹۷ یا ۱۰۷ سال وفات پائی۔ ان کی وفات کے دو سال اور سنہ ملتے ہیں: ۱۰۰/ ۷۱۸ اور ۱۱۰/ ۷۲۸-۷۲۹، کتاب المعارف، ۱۳۴۱ اسد الغابہ ۳/ ۹۶۔ ۹۷، ۵/ ۲۳۳، ۲۳۴، اصابہ ۶ ۴۴۳۶۔ دوسری روایات پر بحث آگے آتی ہے۔

بالخصوص اور ان کے اولین جانشینوں کا عہدِ خلافت ان صحابہ کرام کے وجود سے میمون اور ان کی صحابیت کی نورانیت سے مستنیر بنا تھا۔ اور بلا شبہ وہ خیر القرون تھا جس کی قطعیت حدیث سے ثابت ہے۔

خلافت معاویہؓ میں صحابہ کرام قریب قریب تمام امصار و بلادِ خلافت میں پھیل چکے تھے، وسطی ایشیا کے مشرقی کناروں سے مغربی افریقیہ کی آخری حدوں تک اور جنوب میں سرحدِ ہند سے شمال میں رومی سلطنت کے پایۂ تخت قسطنطنیہ تک اصحابِ نبی ﷺ کے مبارک اشخاص دولتِ نبوی بے طرح نچھاور کر رہے تھے۔ اسلامی حدودِ خلافت سے پرے صحابہ کرام کا آفاقی وجود خاتم النبیین ﷺ کی آفاقی نبوت کی کرنیں ہر سو پھیلا رہا تھا۔

خلفاء کرام کی حکیمانہ پالیسی، دین اسلام کی انسانیت نوازی اور صحابہ کرام کی اپنی کرم گستری سب اس کا باعث تھیں۔ ❶

اولین اموی خلافتِ اسلامی کے بیس سالہ عہدِ میمون میں صحابہ کرام کی موجودگی اور کارکردگی کا مطالعہ کئی زاویوں سے کیا جا سکتا ہے: ایک یہ ہے کہ اس عہدِ خلافت میں ان کے تمام اعداد و شمار جمع کر دئے جائیں، اس کی ایک مثال واقعۂ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامی صحابہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے طرفدار صحابہ کی تعداد کا شمار ہے، مگر وہ ناقص اعداد و شمار ہیں، اس لئے کہ وہ صرف طرفین کے صحابہ کرام کی گنتی کرتے ہیں، سب صحابہ کو نہیں گنتے۔ ان کے علاوہ واقعۂ جمل کے صحابہ کرام کی تعداد بھی تھی اور سب سے بڑی تعداد ان غیر جانبدار صحابہ کرام کی تھی جو مشاجرات سے الگ رہے تھے۔ ❷

بعض مورخینِ کرام اور وقائع نگاروں نے سال بہ سال وفات پانے والے صحابہ کرام

---

❶ طبقات ابن سعد میں مختلف امصار و ممالک میں صحابہ کرام کی سکونت و رہائش کا ذکر ملتا ہے بلکہ ان ہی کے حوالے سے ان کے طبقات ہیں تاریخ طبری وغیرہ کتب تاریخ اور خاص طور سے فتوحات اسلامی پر لکھی گئی کتب فتوح بھی اس موضوع پر قیمتی معلومات رکھتی ہیں۔

❷ صحابہ کرام کے معاجم و تراجم میں ان کی تعداد کا ذکر ملتا ہے مگر وہ بھی کل صحابہ کا شمار نہیں ہے۔ ابن سعد کی طبقات اس کی ایک مثال ہے۔

کا سراغ لگایا ہے۔ اس مختصر مطالعہ میں ان ہی وفیاتِ صحابہ کرام کی بنیاد پر خلافتِ معاویہؓ میں صحابہ کرام کی تعداد کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔ اور اس سے زیادہ ان عظیم اصحابِ نبی ﷺ کے وجودِ مسعود سے وابستہ برکاتِ ناسوتی ولاہوتی کا علم ہوتا ہے۔

ان کے مطالعہ و تجزیہ کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ خلافتِ معاویہؓ میں سالانہ برکات اور ہمہ جہت نورانیت کا پتہ چلے گا۔

لہٰذا پہلے ابن اثیر اور ابن کثیر وغیرہ کے بیان کردہ سالانہ وفیاتِ صحابہ کرام پیش ہیں، پھر آخر میں ان کا تجزیہ پیش کیا جائے گا۔ ❶

خلافتِ معاویہ کا اصل آغاز

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کی خلافت کا آغاز دو نوعیت کا ہے: غیر مجتمعہ اور متفقہ۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علیؓ کی خلافت کی کوفہ میں بیعت رمضان ۴۰/ جنوری ۶۶۱ کے ساتھ یا معاً بعد حضرت معاویہؓ کی خلافت کی بیعت بیت المقدس میں کی گئی اور وہ بقول حضرت شاہؒ غیر مجتمعہ تھی۔ صحابہ کرام کی اکثریت اور امتِ اسلامی کی وحدت نے دونوں مشرقی اور مغربی خلفاءِ کرام کی خلافت تسلیم نہیں کی۔ امت و صحابہ کی دو طبقات میں تقسیم نے ان دونوں خلافتوں کو اور بھی غیر مجتمعہ بنا دیا کہ ہر فریق کو دوسرے کی خلافت تسلیم نہ تھی۔ ❷

ربیع الاول ۴۱/ جولائی ۶۶۱ میں حضرت حسن بن علیؓ کی حضرت معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کے کئی زاویے اور جہات تھے: ایک یہ کہ حضرت حسنؓ کی چھ ماہہ خلافت

---

❶ محمود احمد عباسی، تحقیق مزید بسلسلہ خلافت معاویہ و یزید، مکتبہ محمود، کراچی، غیر مورخہ۔ ۳۰-۱۰۹ نے کل ۲۷۲ صحابہ کرام کی فہرست جمع کی ہے۔ ان میں سے ازواج مطہرات ۵ ہیں، اصحاب عشرہ مبشرہ ۲، بدری صحابہ ۱۸ اور اصحاب بیعت رضوان ۱۴ ہیں۔

❷ طبری، تاریخ الرسل والملوک، دارالمعارف قاہرہ، ۱۹۶۳ء، ۵/ ۱۴۸، ۱۵۸، شہادت حضرت علی اور بیعت حضرت حسن کے لئے، ۵/ ۱۶۱، بیعتِ حضرت معاویہ کے لئے، نیز ۱۶۲-۱۶۵، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، بیروت ۱۹۶۵ء، ۳/ ۳۸۷، ۴۰۴ و مابعد، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۹۳۲ء، ۸/ ۱۵-۱۹، نیز دیگر کتب تاریخ و حدیث جن کا ذکر آگے بھی آ رہا ہے۔

پورے زمانے میں غیر مجتمعہ اور غیر متفقہ رہی۔ دوسرے یہ کہ اس ششماہی میں حضرت معاویہؓ کی خلافت بھی غیر متفقہ رہی، تیسرے اس ششماہی کے بعد ان کی خلافت متفقہ اور اجماعی بن گئی کہ پوری امت اور صحابہ کرام نے حضرت معاویہؓ کی خلافت کو اس دن سے تسلیم کرلیا تھا۔ اس کا چوتھا زاویہ بہت اہم ہے کہ حضرت حسنؓ کی یہ دستبرداری وحیِ الٰہی کے عین مطابق ہوئی تھی اس لئے خالص اسلامی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے اس فرزندِ گرامی کو صرف اسی بنا پر سید قرار دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں صلح کرائیں گے۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ جس طرح حضرت حسنؓ کو رسولِ اکرم ﷺ کی مرضی مبارک حاصل تھی ان کی حق خلافت سے دستبرداری کے سبب، اسی طرح حضرت معاویہؓ کو متفقہ اور اجماعِ عام بیعت کے بعد نبوی تائید حاصل تھی۔

اس لئے خلافت معاویہؓ کا آغاز ۴۱/ ۶۶۱ سے کیا جارہا ہے اور صحابہ کرام کی وفیات کا بھی۔ ❶

حافظ ابن کثیرؒ نے آغازِ خلافت سے ہر سال کے وفیاتِ صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے۔ کسی کسی سال کا نہیں ہے۔ امامِ تاریخ ابن اثیرؒ نے اپنی الکامل میں جزوی طور سے ذکر کیا ہے اگرچہ اسد الغابہ میں ہر ترجمۂ صحابی میں وفات کا ذکر بھی ہے۔ بنیادی طور سے یہ فہرست وفیاتِ صحابہ کرام حافظ ابن کثیر پر مبنی ہے تاہم اس میں دوسرے مآخذ سے اضافے کئے گئے ہیں اور ان کی نشاندہی بھی کردی گئی ہے۔ اسمِ گرامی کے ساتھ بعض ضروری معلومات بھی اختصار کے ساتھ دی گئی ہیں تاکہ صحابیت کا مقام ومرتبہ بھی معلوم ہوجائے اور خلافتِ معاویہؓ میں ان کی حسن کارکردگی اور حسنِ وجود کا بھی علم ہوجائے۔

۶۶۱/۴۱

○ حضرت رُکانہ بن عبد یزید بن ہشام بن عبدالمطلب ہاشمی قریشی۔

فتحِ مکہ میں اسلام لائے تھے، مکہ ہی میں مقیم رہے۔ ❷

❶ (البدایہ ۸/ ۱۷-۲۱، حدیث نبوی ہے: "ان ابنی ھذا سید، ان یعش یصلح بین طائفتین من المسلمین۔" دوسری تعبیرات بھی ہیں، اسی بنا پر علماء ومحدثین نے اس کو دلائلِ نبوت میں شمار کیا ہے۔ حضرت معاویہؓ کی خلافت بھی اسی کی مصداق ہے۔ اسی بنا پر ان پر تمام صحابہ کرام اور امت کا اجماع ہوا اور اس سال کا نام ہی عام الجماعۃ پڑ گیا۔ ذہبی، دول الاسلام، حیدرآباد دکن ۱۳۲۷، ۱/ ۲۱)

❷ اسد الغابۃ ۲/ ۱۸۷، اصابہ-۲۶۸۹: عام خیال ہے کہ خلافت عثمانی میں وفات پائی۔ لیکن اس سے متعدد علماء کو اتفاق نہیں ہے۔

○ حضرت لبید بن ربیعہؓ۔

عظیم شاعر نے اسی سال بقول ابن اثیر ایک سوستاون سال کی عمر میں وفات پائی۔

(اصابہ-۷۵۴۳-اسد/۴/۲۶۰)

○ حضرت صفوان بن امیہ بن خلف جمحی قریشی۔

رؤساء قریش میں سے تھے، فتح مکہ میں اسلام لائے، غزوۂ حنین کے لئے رسول اکرم ﷺ نے ان سے زرہیں اور دیگر ہتھیار اور مال ادھار لیا تھا۔ ساداتِ مسلمین میں تھے، مکہ ہی میں مقیم رہے۔ (اسد/۳/۲۲؛ اصابہ-۴۰۷۳)

○ حضرت عثمان بن طلحہ عبدری جمحی رضی اللہ عنہ۔

حضرات خالد بن ولید مخزومی اور عمرو بن عاص سہمیؓ کے ساتھ صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ آکر اسلام قبول کیا، حافظ ابن کثیر نے فتح مکہ سے قبل ۸ھ/۶۳۰ء کا زمانہ بتایا ہے جو صحیح نہیں، کلید بردار کعبہ تھے، جاہلیت اور اسلام دونوں میں ان ہی کے پاس کعبہ کی کلید رہی، عہد نبوی میں مدینہ میں قیام کیا اور پھر مکہ واپس چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ ❶

○ حضرت عمرو بن اسود سکونیؓ۔

عابد و زاہد صحابہ میں تھے اور نماز شب میں قیمتی حلہ دوسو درہم کا زیب تن فرماتے تھے۔ بقول حضرت عمرؓ وہ ہدایتِ نبوی کے پیکر اور سنت کے متبع تھے۔ اپنے پورے دورِ حیات میں وہ اسلامی ہدایت پھیلاتے رہے۔ (اسد/۴/۸۴: اصابہ-)

○ حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو عدوی قریشی رضی اللہ عنہا۔

عشرۂ مبشرہ میں سے ایک صحابی حضرت سعید بن زیدؓ کی بہن تھیں، اولین زمانہ میں ہجرت کر کے مدینہ آگئی تھیں۔ قدیم مسلمہ اور عبادت گذار تھیں۔ حضرت عمرؓ کی بنت عم بھی تھیں اور غزوۂ طائف کے بعد ان کی شریک حیات بن گئی تھیں۔ بعد میں وہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی زوجہ بھی رہیں۔ مدینہ میں وہ خلافتِ معاویہ تک مقیم رہیں۔ ❷

---

❶ اسد/۳/۳۷۲؛ اصابہ-۵۴۴۲: اس پورے دور میں وہ کلید بردار کعبہ رہے اور ان کے بعد ان کی اولاد رہی۔

❷ البدایہ/۸/۲۳-۲۴؛ الکامل/۳/۴۱۹؛ اسد/۵/ ۴۹۷-۴۹۹؛ اصابہ-ترجمہ عاتکہ- کتاب النساء۔

۶۶۲/۴۲

حافظ ابن کثیر نے ''البدایہ'' میں کسی کا ذکر نہیں کیا مگر امام ابن اثیر نے ''الکامل'' میں اور ''اسد الغابہ'' میں کئی صحابہ کرام کی وفات کا ذکر کیا ہے۔

○ حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ۔

آرمینیہ میں وفات پائی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے والی آرمینیہ تھے اور ان کی تمام جنگوں میں شریک رہے تھے۔ خلافتِ فاروقی میں جزیرہ کے امیر تھے اور خلافتِ عثمانی میں آرمینیہ اور اذربیجان کے۔ ❶

○ حضرات عثمان بن طلحہ عبدری، رکانہ بن عبد یزید ہاشمی، صفوان بن امیہ بن خلف جمحی۔

انتقال کا سال ابن ایثر نے ۴۲ھ بتا کر اسی کے اواخر میں ان وفیات کا ذکر کیا ہے جب کہ حافظ ابن کثیر نے ۴۱/ ۶۶۱ میں ان کا ذکر کیا ہے جیسا کہ گذرا۔

○ حضرت ہانی بن نیار بن عمرو انصاری۔

حضرت براء بن عازب انصاری کے ماموں تھے، اسی سال وفات پائی وہ بیعتِ عقبہ میں شریک (عقبی) اور غزوۂ بدر کے مجاہد (بدری) تھے۔ ان کی وفات کا سن ۴۵/ ۶۶۵ بھی بتایا گیا ہے۔ ❷

۶۶۳/۴۳

○ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔

مشہور صحابی کی وفات کا ذکر اس سال کی وفیاتِ الکامل میں ہے۔ وہ علماء اہل کتاب

---

❶ اسد ا/ ۳۷۴؛ اصابہ-۱۶۰۰: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ سوم کی حفاظت کے لئے ایک لشکر ان کی سرکردگی میں بھیجا تھا۔

❷ الکامل ۳/ ۴۲۴؛ اسد الغابہ ۵/ ۵۲: اصابہ-۸۹۲۸: بعض دوسرے سنینِ وفات کا بھی ذکر ہے لیکن وہ سب کے سب خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے ہی کے ہیں۔ وہ اپنی کنیت ابوبُردہ بلوی سے زیادہ مشہور ہیں۔ اور عہد نبوت سے خلافت راشدہ تک اور اس کے بعد کے زمانے میں بھی جنگوں میں شریک و امیر رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خاص حامی تھے۔

میں سے تھے اور رسول اکرم ﷺ نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔ ❶

حافظ ابن کثیر نے کئی دوسرے صحابہ کرام کی وفات کا ذکر اس سال کے حوالے سے کیا ہے۔ ان میں شامل ہیں:

○ حضرت عمرو بن العاص سہمی۔

قریش کے جاہلی رؤساء اور شیوخ میں تھے۔ حضرات خالد بن ولید مخزومی اور عثمان بن طلحہ عبدری کے ساتھ اسلام لائے، وہ امراءِ اسلام میں سے تھے۔ عہد نبوی میں وہ متعدد سرایا کے امیر و سالار اور عامل صدقات رہے۔ خلافتِ راشدہ میں وہ نامور امراءِ اسلام میں تھے۔ وہ فاتحِ مصر تھے اور اس کے گورنر بھی۔ خلفاءِ ثلاثہ نے ان کو متعدد مناصب پر رکھا۔ مشاجرات کے زمانے میں وہ حضرت معاویہ کے ساتھ تھے۔ اور بعد میں فتح مصر کر کے اس کے گورنر بنے اور وہیں وفات پائی۔ وہ صاحبِ فضائل تھے۔

○ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری خزرجیؓ۔

ہجرت نبوی سے قبل حضرت مصعب بن عمیر عبدریؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے۔ عقبی، بدری تھے اور تبوک کے سوا تمام مشاہد/ غزوات نبوی میں شریک رہے۔ غزوہ تبوک میں وہ مدینہ میں رسول اکرم ﷺ کے خلیفہ/ نائب تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو قریب پندرہ سرایا کا امیر بنایا تھا۔ خلافت صدیقی اور عہد فاروقی میں وہ مختلف مناصب پر رہے اور خلافت عثمانی میں بھی۔ فتنۂ مشاجرات میں وہ عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ انھوں نے ستر سال سے زیادہ کی عمر پائی اور ربذہ میں مقیم رہے تھے۔ ❷

---

❶ ۳/ ۴۳۹، البدایہ ۸/ ۲۷: ہجرت نبوی کے معاً بعد اسلام لائے؛ ذہبی ۱/ ۲۴: "عبداللہ بن سلام الاسرائیلی الحبر"؛ اسد ۳/ ۱۷۶؛ اصابہ ۴۷۲۵: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کے دوران وہ ان چند صحابہ میں سے تھے جنھوں نے باغیوں سے ان کی حفاظت و مدافعت کی تھی۔

❷ البدایہ ۸/ ۲۵-۲۷؛ ذہبی ۱/ ۲۴: حضرت عمرو بن العاص السہمی "لیلة الفطر سنة ثلاث و اربعین بمصر.. وكان من دهاة العرب واولى الحزم والراى والمكيدة... وعاش نحوامن تسعين سنة." ذہبی ۱/ ۲۵: حضرت محمد بن مسلمہ انصاری "من كبار البدرين الاخيار، عاش سبعا وسبعين سنة.."

۶۶۴/۴۴

○ حضرت ام المومنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہا۔

حضرت معاویہؓ کی ہمشیرہ ہیں۔قدیم مسلمہ تھیں اور حبشہ کی ہجرت اپنے شوہر عبداللہ بن جحش اسدی خزیمی کے ساتھ کی، شوہر کے نصرانی بن جانے کے بعد بھی وہ اسلام پر قائم رہیں۔ حبیبہ دراصل ان کی بڑی دختر تھیں جو حبشہ میں پیدا ہوئیں اور ان ہی کے نام پر ان کی کنیت ہے۔ بعد میں وہ ام المومنین بنیں۔قابل ذکر ہے کہ پوری خلافت راشدہ اور اولین دورِ خلافت امویہ میں علوم ِنبوت کی ترویج کرتی رہی تھیں۔ ❶

○ حضرت رفاعہ العدوی۔

عدی رباب کے خاندان سے تھے اسی سال شہید ہوئے وہ صحابی بصری تھے۔ان کا ذکر صرف الکامل میں ہے۔

۶۶۵/۴۵

○ حضرت زید بن ثابت خزرجی انصاری۔

عظیم کاتب وحی اور جامع مصحف امام اور مدون و جامع مصاحف عثمانی تھے، انتہائی ذہین وفطین شخص تھے، اسی لئے صرف پندرہ دنوں میں زبان و کتاب یہود اذن نبوی سے سیکھ لی تھی۔ بقول ابن کثیر میں نے ان کا خط دیکھا جو نہایت عمدہ اور قوی تھا۔ انھوں نے فرستادۂ کسریٰ سے اٹھارہ دنوں میں فارسی سیکھ لی تھی، اور حبشی، رومی اور قبطی زبانیں خدام نبوی سے سیکھی تھیں۔ سب سے پہلے غزوۂ خندق میں شریک ہوئے۔ بعد میں تمام غزوات میں شریک رہے، علم فرائض کے ماہر تھے۔عہدِ فاروقی میں قاضی رہے۔ صاحب کمالات وفضائل صحابی تھے۔ساٹھ سال کے قریب عمر پائی، نماز جنازہ حضرت مروانؒ نے پڑھائی۔ بقول حضرت ابن عباس وابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وہ عالم کبیر اور حبر امت تھے۔ ❷

---

❶ البدایہ ۸/ ۲۸؛ الکامل ۳/ ۶ ۴۴؛ ذہبی ۱/ ۲۵: حضرت ام حبیبہؓ سے مروی احادیث کی تعداد زیادہ نہیں ہے، مگر اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ان کی اسلامی خدمات بھی محدود تھیں، صحیح نہیں ہے۔ بحیثیت ام المومنین ان کی خدمات بہت وسیع ہیں۔

❷ ذہبی ۱/ ۲۵: المقرئ الفرضی احد ائمة الصحابة و كاتب الوحی..'' پورے دور خلافت میں وہ قرآن کی خدمت کرتے رہے۔

○ حضرت سلمہ بن سلامہ بن وقش اشہلیؓ۔

ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔ وہ بدری تھے اور تمام غزوات کے شریک مجاہد۔ غزوۂ بدر میں وہ قبا اور اہل عالیہ کے نائب/خلیفہ تھے۔ ان کے بہت فضائل ہیں۔ وہ بنو عبدالاشہل کے امامِ نماز تھے اور خلافتِ فاروقی میں یمامہ کے عامل/گورنر رہے تھے۔ ❶

○ ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب عدوی رضی اللہ عنہا۔

رسول اکرم ﷺ کے نکاح میں غزوۂ بدر کے بعد اپنے سابق شوہر حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ کی وفات کے بعد آئیں۔ وہ بڑی نیک، صوامہ وقوامہ تھیں۔ وہ اس سال کے شعبان میں واصل بحق ہوئیں۔ یہی جمہور کا خیال ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ذہبی ۲۴/۱) حضرت ام المومنین نے خلافت اموی کے عظیم معاملات میں بطور خاص دلچسپی لی تھی اور وہی تھیں جنھوں نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے صحابی جلیل کو امیر یزید کی ولی عہدی کی مشاورت میں حصہ لینے کا حکم دیا تھا۔

○ حضرت عاصم بن عدی انصاری بلویؓ۔

بقول ابن اثیر اس سال ایک سو بیس سال کی عمر میں وفات پائی۔ وہ بدری صحابی تھے اور تمام غزوات نبوی میں شریک رہے۔ وہ بنو العجلان کے سید و شیخ تھے۔ غزوۂ بدر کے دوران عالیہ کے امیر رہے تھے۔ ان کی بعد کی زندگی کے بارے میں معلومات ناقص ہیں۔ ❷

○ حضرت ثابت بن ضحاک بن خلیفہ کلابیؓ۔

اصحابِ بیعت رضوان میں سے تھے اور حضرت ابو جبیرہ بن ضحاک کے بھائی۔ انھوں نے بھی بقول ابن اثیر اسی برس میں وفات پائی۔ بقول بخاری وہ بدری صحابی تھے، اور حدیبیہ میں شریک رہے تھے۔ ❸

---

❶ اسد الغابہ ۱/۳۲۶: اصابہ-۳۳۸۱

❷ اسد الغابہ ۳/۷۵ اصابہ-۴۳۵۳

❸ البدایہ ۸/۲۹-۳۰: الکامل ۳/۴۵۲: اسد ۱/۲۲۶: اص-۸۹۴

۴۶/۶۶۶

○ حضرت سالم بن عمیرؓ۔

اس سال وفات پانے والوں میں شامل تھے۔ وہ ان رونے والوں (بکائین) میں سے ایک تھے جن کا قرآن مجید میں غزوۂ تبوک کے حوالے سے ذکر ہے۔ وہ بدری تھے اور دوسرے مشاہد کے شریک۔ ابن اثیر اور ابن حجر نے یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ بیعتِ عقبہ کے شریک (عقبی) تھے اور بدری صحابی بھی۔

○ ابن اثیر نے الکامل میں صرف صالح بن کیسان کی وفات کا ذکر کیا ہے جو بنو غفار کے مولیٰ تھے۔ ❶

۴۷/۶۶۷

○ حضرت قیس بن عاصم منقریؓ۔

اس سال وفات پائی۔ وہ عہد جاہلیت اور عہد اسلامی دونوں کے سادات میں سے تھے۔ انھوں نے جاہلیت میں ہی شراب نوشی حرام کر لی تھی۔ وہ بنو تمیم کے وفد کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوئے اور اسلام لائے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو **سید اھل الوبر** (اہل دیہات کے سردار) قرار دیا تھا۔ وہ جواد و سخی اور کریم تھے اور حلم کے پیکر۔ انھوں نے اپنے پیچھے بتیس فرزند چھوڑے اور ان کو عظیم الشان وصیت کی، جو محفوظ ہے۔ ❷

۴۸/۶۶۸

ابن کثیر اور ابن اثیر دونوں نے اس سال کی وفیات نہیں دیں۔ دونوں کا بیان انتہائی مختصر ہے اور تشنہ بھی۔ ❸

---

❶ البدایہ ۸/ ۳۰؛ الکامل ۳/ ۴۵۴؛ اسد الغابہ ۱/ ۲۴۸-۲۴۹؛ اصابہ-۳۰۴۶-۳۰۴۷

❷ البدایہ ۸/ ۳۱-۳۲؛ الکامل ۳/ ۴۵۶ میں کسی کی وفیات نہیں ہیں؛ اسد الغابہ ۳/- ۵/ ۲۶۰؛ اصابہ- ۷۱۹۶: جاہلیت میں ہی شراب حرام کر لی تھی۔ ❸ البدایہ ۸/ ۳۲: دوسطری بیان واقعات؛ الکامل ۳/ ۴۵۷: چھ سطری ذکر۔

۶۶۹/۴۹

حافظ ابن کثیر نے حضرت حسنؓ کی وفیات کے ذیل میں سب سے مفصل وفات کا ذکر لکھا ہے۔ جو ابن اثیر کی الکامل میں مختصر ہے۔ اور صرف ان ہی سبط رسول ﷺ کا بیان ہے۔

○ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب ہاشمیؓ۔

آپ کی ولادت نصف رمضان ۳/ مارچ ۶۲۵ کی ہے۔ اور سینتالیس سال کی عمر میں وفات پائی اور مدینہ میں مدفون ہوئے۔ حضرت سعید بن العاص امویؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ ان کے تمام فضائل ومناقب مع حدیث مذکورہ بالا کے ذکر کردئے ہیں۔ جس کا خلافتِ معاویہ کے حوالے سے خاص تعلق ہے۔ خلافت معاویہؓ ان کے خاص احوال ہیں: کوفہ کے بیت المال کا سارا مال، سالانہ عطایائے خلیفہ، بعض غزوات میں شریک اور پورے دور میں بھرپور تعاون۔ ❶

۶۷۰/۵۰

○ حضرت مدلاج بن عمرو سُلمی۔

صحابی جلیل تھے۔ تمام غزوات نبوی میں شریک رہے۔ لیکن میں نے ان کا ذکر صحابہ کرام کے تراجم میں نہیں پایا۔ (ابن کثیر ۸/ ۴۵-۴۶؛ اسد الغابہ ۴/ ۳۴۲؛ اصابہ- ۷۸۵۹ میں ان کا نام مدلج بھی لکھا ہے۔ وہ اپنے دونوں بھائیوں ثقف اور مالک کے ساتھ بدری صحابہ میں شامل تھے اور دوسرے مشاہد نبوی میں بھی۔ ان کا خاندان بنوغنم بن دودان/ اسد خزیمہ کی مانند حضرت معاویہؓ کے خاندانی بزرگ بنوعبد شمس کا حلیف تھا۔

○ ام المومنین حضرت صفیہ بنت حیی بنت اخطب رضی اللہ عنہا۔

نے اس سال خلافت میں وفات پائی۔ وہ حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان سے تھیں اور نکاح نبوی سے قبل خیبر میں اپنے خاندان کے ساتھ مقیم تھیں۔ غزوۂ خیبر کے بعد ۷/ ۶۲۹ میں رسول اکرم ﷺ نے ان سے شادی کی اور صہبا نامی مقام پر ولیمہ کیا۔ ان کے نکاح سے قبل ان کا بناؤ سنگھار حضرت ام سلیم بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے کیا تھا جو معرکہ میں شریک

❶ البدایہ ۸/ ۳۳-۴۵؛ الکامل ۳/ ۴۶۰؛ ذہبی ۱/ ۲۵ نیز اسد الغابہ واصابہ کے تراجم

تھیں۔وہ سیدات خواتین میں سے تھیں اور عبادت وتقویٰ میں ممتاز۔(ذھبی ۱/۲۶)

○ حضرت ام شریک انصاریہ رضی اللہ عنہا۔

ان کو عامریہ کہا جاتا ہے انھوں نے رسول اکرم ﷺ پر اپنا نفس ہبہ کیا تھا، مگر آپ ﷺ نے قبول نہیں کیا اور انھوں نے بھی زندگی بھر شادی نہ کی۔ان کا نام غزیہ تھا۔ابن جوزی کے بقول اس سال وفات پائی۔

○ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ۔

صحابی جلیل تھے اور اُحد کے بعد اسلام لائے اور ان کا اولین غزوہ بئر معونہ تھا۔وہ رسول اکرم ﷺ کے دربار نجاشی میں سفیر خاص تھے اور وہی حضرت ام حبیبہؓ سے نکاح نبوی کا پیغام لے کر گئے تھے، اور حبشہ میں مقیم تمام مسلمانوں/مہاجروں کو واپس لائے تھے۔ان کے بہت سے خصالِ محمودہ اور صفاتِ حسنہ تھے۔ ❶

○ حضرت جبیر بن مطعم بن عدی نوفلی قریشی۔

رسول اکرم ﷺ کے عمزاد تھے اور ان کے والد ہی نے آپ ﷺ کو سفرِ طائف کے بعد تین سال تک مکہ مکرمہ میں جوار دی تھی۔وہ غزوۂ خیبر کے سال اسلام لائے۔قریش کے سادات میں تھے اور انساب عرب کے عظیم ماہر۔ ❷

○ حضرت حکم بن عمرو بن مجدع غفاریؓ۔

بخاری کے نزدیک صحابی جلیل تھے۔خلافتِ معاویہ میں حضرت زیاد نے ان کو جبل الاشل کے غزوہ میں نائب سالار مقرر کیا تھا۔اموال غنائم میں سونے چاندی کی بیت المال کی تخصیص پر حضرت معاویہؓ کے نقطۂ نظر کے خلاف تھے، تاہم ان کے زمانے میں متعدد علاقوں بالخصوص خراسان کے گورنر رہے اور غزوات میں بھرپور حصہ لیا۔ ❸

---

❶ اسد ۴/۸۶-۸۷؛ اصابہ-۵۷۶۷ کے مطابق ان کی وفات ۵۹/۶۷۹ میں یا حضرت معاویہؓ کی وفات سے ذرا قبل ہوگئی تھی۔

❷ اسد الغابہ ۱/۲۷۱؛ اصابہ-۱۰۹۱ کے مطابق ان کی وفات کا سال ۵۷/۶۷۷ ہے۔

❸ (اسد الغابہ ۲/۳۶-۳۷؛ اصابہ-۱۷۸۴) خراسان کے باسی بن گئے تھے اور مرو میں وفات پائی۔وہ امیر زیاد کے زمانے میں امیر/نائب امیر بصرہ بھی رہے۔دارالامارۃ میں حضرت عمران بن حصین خزاعیؓ کا واقعہ ان سے مروی ہے۔(ابن سعد ۷/۲۸-۲۹)

○ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ۔

انتہائی خوبصورت صحابی جلیل تھے اور اسی بنا پر حضرت جبریل علیہ السلام اکثر ان کی صورت انسانی میں آتے تھے۔ وہ دربار قیصر روم میں سفیر نبوی رہے۔ قدیم مسلم تھے۔ لیکن بدر میں شریک نہیں تھے۔ بعد کے تمام غزواتِ نبوی میں شریک رہے۔ خلافتِ راشدہ میں یرموک وغیرہ میں شریک رہے۔ مغربی دمشق کے مقام مرہ میں سکونت پذیر رہے۔ ❶

○ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ عبشمی قرشیؓ۔

فتح مکہ میں اسلام لائے اور کہا گیا ہے کہ موتہ میں شریک تھے۔ خلافتِ راشدہ میں کارنامے انجام دیئے اور خلافتِ معاویہ میں خراسان، سجستان اور کابل کے غزوات میں شریک رہے اور امیر و سالار اور والی رہے۔ بصرہ میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ ان کے فرزند گرامی متعدد تھے۔ ❷

○ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ۔

طائف کی فتح / غزوہ کے بعد اسلام لائے۔ ان کے بھائی بھی صحابی جلیل تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو طائف کا والی مقرر کیا تھا اور خلافتِ شیخین میں وہ امیر غزوات رہے تھے اور والی / گورنر بھی اور بہت طویل مدت تک وہ ان کے امیر و امام رہے۔ ابن سعد (۷/۴۰) میں بہت مختصر ذکر ہے لیکن دوسرے مآخذ میں کافی مفصل ہے۔ ❸

○ حضرت عقیل بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ۔

حضرت علیؓ کے بڑے بھائی تھے، حدیبیہ سے قبل اسلام لائے اور موتہ میں شریک

---

❶ اسد ۱/۱۳۰؛ اصابہ-۲۳۹۰

❷ ذہبی ۱/۲۶؛ الامیر الذی افتتح سجستان وغیرھا." ؛ اسد ۳/ ۲۹۷ وما بعد؛ اصابہ- ۵۱۳۵: حضرت عبداللہ بن عامر امیر بصرہ کے مقررہ امیر جیش تھے اور خلافت عثمانی میں ۳۳/ میں سجستان فتح کیا۔ خلافت معاویہ میں عامل سجستان وغیرہ ہوئے تھے۔

❸ اسد الغابہ ۳/۳۷۳-۳۷۴؛ اصابہ ۵۴۴۳: خلافت شیخین میں وہ طائف کے گورنر رہے، پھر عمان و بحرین کے والی بنے۔ بحرین میں ان کے برادران کے نائب والی تھے۔ مشرقی محاذ کے سالانہ غزوات کے امیر رہے اور یہ سلسلہ خلافتِ معاویہؓ تک جاری رہا۔

رہے۔ وہ قریش کے انساب کے ماہر تھے۔ حضرت معاویہؓ کے حامی اور قصاصِ عثمانؓ کے معاملہ میں اپنے بھائی حضرت علیؓ کے خلاف تھے۔ ❶

○ حضرت عمرو بن الحمق بن الکاہن خزاعی رضی اللہ عنہ۔

فتح مکہ سے قبل اسلام قبول کیا اور ہجرت کی۔ حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے کے ارادے سے داخل ہونے والے چار اشخاص میں سے ایک تھے۔ حضرت علیؓ کے شیعہ بن کر جمل وصفین میں شریک ہوئے، حضرت معاویہؓ کی قصاص عثمانؓ کی تحریک سے گھبرا کر ایک غار میں چھپ گئے جہاں سانپ کے کاٹنے سے وفات ہوگئی۔

○ حضرت کعب بن مالک الانصاری السلمی رضی اللہ عنہ۔

شاعرِ اسلام و شاعرِ نبوی تھے۔ قدیم مکی دور کے مسلم تھے۔ عقبی تھے مگر بدر میں شریک نہیں ہو سکے۔ غزوۂ تبوک میں ان تین پیچھے رہ جانے والوں میں سے ایک تھے جن کی توبہ قبول کی گئی۔ ❷

○ حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ۔

دھاۃ العرب میں سے ایک تھے۔ سال خندق میں اسلام لائے اور حدیبیہ میں شریک تھے۔ غزوات و سرایائے نبوی میں شریک و امیر رہے۔ خلافت صدیقی میں عاملِ بحرین تھے اور یمامہ میں ایک افسر، خلافت فاروقی میں یرموک کے سالار تھے۔ متعدد فتوحات کے امیر و سالار رہے۔ والی بصرہ و کوفہ بھی رہے۔ خلافتِ عثمانی میں مناصب امارت پر فائز رہے۔ حضرت معاویہؓ نے ان کو تاحیات کوفہ کا والی بنائے رکھا۔ رمضان میں بعمر ستر سال وفات پائی۔ ❸

○ ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث خزاعی مصطلقی رضی اللہ عنہا۔

غزوہ مریسیع کے بعد نکاح نبوی میں آئیں۔ ان سے شادی اور آزادی کے سبب غزوہ

---

❶ اسد الغابہ ۳/۴۲۲ و ما بعد؛ اصابہ-۵۶۳۰: حضرت معاویہؓ کے دربار سے وابستہ تھے اور ان سے عطایا لیتے تھے، بخاری کے مطابق اول خلافتِ یزید میں وفات پائی۔ غالباً اس دور کے فتوحات میں بھی شریک رہے تھے۔

❷ ذہبی ۱/۲۶؛ اسد ۴/۲۴۷؛ اصابہ ۷۴۳۵: حضرت معاویہؓ ان کا اکرام کرتے اور عطایا دیتے تھے۔

❸ ذہبی ۱/۲۶؛ اسد الغابہ ۴/۴۰۶ و ما بعد؛ اصابہ-۸۱۸۱: فتوحاتِ شام میں شریک و امیر رہے۔ خلافتِ فاروقی میں اولین دیوان بصرہ کے بانی تھے۔

میں گرفتار تمام مصطلقی قیدیوں کو آزاد کر دیا گیا اور وہ بقول حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عظیم ترین خیر و برکت والی خاتون اسلام بن گئیں۔ ان کا پرانا نام برہ تھا۔ وہ انتہائی حسین خاتون اور شیریں زبان تھیں۔ ❶

ابن اثیر، الکامل ۳/ ۴۶۱-۴۷۱ میں حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی اور حضرت حکم بن عمرو غفاری کی وفات کا ذکر عام بیانیہ میں کیا ہے اور آخر میں اس سال کے متعدد حوادث کے تحت بعض دوسرے صحابہ کی وفات کا بھی اسی سال ذکر کیا ہے وہ حسب ذیل ہے۔ دوسرے صحابہ کرام میں حضرت صفیہ کے علاوہ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی، عبدالرحمٰن بن سمرہ عبشمی اور حضرت مدلاج بن عمرو سلمی شامل ہیں۔ موخر الذکر کے بارے میں ان کی تصریحِ مزید ہے کہ وہ تمام مشاہد نبوی میں شریک رہے۔)

○ حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ۔

عشرہ مبشرہ میں تھے۔ عتیق نامی مقام پر وفات پائی اور وہاں سے ان کو لا کر مدینہ میں دفن کیا گیا۔ ان کی عمر چوہتر سال تھی۔ وہ خلافتِ فاروقی وعثمانی میں امیر کوفہ رہے اور عہد نبوی میں امیر و والی رہے تھے۔ عظیم ترین صحابہ میں ان کا شمار ہے۔ شہادت عثمانؓ کے بعد فتنہ سے الگ رہے اور خلافت معاویہ میں بھی عزلت گزیں رہے۔ ❷

○ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔

اصل نام عبداللہ بن قیس تھا۔ وہ مکہ کے قدیم ترین مسلمانوں میں ہیں لیکن ان کا ذکر اس طرح نہیں ملتا۔ نبوی دور میں وہ زبید وغیرہ کے عامل و امیر رہے، خلافت فاروقی میں عامل بصرہ، امیر جیش، فاتح نفیس تھے اور خلافت عثمانی میں والی بصرہ تھے۔ ❸

---

❶ ابن کثیر البدایہ ۸/ ۴۵-۴۹ نے امام ابن الجوزی کی المنتظم کے حوالے سے ان صحابہ کی وفیات کا ذکر کیا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت حسان شاعر رسول ﷺ بھی اس فہرست میں شامل تھے مگر حافظ موصوف نے ان کی وفات کا ذکر اس سال نہیں کیا کیونکہ ان کے خیال میں ان کی وفات ۵۴/ ۶۷۴ میں ہوئی تھی۔

❷ اسد ۱/ ۲۹۰ و مابعد؛ اصابہ ۳۱۹۴/ ۳۲۱۳: دوجگہ ذکر خیر ہے۔

❸ ذہبی ۱/ ۲۵: واسمه عبدالله بن قيس اليمنى فى سنة اربع و اربعين .... ومناقبه جمة."؛ اصابہ-۴۸۹۹ نیز اسد الغابہ۔

مشاجرات کے زمانہ میں حضرت علیؓ کے وہ امیر تھے اور حکمین میں سے ایک۔ان کے دوسرے بہت سے فضائل ومناقب ہیں۔۔

○ حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ۔

آپ کی مختلف کنیتوں میں سے ابوعبدالرحمٰن مشہورترین ہے۔حدیبیہ میں شریک تھے اور اصحاب بیعت رضوان میں بھی۔مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ان کی تاریخ وفات میں اور مقام وفات میں بھی بہت اختلاف ہے۔ایک خیال ہے کہ ۷۸/ ۶۹۷ میں وفات پائی جو خلافتِ عبدالملک کا زمانہ ہے۔بہرحال عہد نبوی میں فتح مکہ کے دن وہ جہینہ کے دستے کے علمبردار وامیر تھے۔ان کی بعد کی زندگی کے بارے میں معلومات بالکل نہیں ملتیں۔ ❶

۶۷۲/۵۲

○ حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل کے واقعہ پر دونوں وقائع و وفیات نگاروں نے اس برس کے واقعات میں سب سے پہلے لکھا ہے اور پورا واقعہ بہت مفصل ہے: اس کے خاص نکات یہ ہیں:

○ حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کوفہ کے شیعان علی کے سردار تھے، امراءِ کوفہ کے خطبات میں دخل دیا کرتے تھے۔خلافتِ اموی کے دشمن تھے اور لوگوں سے ساز باز کیا کرتے تھے۔اسی بنا پر ان کا قتل ہوا جو بقول حضرت عائشہ صدیقہ حکم معاویہؓ سے ٹالا جا سکتا تھا۔ ❷

○ حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ۔

سورہ مائدہ کے نزول کے بعد رمضان ۱۰/ دسمبر ۶۳۰ میں اسلام لائے۔وہ یمن (حضر موت) کے اقیال وملوک میں سے تھے اور صاحب جلال وجبروت بھی۔رسول اکرم ﷺ نے ان کا بہت اکرام کیا۔دوس کے صنم کدہ ذوالخلصہ کی سرکوبی کے سریہ کے امیر بھی تھے۔ذہبی ۲۶/۱ نے سال وفات ۵۱ بتایا ہے اور یہی ابن اثیر میں ہے۔ ❸

---

❶ اسد الغابہ ۱/ ۲۲۸؛ اصابہ ۲۸۹۵)

❷ اسد ۱/ ۳۸۵؛ اصابہ-۱۶۲۹ ❸ اسد الغابہ ۱/ ۲۷۹؛ اصابہ-۱۱۳۶

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں عامل تھے اور ہمدان کے گورنر۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جزیرہ میں عزلت گزیں ہوگئے اور اپنی وفات تک سراۃ میں ہی مقیم رہے۔ بعد میں انھوں نے سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔

○ حضرت جعفر بن ابی سفیان بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ۔

فتح مکہ کے دن اپنے والد مکرم کے ساتھ مسلمان ہوئے اور حنین میں شریک رہے اور ثابت قدم بھی۔ وہ رسول اکرم ﷺ کی ہجو جاہلیت میں کیا کرتے تھے اور اچھے شاعر تھے۔ بعد کی زندگی کے بارے میں معلومات صفر ہیں۔ ❶

○ حضرت حارثہ بن نعمان نجاری خزرجی رضی اللہ عنہ۔

بدری تھے اور تمام مشاہد نبوی میں شریک رہے۔ وہ فضلاء صحابہ میں سے تھے عہد نبوی میں ہی نابینا ہوگئے تھے۔ بعد کی زندگی کی تفصیلات سے تذکرے خالی ہیں۔ وہ بہت مالدار تھے اور متعدد مکانات کے مالک۔ ❷

○ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی قرشی رضی اللہ عنہ۔

عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور قدیم ترین مسلمانوں میں۔ وہ حضرت عمر فاروقؓ کے بہنوئی تھے کہ ان کی بہن حضرت فاطمہ ان سے منسوب تھیں اور ان کے برادر نسبتی بھی تھے کہ حضرت سعید کی بہن حضرت عمر کے حبالۂ نکاح میں تھیں۔ وہ سادات صحابہ میں شامل تھے۔ وہ بدری تھے رسول اکرم ﷺ نے ان کو اس موقعہ پر طلیعہ کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ وفات کے وقت وہ پچھتر سال کے تھے۔ حضرت مروانؓ امیر مدینہ نے ان کے حق میں ایک مقدمہ کا فیصلہ کیا تھا۔ ❸

○ حضرت عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ۔

صحابی جلیل تھے، عقبی تھے، لیکن بدر میں شریک نہ تھے۔ بعد کے مشاہد نبوی میں شریک

---

❶ اسد الغابہ ۱/ ۲۸۶؛ اصابہ-۱۱۶۵

❷ اسد الغابہ ۱/ ۳۵۸؛ اصابہ-۱۵۳۲: رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ان میں سے متعدد مکانات ہدیہ کئے تھے۔

❸ ذہبی ۱/ ۲۶؛ اسد الغابہ ۲/ ۳۰۶-۳۰۷؛ اصابہ-۳۲۶۱: وہ یرموک کے غزوہ و فتح میں شریک تھے اور دمشق کے محاصرہ میں بھی۔ حضرت مروانؓ نے صرف ان کی صدیقیت کی بنا پر ان کی بات مان لی تھی اور گواہی/ شہادت طلب نہیں کی تھی کہ وہ جھوٹ بول ہی نہیں سکتے تھے۔

رہے، قدیم مکی دور میں وہ اسلام لانے کے بعد انصار- اوس وخزرج- کے اصنام توڑا کرتے تھے۔ وہ عرینہ کے خلاف جانے والی مہم کے امیر رہے تھے، رسول اکرم ﷺ نے ان کو اپنی انگوٹھی (مخصرہ) عطا فرمائی تھی جو ان کے ساتھ دفن کی گئی۔ ❶

○ حضرت ابوبکرہ نقیع بن حارث ثقفیؓ۔

صحابی جلیل اور کبیر القدر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام مسروح تھا۔ وہ حضرت زیاد بن ابی سفیان اموی کے ماں جائے تھے کہ ان کی ماں سمیہ مشترک تھیں۔ وہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے عزیز ودوست تھے، خلافت معاویہ میں انھوں نے حضرت بسر بن ابی ارطاۃ کی مہم جوئی کے خلاف قیدیوں اور گرفتاروں کی سفارش کی تھی جو قبول کی گئی۔ ❷

○ ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث ہلالی رضی اللہ عنہا۔

ان سے رسول اکرم ﷺ نے سنہ ۷/ ۶۲۹ کے عمرۃ القضاء میں مکہ مکرمہ میں شادی کی۔ ان کی ایک بہن حضرت ام الفضل لبابہ بنت حارث رسول اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباس کی بیوی تھیں اور حضرت ابن عباس ان کے بھانجے تھے۔ ان کا نام بھی برہ بتایا جاتا ہے جسے رسول اکرم ﷺ نے بدل دیا تھا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع سرف نامی مقام پر وفات پائی جہاں ان کی شب زفاف منائی گئی تھی، وہیں مدفون ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ❸

الکامل میں حضرات عمران بن حصین خزاعی، ابوایوب انصاری اور حضرت کعب بن عجرہ کی وفات کا حوالہ صرف عدۃ حوادث میں دیا ہے۔ ابن کثیر نے باقاعدہ وفیات صحابہ

---

❶ اسد الغابہ ۳/ ۱۱۹-۱۲۰: اصابہ-۴۵۵۰: ان کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ ابن اثیر نے ۴۷/ ۶۷ لکھا ہے۔

❷ ابن اثیر نے ان کا نام نفیع بتایا ہے: اسد الغابہ ۵/ ۳۸؛ اصابہ ۸۷۹۵؛ ابن سعد ۷/ ۱۵-۱۶

❸ البدایہ ۸/ ۴۹-۵۸ بحوالہ المنتظم؛ ابن اثیر، الکامل ۳/ ۴۷۲-۴۹۰ نے حضرت حجر بن عدی کے علاوہ صرف حضرت جریر بن عبداللہ، حضرت سعید بن زید، حضرت ابوبکرہ، اور حضرت میمونہ کی وفات کا ذکر کیا ہے۔ ذہبی ۱/ ۲۶ نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی؛ حضرت سعید بن زید عدوی، عثمان بن ابی العاص ثقفی، ام المومنین حضرت میمونہ کا ذکر کیا ہے۔

لکھی ہیں، جوحسب ذیل ہیں:

○ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔

نام خالد بن زید کلیب نجاری خزرجی تھا۔ وہ عقبی و بدری تھے اور تمام مشاہد نبوی کے شریک۔ وہ ہجرت نبوی کے بعد رسول اکرم ﷺ کے میزبان بھی رہے تھے۔ سات آٹھ ماہ تک حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مناقب وفضائل میں روایات میزبانی وغیرہ کا ذکر زیادہ ملتا ہے مگر خلافت میں ان کے مناصب کا بہت کم۔ البتہ اس سال کے غزوہ روم میں، جو یزید بن معاویہ کی کمان میں ہوا، وہ شریک تھے اور اپنی وفات کے وقت جناب یزید کو اپنا وصی بنایا اور قسطنطنیہ کے قریب وفات پائی تو فصیل شہر کے نیچے مدفون ہوئے۔ ان کی نماز جنازہ یزید ہی نے پڑھائی۔ ابن کثیر نے امام احمد اور واقدی وغیرہ کے حوالے سے اس غزوہ اور اس میں ان کی وفات کی بہت روایات دی ہیں۔

○ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔

اصل نام عبداللہ بن قیس تھا۔ انھوں نے اپنے علاقے میں اسلام قبول کی اور حضرت جعفر بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء حبشہ کے ساتھ خیبر کے سال خدمت نبوی میں حاضری دی اور مدینہ آئے۔ یہ عام خیال مورخین ومحدثین ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا ابتدائی دور نبوی میں مکہ مکرمہ آکر اسلام قبول کرنے کا واقعہ ملتا ہے۔ عہد نبوی میں حضرت معاذ بن جبل خزرجیؓ کے ساتھ وہ یمن کے والی و عامل رہے اور خلافت فاروقی میں بصرہ کے گورنر بنے اور اسی فوجی کیمپ سے انھوں نے مشرقی علاقوں جیسے تستر وغیرہ کو فتح کیا۔ عہد عثمانی میں وہ کوفہ کے والی بنے اور حضرات علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما کے معاملہ میں وہ حضرت علیؓ کی طرف سے حکم تھے۔ وہ فضلاء وقراء صحابہ میں تھے اور صاحب فضائل ومناقب۔ واقعہ تحکیم کے بعد وہ کوفہ کے قریب ثوبہ نامی مقام پر عزلت گزیں ہو گئے تھے اور وہیں وفات پائی۔ ان کا ذکر خیر اوپر گزر چکا ہے۔

○ حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ۔

رونے والوں (بکائین) میں سے ایک تھے اور بصرہ میں بھیجنے والے دس فقہاء وعلماء

صحابہ میں سے ایک تھے جو تعلیم و تربیت کے لئے بھیجے گئے تھے۔ وہ فتح تستر میں سب سے اول داخل ہونے والے تھے، بیعت رضوان میں شریک تھے۔ ❶

○ حضرت عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابوہریرہ دوسیؓ کے ساتھ خیبر کے سال اسلام لائے اور غزوات میں شریک رہے۔ وہ سادات صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عامرؓ کی امارت بصرہ میں وہ قاضی شہر رہے۔ اور وہیں اپنی وفات تک سکونت پذیر رہے۔ خلافت راشدہ میں حضرت عمرؓ نے ان کو بصرہ کے لوگوں کو فقہ سکھانے بھیجا تھا۔ ❷

○ حضرت کعب بن عجرہ انصاری رضی اللہ عنہ۔

صحابی جلیل تھے جن کے بارے میں حج کے دوران آیت فدیہ نازل ہوئی تھی، عمرہ حدیبیہ میں جوئیں مارنے کی حدیث کے راوی اور بحالت احرام کے مسائل بیان کرنے والے ہیں۔ وفات در مدینہ بعمر ۷۷/۷۵ سال۔ ❸

○ حضرت معاویہ بن خدیج کندی خولانی مصری رضی اللہ عنہ۔

اکثر علماء کے قول میں صحابی ہیں۔ فتح مصر میں شریک رہے تھے اور فتح اسکندریہ کی خبر حضرت عمرؓ کو پہونچانے والے سفیر بھی تھے۔ بربر سے غزوات کے دوران وہ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامریؓ کے ساتھ شریک سالار تھے۔ بلاد مغرب میں وہ بہت سی مہمات کے سالار رہے، خلافت علیؓ کے دوران وہ مصر میں عثمانی تھے اور حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی۔ حضرت معاویہؓ نے مصر کی فتح دوم کے بعد حضرت عمرو بن العاص اور ان کے فرزند حضرت عبداللہ کا جانشین والی مصر مقرر کیا۔ وہ مصر ہی میں اپنی وفات تک مقیم رہے۔ ❹

---

❶ اصابہ-۴۹۷۳ نے ان کی تاریخ وفات ۵۹/ ۶۶۹ دی ہے اور دوسری تاریخیں بھی ہیں، ابن سعد ۷/۱۳-۱۴

❷ ذہبی ۱/ ۲۷: "... من فضلاء الصحابة، و ولي قضاء البصرة و كان بعثه عمر اليها ليفقههم ...." اسد الغابہ ۴/ ۱۳۷؛ اصابہ-۶۰۱۲: وہ مجاب الدعوات تھے اور فتنہ سے محترز رہے۔

❸ اسد ۴/۲۴۳؛ اصابہ-۷۴۲۱: اصلاً بلوی تھے، بنوسالم/خزرج کے حلیف تھے، بیعت رضوان میں شریک تھے۔

❹ ذہبی ۱/ ۲۷: "وله صحبة.."؛ اسد ۴/۳۸۳؛ اصابہ-۸۰۶۴: خلافتِ راشدہ سے خلافت معاویہؓ تک کارفرما ہے۔

○ حضرت ہانی بن نیار ابو بردہ بلوی رضی اللہ عنہ۔

عقبی، بدری اور تمام مشاہد کے شریک تھے۔ان کی وفات کا ذکر اس سن میں کیا ہے۔ ❶

۵۳/۶۷۳

○ حضرت ربیع بن زیاد حارثی رضی اللہ عنہ۔

خراسان پر حضرت زیاد کے نائب/ گورنر تھے۔حضرت حجر بن عدی کندی کی شہادت کی خبر سن کر وفات پا گئے، اور ان کے فرزندان کے جانشین بنے جن کو زیاد نے برقرار رکھا جو دو ماہ بعد فوت ہو گئے اور ان کے جانشین خلید بن عبداللہ حنفی ہوئے اور ان کی گورنری خراسان زیاد نے بحال رکھی اور حضرت معاویہؓ نے بھی ان کو برقرار رکھا۔ ❷

○ حضرت رویفع بن ثابت خزرجی رضی اللہ عنہ۔

صحابی جلیل تھے اور فتح مصر میں شریک۔ بلاد مغرب کی فتوحات میں ان کے بہت سے کارنامے ہیں۔وہ حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری رضی اللہ عنہ کے نائب کی حیثیت سے برقہ کے والی تھے اور وہیں وفات پائی۔ ❸

○ حضرت زیاد بن ابی سفیان امویؒ۔

اگر چہ صحابی نہ تھے تاہم عظیم تابعی اور عظیم ترین گورنر کوفہ۔ بصری تھے۔ان کی وفات پر طویل خاکہ لکھا گیا ہے۔ابن سعد نے ان کو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا کاتب اور حضرت عمرؓ کا راوی بتایا ہے۔ ❹

---

❶ ابن کثیر، البدایہ ۸/ ۵۸-۶۱ بحوالہ المنتظم ابن جوزی: الکامل ۳/ ۴۹۲ نے صرف تین صحابہ حضرات عمران، ابو ایوب اور کعب بن عجرہ کی وفات کا صرف حوالہ دیا ہے: عدۃ حوادث کے ذکر میں: اسد ۵۲

❷ اسد ۲/ ۱۶۴؛ اصابہ-۲۵۷۷: خلافت فاروقی میں مناذر کی فتح ۱۷/ ۶۳۸ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نائب سالار رہے۔خلافت معاویہ میں بجستان کے فاتح بھی تھے اور امیر بھی، خراسان کی گورنری پر زیاد نے مقرر کیا تھا، بلخ کے فاتح تھے اور عظیم سالار بھی۔

❸ اسد ۲/ ۱۹۱؛ اصابہ-۲۶۹۹: اہل مصر میں شمار تھا۔ ۴۶/ ۴۷ میں افریقیہ کی فتوحات کے سالار رہے۔طرابلس کے امیر تھے اور افریقیہ کے اسی شہر سے غزوات وفتوحات پر جاتے تھے۔

❹ ذہبی ۱/ ۲۷ نے عام روایتی انداز میں زیاد بن ابیہ بھی لکھا ہے اگرچہ ان کی عقل ورائے اور شجاعت وفصاحت اور دہاء کی تعریف کی ہے۔ابن سعد ۷/ ۹۹-۱۰۰ "زیاد بن ابی سفیان بن حرب" کے نام سے خاکہ ہے: وہ قراء وفقہاء میں سے نہ تھے، مگر معروف تھے اور راوی بھی تھے۔

○ حضرت صعصعہ بن ناجیہ مجاشعی دارمی رضی اللہ عنہ۔

عظیم صحابی تھے اور جاہلیت اور اسلام دونوں میں عظیم تر سید تھے۔ (اسد ۳/۲۱؛ اصابہ-۴۰۶۸) مشہور شاعر فرزدق کے جد تھے اور مشہور صحابی اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کے ابن عم تھے۔ بنوتمیم کے اشراف وسادات میں تھے۔ جاہلیت میں زندہ درگور کی جانے والی بچیوں کو فدیہ دے کر بچاتے تھے۔ ساکن بصرہ تھے۔

○ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فرزند اکبر تھے۔ خلافتِ راشدہ میں جنگ یمامہ میں شریک تھے، ❶ تیمی قریشی تھے۔ خلافت فاروقی میں شامی محاذ پر بھی تھے۔ بیعت یزید اور ولیعہدی یزید کے مخالف تھے۔ اور مکہ جا کر بس گئے تھے جہاں اچانک وفات ہوئی۔

○ حضرت فیروز الدیلمی رضی اللہ عنہ۔

صحابی تھے اور صنعاء کے والی معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔ عہد نبوی میں اسود عنسی کے یہی قاتل تھے۔ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے خواہر زادے تھے۔ ویسے ابناء فارس میں تھے۔ وفد میں حاضر خدمت ہوئے تھے۔ ❷

○ حضرت عمرو بن حزم الانصاری رضی اللہ عنہ۔

بنونجار/خزرج کے صحابی جلیل تھے اور ان کا اولین غزوہ خندق تھا۔ ۱۷ سال کی عمر میں نجران کے عامل نبوی بنے۔ ان کے پاس کتاب فرائض کا خاص نسخہ نبوی تھا۔ ردہ جنگوں اور فتوحات میں شریک رہے۔ بیعت یزید کے مخالف تھے۔ ❸

○ حضرت فضالہ بن عبید انصاری رضی اللہ عنہ۔

حضرت معاویہ کے قاضی دمشق تھے اور وہیں وفات پائی۔ وہ احد میں اور اس کے بعد کے مشاہد میں شریک رہے تھے۔ بیعت رضوان میں بھی شریک تھے۔ فتوحاتِ مصر وشام میں

---

❶ ذہبی ۱/۲۷: "... وكان شجاعا راميا." اسد ۳/۳۰۴-۳۰۶؛)

❷ اسد ۴/۱۸۶؛ اصابہ-۷۰۱۲ ❸ اسد ۴/۹۸؛ اصابہ-۵۸۲۱

شریک رہے۔ حضرت معاویہ کے دور میں امیر البحر بھی تھے اور غزوات کے سالار بھی بنے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے ہی ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔ دمشق میں مدفون ہیں۔ ❶

۶۷۴/۵۴

○ حضرت اسامہ بن زید کلبی رضی اللہ عنہ۔

مولائے نبوی اور مولیٰ زادہ نبوی تھے۔ نبوی والی تھے اور امیر سریۂ فلسطین خلافت صدیقی میں۔ ❷

○ حضرت ثوبان بن مجدد رضی اللہ عنہ۔

رسول اکرم ﷺ کے مولیٰ تھے اور سفر و حضر میں ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے، وفات نبوی کے بعد رملہ میں مقیم ہوئے پھر حمص منتقل ہو گئے اور وہیں مکان بنا کر سکونت اختیار کر لی اور وہیں وفات پائی۔ ❸

○ حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ۔

آپ کا نام حارث بن ربعی تھا۔ سلمی مدنی تھے اور اسلام کے عظیم شہسوار۔ غزوہ احد اور اس کے بعد سے تمام مشاہد نبوی میں شریک رہے۔ بوقت وفات عمر ستر سال تھی اور ابن اثیر کے بقول بدری تھے اور حضرت علیؓ کے ساتھ تمام حروب میں شریک رہے تھے۔ ذہبی نے ان کو فارس رسول اللہ ﷺ اور کبار الصحابۃ میں سے کہا ہے۔ (۱/ ۲۸) ❹

---

❶ البدایہ ۸/ ۶۱-۶۵: الکامل ۳/ ۴۹۳-۴۹۶ نے موخر الذکر چار کا ذکر کیا ہے اور زیادہ حضرت ربیع کا۔ ذہبی ۱/ ۲۷ نے سنہ ۵۲ وفات بتایا ہے۔ ان کے علاوہ حضرت عمرو بن حزم، ابوبکرہ ثقفی کا بھی ذکر کیا ہے، اسد الغابہ ۴/ ۱۸۲؛ اصابہ۔ ۶۹۹۴

❷ ذہبی ۱/ ۲۷-۲۸؛ اسد ۱/ ۶۴-۶۶؛ اصابہ۔ ۸۹: حضرت عمرؓ نے ان کی عطاء اپنے فرزند ابن عمر سے زیادہ رکھی تھی، حضرت علیؓ کی بیعت نہیں کی اور نہ ان کی جنگوں میں شریک ہوئے۔ حضرت مروانؒ سے ان کی بحث کا ایک خاص ذکر ملتا ہے۔

❸ ذہبی ۱/ ۲۸: "... وكان من علماء الصحابة." ؛ اسد ۱/ ۲۴۹؛ اصابہ ۹۶۷: رملہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ فتح مصر میں شریک رہے تھے۔

❹ اسد ۱/ ۲۲۷؛ اصابہ۔ ۱۴۰۴؛ ۵/ ۴/ ۲۷۴: ابوقتادہ کے تحت ان کے فرزند عبداللہ کے حضرت معاویہ کے امیر صوائف ہونے کا ذکر ہے۔

○ حضرت حکیم بن حزام اسدی قریشی رضی اللہ عنہ۔

رسول اکرم ﷺ کے صدیق اور شریک تجارت اور حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ دوران جاہلیت بھی رسول اکرم ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے۔ وہ سادات قریش اور سادات مسلمین میں تھے۔ انتہائی جواد کریم سخی اور تحنث وتبرر کے ماہر۔ ماہر انساب قریش بھی تھے۔ طویل زندگی پائی۔ ساٹھ سال جاہلی دور میں اور ساٹھ سال اسلام میں۔ حضرت معاویہؓ کے ہاتھ دارالندوۃ ایک لاکھ درہم میں بیچ دیا تھا۔ ❶

○ حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ عامری رضی اللہ عنہ۔

صحابی جلیل تھے۔ فتح مکہ میں اسلام لائے اور لمبی عمر پائی۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں انصاب حرم کی تجدید کی۔ غزوۂ حنین میں اسلامی لشکر کی مدد کے لئے چالیس ہزار درہم قرض دئے۔ بعد میں مدینہ آکر بس گئے۔ حضرت مروانؓ کی امارت مدینہ کے زمانے میں حضرات حویطب، حکیم بن حزام اور مخرمہ بن نوفل نے امیر سے ملاقات کی۔ حضرت حویطبؓ نے حضرت عثمانؓ کی تدفین میں حصہ لیا تھا۔ حضرت معاویہؓ نے ان کا مکی مکان چالیس ہزار دینار کی گراں قیمت پر خرید لیا تھا۔ ایک سو بیس سال کی عمر میں شام میں وفات پائی۔ ❷

○ حضرت معبد بن یربوع مخزومی رضی اللہ عنہ۔

آپ نے فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا تھا اور حنین میں شریک ہوئے تھے۔ انصاب حرم کی تجدید میں حضرت عمر فاروقؓ نے ان کو بھی بعض ماہرین کے ساتھ شامل کیا تھا۔ مدینہ میں وفات پائی۔ ابن اثیر نے ان کا نام سعید بن یربوع بن عنکثہ بتایا ہے اور وفات کے وقت عمر ایک سو چوبیس سال بتائی ہے۔ ❸

○ حضرت مرہ بن شراحیل ہمدانی رضی اللہ عنہ۔

بہت عابد وزاہد تھے، ہر رات دن میں ایک ہزار رکعات ادا کرتے تھے۔ ❹

---

❶ ذہبی ۱/ ۲۸: "... کان جوادا شریفا."؛ اسد ۲/ ۴۰؛ اصابہ۔ ۱۸۰۰: خلافتِ اسلامی میں ان کی سوانح مفقود ہے۔
❷ اسد ۲/ ۶۷؛ اصابہ-۱۸۸۲: رسول اکرم ﷺ کے ساتھ حنین وغیرہ کے مشاہد میں شریک تھے۔
❸ اسد ۴/؛ اصابہ-دونوں میں ان کا ذکر خیر نہیں مل سکا۔ ❹ اسد ۴/؛ اصابہ۔ میں ذکر نہیں ہے۔

○ حضرت نعیمان بن عمرو بن رفاعہ بن حرر رضی اللہ عنہ۔

بدری تھے اور تمام غزوات نبوی کے شریک، شراب کے رسیا تھے مار کھاتے تھے مگر رسول اکرم ﷺ اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے تھے، اسی بنا پر رسول ﷺ نے ان پر لعنت کرنے سے روکا تھا۔ ❶

○ ام المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہ۔

رسول اکرم ﷺ کے حبالۂ نکاح میں حضرت خدیجہؓ کے بعد آئیں۔ قدیم مکی دور کی مسلمہ اور مہاجرہ حبشہ بھی تھیں۔ حضرت سکران بن عمرو جو حضرت سہیل بن عمرو کے بھائی تھے کی زوجہ رہی تھیں۔ بہت عابد و زاہد اور صاحبۂ کمالات تھیں۔ ابن الجوزی نے ان کی وفات کا سال یہی دیا ہے۔ مشہور روایت خلافت فاروقی میں وفات پانے کی ہے۔ ❷

○ حضرت مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ۔

آپ کا ذکر ابن اثیر نے کیا ہے کہ وہ اس سال میں فوت ہوئے بعمر ایک سو پندرہ سال اور فتح مکہ کے مسلمان تھے۔ ان کا اوپر بھی ذکر آ چکا ہے۔

○ حضرت عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ۔

آپ کی وفات کا بھی اسی سال ذکر ابن اثیر نے کیا ہے۔ پہلے ذکر گزر چکا ہے۔

○ حضرت زید بن شجرہ رہاوی رضی اللہ عنہ۔

نے اسی سال بقول ابن اثیر غزوہ میں شہادت پائی۔ مزید بحث مناصب میں ہے۔ ❸

۶۷۵/۵۵

○ حضرت ارقم بن ابی ارقم مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

قدیم صحابی تھے اور کہا جاتا ہے کہ ساتویں مکی مسلمان تھے۔ ان ہی کا گھر۔ دار ارقم۔

---

❶ اسد ۵/ ۳۶-۳۷؛ اصابہ۔ ۸۷۹۰

❷ اسد ۵/ ۴۸۴ و مابعد؛ اصابہ۔ ترجمہ حضرت سودہ

❸ البدایہ ۸/ ۶۷-۷۰؛ الکامل ۳/ ۵۰۰ نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کیا ہے۔

مسلمانوں کا ملجاو ماوی اور رسول اکرم ﷺ کا مرکز و مدرسہ تھا۔ وہ بدر اور تمام غزوات نبوی میں شریک تھے۔ مدینہ میں پچاسی سال کی عمر میں وفات پائی اور ان کی وصیت کے مطابق حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ❶

○ حضرت سعد بن ابی وقاص زہری رضی اللہ عنہ۔

صحابی جلیل، عشرہ مبشرہ میں سے ایک اور اصحاب شوریٰ میں شامل تھے، بدری تھے اور تمام غزوات نبوی کے شریک۔ رسول اکرم ﷺ کے امراء میں عظیم ترین شہسوار اور شجاع سالار تھے۔ خلافت صدیقی میں اکرام واعزاز والے رہے اور خلافت فاروقی میں بھی، وہ والی کوفہ، فاتح قادسیہ و مدائن وغیرہ تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی والی کوفہ رہے۔ مشاجرات کے زمانے میں وہ عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ ان کے فضائل ومناقب پر ابن کثیر نے بہت مفصل لکھا ہے۔ عزلت نشینی ہی میں عقیق نامی مقام پر وفات پائی اور مدینہ میں مدفون ہوئے۔ مہاجرین میں وہ سب کے بعد وفات پانے والے صحابی تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر اسّی سال سے متجاوز تھی۔ ❷

○ حضرت فضالہ بن عبید اوسی انصاری رضی اللہ عنہ۔

آپ کا اولین غزوہ احد تھا۔ وہ بیعت رضوان میں بھی شریک تھے اور دوسرے غزوات میں بھی۔ خلافت معاویہ میں وہ دمشق کے قاضی حضرت ابوالدرداءؓ کے بعد بنے تھے۔ ان کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

○ حضرت قثم بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ۔

رسول اکرم ﷺ سے مشابہ ترین لوگوں میں سے ایک تھے۔ خلافت علیؓ میں وہ مدینہ کے امیر رہے اور خلافت معاویہ میں سمرقند کی فتح میں شریک ہوئے اور وہیں شہید ہوئے۔ ذکر آچکا ہے۔

○ حضرت کعب بن عمرو سلمی انصاری رضی اللہ عنہ۔

کنیت ابوالیسر تھی۔ عقبی تھے اور بدری بھی۔ غزوہ بدر میں انھوں نے ہی حضرت عباس

---

❶ اسد ۱/ ۵۹-۶۰؛ اصابہ-۳-۷۴، ۷۴: وہ صدقات کے عامل نبوی تھے۔ خلافت عثمانی میں بیت المال کے عامل و امیر تھے۔ امارت مروانؓ کے زمانے میں وفات ہوئی اور حضرت مروانؓ نے جنازہ میں تاخیر کا مسئلہ اٹھایا۔

❷ ذہبی ۱/ ۲۸؛ اسد ۲/ ۲۹۰؛ اصابہ-۳۱۹۴ نیز ۳۲۱۳: والد کا اصل نام مالک ہے۔

بن عبدالمطلب ہاشمیؓ کو قید کیا تھا۔ وہ تمام غزوات نبوی میں شریک رہے تھے۔ ایک قول کے مطابق وہ آخری بدری صحابی تھے۔ ذہبی (۱/ ۲۸) نے ان کو کبار البدریین میں شمار کیا ہے۔ مدینہ میں وفات پائی۔ بقول شخصے آخری بدری صحابی تھے۔ ❶

۶۷۶/۵۶

○ حضرت جویریہ بنت حارث خزاعی مصطلقی رضی اللہ عنہا۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا کا ذکر ابن اثیر نے اس سال میں کیا ہے۔ اور کسی وفات صحابی کا ذکر نہ انھوں نے کیا ہے اور نہ ابن کثیر نے۔ ❷

۶۷۷/۵۷

○ حضرت سہل بن حنیف اوسی انصاری رضی اللہ عنہ۔

کی وفات کا ذکر ابن جوزی کے حوالے سے کیا ہے مگر اس تبصرہ کے ساتھ کہ میں نے کسی اور سے ان کی وفات کا اس سال میں واقع ہونا نہیں سنا۔ ابن کثیر نے کسی اور صحابی کی وفات کا ذکر اس سنہ میں نہیں کیا جب کہ ابن اثیر نے متعدد کا کیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمی، گورنر بصرہ۔

حضرت عبداللہ بن قدامہ سعدیؓ عامری تھے مگر رضاعت کی بنا پر سعدی کہلائے کہ

---

❶ اسد ۲/ ۲۴۵-۲۴۶؛ اصابہ-۳۴۴۷: خزرجی تھے۔ (البدایہ ۸/ ۷۱-۷۸ بحوالہ المنتظم ابن جوزی، انھوں نے مشہور خطیب عرب سحبان بن زفر بن ایاس الوائلی الباہلی کی وفات کا بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے حضرت معاویہؓ سے خاص تعلقات تھے، امیر المومنین ان کی خطابت کے قائل تھے اور عطایا دیتے تھے۔ الکامل ۳/ ۵۰۲ نے صرف دو صحابہ حضرات ارقم و کعب بن عمرو کا ذکر کیا ہے۔

ذہبی ۱/ ۲۹ نے اس سال حضرت مالک بن عبداللہ الخثعمی المعروف بمالک السرایا کی وفات کا ذکر بھی کیا ہے جو عظیم ترین اور شجاع ترین امراء میں تھے اور جن کی قبر پر چالیس پرچم ٹھنڈے کئے گئے تھے: "کسروا علی قبرہ اربعین لواء و کان صواما قواما مجاهداً وقیل بقی الی دولة عبدالملک۔")

❷ البدایہ ۸/ ۸۱ میں حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کے اس سال وفات پانے کی روایت ابن جوزی کی تردید کرتی ہے اور کسی اور کا ذکر نہیں کیا ہے۔ (ابن اثیر، الکامل ۳/ ۵۱۳؛ اسد ۵/ ۴۱۹-۴۲۱؛ اصابہ۔)

بنوسعد بن بکر میں ان کی رضاعت ان کے والد ماجد نے کی تھی۔

حضرت عثمان بن شیبہ بن ابی طلحہ العبدریؓ جو بنوشیبہ کے جد امجد تھے اور ان ہی کے خاندان میں سدانتہ کعبہ اور کلید کعبہ اب تک چلی آ رہی ہے۔ وہ فتح مکہ کے مسلم تھے۔

حضرت جبیر بن مطعم بن عدی نوفلی قریشی صحابی جلیل تھے۔ ❶

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین جن کے بارے میں ایک روایت ہے کہ وہ شہادت حسین تک حیات تھیں۔ ❷

۶۷۸/۵۸

○ حضرت سعید بن العاص اموی عبشمی قریشی رضی اللہ عنہ۔

یہ اپنے کافر باپ کے بدر میں قتل ہونے کے بعد حضرت عثمانؓ کی گود میں پروان چڑھے۔ وفات نبوی کے وقت حضرت سعید نو سال کے تھے۔ وہ سادات مسلمین میں تھے اور انتہائی جواد و کریم تھے۔ وہ فصاحت و بلاغت میں یکتا تھے اور اسی لئے حضرت عثمانؓ نے ان سے مصاحف عثمانی کی تدوین کرائی تھی۔ وہ معلم قرآن تھے۔ خلافتِ عثمانی میں وہ حضرت ولید بن عتبہ اموی کی معزولی کے بعد کوفہ کے والی رہے اور طبرستان، جرجان اور اذربیجان کے فاتح تھے، شہادت عثمانؓ کے بعد عزلت گزیں ہو گئے۔ خلافتِ معاویہ میں وہ دوبار والی مدینہ رہے، وہ صاحب فضائل و مناقب تھے۔ ❸

○ حضرت شداد بن اوس بن ثابت خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ۔

صحابی جلیل تھے اور حضرت حسان بن ثابت کے بھتیجے۔ وہ بہت عابد و زاہد تھے۔ فلسطین میں مقیم ہو گئے تھے اور بیت المقدس میں پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ ❹

---

❶ ذھبی ۲۸/۱ نے سال وفات ۵۴ قرار دیا ہے۔: احد الاشراف. وکان من علماء قریش وسادتهم.

❷ ابن کثیر، البدایہ ۸۱/۸؛ الکامل ۵۱۴/۳۔ ان تراجم کے لئے اسد و اصابہ میں ان کے سوانح ملاحظہ ہوں۔

❸ ذھبی (۲۹/۱-۳۰) نے ۵۹ کا سال وفات بتایا ہے اور ان کے بارے میں لکھا ہے: احد الفقهاء الاجواد والامراء الکبار...." اسد ۳۰۹/۲؛ اصابہ۔ ۳۲۶۸؛ خلافت عثمانی میں وہ والی کوفہ، فاتح طبرستان و جرجان تھے۔

❹ ذھبی ۲۹/۱: "وکان من العلماء الحلماء...."؛ اسد ۳۸۷/۲؛ اصابہ۔ ۳۸۴۷

○ حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمی نے بقول ابن کثیر اس سال وفات پائی۔

○ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی بقول ابن کثیر اس سال وفات پائی۔

○ حضرت عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی رضی اللہ عنہ۔

اپنے بڑے بھائی حضرت عبداللہ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ بہت جواد و کریم اور حسین وجمیل شخص تھے۔ خلافت علیؓ میں وہ یمن کے والی تھے اور دو سال ۳۶ اور ۳۷ میں امیر حج بھی رہے۔ حضرت بسر بن ابی ارطاۃ سے ان کا شدید اختلاف رہا تھا۔ ❶

○ ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

رسول اکرم ﷺ کی محبوب ترین زوجہ مطہرہ تھیں۔ ان کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔ وہ ایک تہائی اسلام کی امین ہیں۔ اور عظیم ترین راویہ حدیث اور ماہر ترین فقہ وسنت وعلم تھیں۔ قصاص عثمانؓ کے معاملہ پر وہ جمل کے واقعہ میں امیر تھیں۔ شوال میں وفات پائی اور ان کی نماز جنازہ حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھائی۔ ❷

○ حضرت عمیرہ بن یثربی رضی اللہ عنہ۔

قاضی بصرہ تھے اور ان کے بعد ان کے جانشین ہشام بن ھبیرہ بنے۔

○ حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ۔

بقول ابن کثیر اس سال وفات پائی، وہ صحابی جلیل تھے اور صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ شریک تھے۔ ❸

○ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ۔

صحابی جلیل تھے۔ ان کا ذکر مناصب کے باب میں موجود ہے۔

---

❶ اسد ۴/۴۴۰؛ اصابہ ۵۳۰۵

❷ ذھبی ۱/۲۹: ...وھی افقہ نساء الامة واعلمھن وعاشت خمسا و ستین سنة.'' سال وفات سنہ ۵۷ قرار دیا ہے۔

❸ ذھبی ۱/۲۹: وکان من علماء الصحابة ولی امرة مصر مرة ثم ولی غزوة البحر.''

○ حضرت مالک بن عبادہ عافقی رضی اللہ عنہ۔

بھی صحابی تھے۔ ❶

۶۷۹/۵۹

○ حضرت عبداللہ بن مالک بن القشب رضی اللہ عنہ ازدی۔

صحابی تھے اور بنوعبدالمطلب کے مکہ میں حلیف رہے تھے۔ وہ اپنی ماں بحینہ بنت ارت کے نام سے ابن بحینہ کی کنیت سے زیادہ معروف تھے۔ وہ صحابی جلیل تھے اور عابد وزاہد تھے۔ مدینہ سے تیس میل دور بطن ریم نامی مقام پر اقامت گزیں تھے اور حضرت مروانؓ کی دوسری امارت مدینہ کے دوران فوت ہوئے۔ ❷

○ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی انصاری رضی اللہ عنہ۔

اپنے والد ماجد کی مانند صحابی جلیل تھے اور انتہائی جواد ومخیّر تھے۔ وہ علمبردار نبوی بھی رہے۔ اور عامل صدقات بھی۔ متعدد غزوات وسرایا میں انھوں نے بھوکے مجاہدین کے لئے کھانے کا بندوبست کیا۔ خلافتِ علیؓ میں وہ مصر میں گورنر بنائے گئے۔ وہ حضرت علیؓ کے ساتھ صفین ونہروان میں رہے۔ ان کی وفات کے بعد وہ مدینہ واپس چلے گئے۔ حضرت معاویہؓ سے بنفس نفیس جا کر بیعت کی۔ ان کے فضائل ومناقب پر مفصل بحث ابن کثیر میں ہے۔ ❸

○ حضرت معقل بن یسار مزنی رضی اللہ عنہ۔

صحابی جلیل تھے اور حدیبیہ اور بیعت رضوان کے شریک۔ خلافت فاروقی میں بطور امیر بصرہ مشہور نہر معقل نکالی۔ ان کے مرض وفات میں عبیداللہ بن زیاد نے ان کی عیادت کی اور حدیث سنی۔ ❹

---

❶ (اسد ۴/ ۲۸۳-۲۸۴؛ اصابہ-۷۶۴۳) البدایہ ۸/ ۸۱-۹۴؛ الکامل ۳/ ۵۲۰ نے موخر الذکر چار کے علاوہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا ہے۔

❷ اسد ۳/ ۲۵۰؛ اصابہ-۴۹۲۹

❸ اسد ۴/ ۲۱۵؛ اصابہ-۷۱۷۹

❹ اسد ۴/ ۳۹۸-۳۹۹؛ اصابہ-۸۱۴۴؛ ابن سعد ۷/ ۱۴: کے مطابق ولایت عبیداللہ میں ان کا کام بھی ہوا۔

○ حضرت ابو ہریرہ دوسی رضی اللہ عنہ۔

عظیم ترین محدثین صحابہ میں سے ایک ہیں۔ ان کے نام پر بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ خیبر کے سال حاضر ہوئے اور تمام عمر رسول اکرم ﷺ سے وابستہ رہے۔ ان کے فضائل و مناقب کا باب بہت طویل ہے۔ وہ عثمانی تھے اور عثمان سے شدید محبت کے سبب ان کے فرزندوں نے ان کا جنازہ اٹھایا تھا۔ خلافت اموی میں امیر و والی تھے۔ ❶

○ حضرت مرہ بن کعب البہری رضی اللہ عنہ۔

سلمی تھے اور صحابی جلیل کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

○ حضرت ابو محذورہ جمحی رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ کے مکی موذن تھے اور حیات نبوی سے اپنی وفات تک موذن بیت اللہ رہے۔ اور اذان کی خدمت آج تک ان کی اولاد میں باقی ہے۔ خلافت معاویہ میں بھی وہ خانہ کعبہ کے موذن کے عہدے پر برقرار تھے۔ ❷

○ حضرت عبداللہ بن عامر کریز۔

بقول ابن اثیر مکہ میں اس سال وفات پائی اور عرفات میں مدفون ہوئے۔ ❸

۶۰/۶۸۰

○ حضرت صفوان بن معطل خزاعی رضی اللہ عنہ۔

صحابی جلیل تھے۔ ان کا اول غزوہ مریسیع تھا جس میں وہ امیر ساقہ تھے واقعہ افک میں

---

❶ ذہبی ۱/ ۲۹ نے ۵۷ھ سال وفات قرار دیا ہے: وكان اماما حافظا مفتيا كبير القدر كثير الرواية. "؛ اسد ۵/ ۳۱۵ ـ ۳۱۷ ـ خلافت فاروقی میں عامل بحرین تھے۔ خلافت معاویہؓ میں امیر مدینہ حضرت مروانؒ کے نائب رہے تھے۔

❷ اسد ۵/ ۲۹۲: ان کے نام میں شدید اختلاف ہے: سمرہ بن معیر، اوس بن معیر، معیر بن محیریز وغیرہ بتائے گئے ہیں۔ ان کے ایک بھائی انیس غزوۂ بدر میں کافر مقتول ہوئے تھے۔ بہت خوبصورت آواز کے مالک تھے۔ اسی لئے موذن بنائے گئے تھے۔

❸ البدایہ ۸/ ۹۷-۱۱۵ نے حطیہ شاعر کے انتقال کا بھی ذکر کیا ہے۔ الکامل ۳/ ۵۲۵ ـ ۵۲۶ نے آخر الذکر تین اکابر کا ذکر اضافہ کیا ہے جو البدایہ میں نہیں ہے۔

ان کو ہی منافقین نے ملوث کیا تھا حالانکہ وہ بری تھے۔ وہ سادات مسلمین میں سے تھے۔ ان کو سونے کی بیماری تھی اتنا سوتے کہ سورج کی تپش بھی ان کو نماز فجر کے لئے نہ اٹھا پاتی۔ اس لئے ان کو رسول اکرم ﷺ نے رخصت دی تھی کہ جب اٹھیں نماز پڑھ لیں۔ وہ کسی غزوہ میں شہید ہوئے۔ ❶

○ حضرت ابو مسلم خولانی۔

آپ کا نام عبد بن ثوب تھا اور وہ یمن کے خولان علاقے قبیلے کے تھے۔ اسود عنسی نے ان کو اپنی نبوت پر ایمان لانے کے لئے کہا مگر وہ نہ لائے اور سچے مومن رہے۔ اور اسود عنسی کے عذاب سے معجزاتی طور سے محفوظ رہے۔ وفات نبوی کے بعد وہ خلافت صدیقی میں مدینہ پہونچے تو خلیفہ اول نے ان کا خوب اکرام کیا۔ وہ عظیم ترین تابعی تھے۔ ❷

❖❖❖

❶ اسد ۳/۲۶؛ اصابہ ۴۰۸۹۔ تاریخ وفات پر اختلاف ہے: ۴۷ھ بھی بتائی گئی ہے۔ روایت یہ بھی ہے کہ خلافت معاویہؓ میں کسی غزوۂ روم میں شریک تھے۔

❷ البدایہ ۸/۱۴۶؛ الکامل ۴/ ؛ ذھبی ۱/۳۰ نے سنہ ۶۰ میں جن صحابہ کی وفات کا ذکر کیا ہے ان میں شامل ہیں: حضرات سمرہ بن جندب فزاری، عبداللہ مغفل مزنی اور وہ دونوں بصرہ میں صحابہ کے بقایا میں سے تھے اور حضرت عبداللہ بن مغفل فقہاء و علماء میں سے تھے۔

تجزیاتی مطالعہ

حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک سو سے اوپر صحابہ کرام کی وفیات کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے بعض حضرات صحابہ کرام کی تاریخِ وفات پر اختلاف بھی متعدد وقائع نگاروں کے یہاں پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف ہمارے مطالعہ کے نقطۂ نظر سے دو طرح کا ہے: ایک خلافتِ معاویہؓ سے قبل کسی اور دورِ خلافت میں بعض صحابہ کرام کی وفات ہوئی، دوسرے یہ کہ وفات کا واقعہ تو خلافتِ معاویہؓ میں پیش آیا مگر سنہ پر اختلاف ہے۔ ان جزوی اختلافات کو دور کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ جمہور کی رائے قبول کر لی جائے اور ان کی متفقہ تاریخ کو تسلیم کر لیا جائے۔

بہر حال ان وفیاتِ صحابہ کرام کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام کی موجودگی بھی خلافتِ معاویہؓ میں ثابت ہے۔ ان میں سے متعدد کا ذکر حضرت معاویہؓ کے انتظامیہ میں بطور عمال وولاۃ اور سالاران وامراء کام کرنے والے صحابہ کرام کی فہرست اور باب میں ملتا ہے۔ ان میں سے متعدد دونوں فہرستوں میں مشترک ہیں کہ ان منصب دار صحابہ کرام میں سے کئی نے اس دورِ خلافت معاویہؓ میں وفات پائی تھی۔ اور متعدد بلکہ بہت سے ایسے تھے جو بعد تک کارگذاری کرتے رہے، ان دو طبقات صحابہ کرام کے علاوہ بہت سے ایسے بزرگ بھی ملتے ہیں جن کا ذکر صرف تراجمِ صحابہ کی کتب میں ملتا ہے۔

خلافتِ معاویہؓ میں صحابہ کرام کے وجودِ مسعود، ان کی کارکردگی اور خلافت سے وابستگی کا جائزہ الگ الگ ابواب میں محض ان کے تعامل وتفاعل کی نوعیت اجاگر کرنے کے لئے کیا گیا ہے، تاکہ حقیقت کا علم ہو۔ کیونکہ بہت سے مفکرین اسلام نے اس دور کو ''ایام'' اور ''ملوکیت'' ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ وہ خیر القرون کے اس دورِ عالی شان کو صحابیت کے انوار سے خالی اور خلافتِ اسلامی کے برکات سے تہی بتانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا خلافتِ معاویہؓ میں صحابہ کرام کی موجودگی، منزلت، کارکردگی وغیرہ کا کئی جہات سے تجزیہ کیا جا رہا ہے۔

ازواجِ مطہرات

رسول اکرم ﷺ کے بعد ازواجِ مطہرات کا مقام و مرتبہ آتا ہے خواہ کسی کو افضل سمجھا جائے۔ بلاشبہ صحابہ کرام کا عقیدہ وعزم تھا کہ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام میں اولین خلفاءِ ثلاثہ کا بالترتیب مقام تھا۔ حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کو ان کی نظر میں بالترتیب اول، دوم، سوم کا مرتبہ حاصل تھا، اور باقی صحابہ افضلیت یا محض فضیلت میں برابر تھے اور ان میں کسی طرح کی درجہ بندی نہیں کی جاتی تھی۔ یہ صحابہ کا فیصلہ تھا۔ امتِ اسلامیہ اور دوسرے اکابر نے بعد میں حضرت علیؓ کو خلیفہ چہارم تسلیم کیا اور ان کو چوتھا مقام افضلیت دے دیا۔ ❶

بلاشبہ صحابہ کرام کا فیصلہ قطعی اور امت اور اس کے اکابر کا خیال صحیح اور سب کو قابل قبول ہے۔ مگر یہ صحابہ کرام کے درمیان درجہ بندی کا معاملہ تھا۔ ازواجِ مطہرات کی حیثیت اور منزلت ان سے بلند تر اور عظیم تر تھی۔ ان کا مقام و مرتبہ رسول اکرم ﷺ کے معاً بعد آتا ہے۔ اول یہ کہ وہ آپ ﷺ کی بیویاں اور شریک حیات تھیں۔ اس حیثیت و منزلت میں ان کا کوئی شریک و سہیم ہونا تو درکنار اس کا خیال بھی اپنی خاطر خام میں نہیں لاسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہی قرآن حکیم کے مطابق اہل بیت تھیں جیسا کہ سورۂ احزاب-۳۳ میں قطعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور حدیث و سیرت اور تاریخ و تراجمہ کے تمام مآخذ اس کی تائید کرتے ہیں۔ حالانکہ فیصلہ الٰہی کے بعد کسی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔ تیسرے یہ کہ قرآنِ ناطق کے مطابق ازواجِ مطہرات امت اسلامی کی مائیں ہیں: ''.... وازواجه امهتهم.. (احزاب/٦)''۔ چوتھے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی ''عطا نظام'' میں ازواجِ مطہرات کو ان ہی اسباب و وجوہ سے سب صحابہ کرام کے اوپر رکھا تھا۔ پانچویں یہ کہ ان امت کی ماؤں سے اسلام کی بہت سی تعلیمات، سیرت کے بہت سے واقعات اور تہذیب کے بہت سے اقدار و اصول ملتے ہیں۔

خلافتِ معاویہؓ کو ازواجِ مطہرات کا عظیم روحانی، عظیم تر اسلامی اور عظیم ترین تہذیبی دور بھی کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس عظیم الشان عہد میں رسول اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات میں

❶ بحث کے لئے ملاحظہ ہو خاکسار کا مقالہ: حدیث نبوی میں صحابہ کرام کی درجہ بندی، الصفا نئی دہلی، جنوری۔ فروری ۲۰۰۴ء

سے سات تو بلا اختلاف موجود و کارفرما تھیں۔ اور آٹھویں شخصیت کے بارے میں اختلاف ہے کہ ان کا انتقال خلافتِ معاویہؓ میں ہوا یا خلافت فاروقی کے اواخر میں ہوا تھا، ان امہات المومنین کی شخصیت و مقام و مرتبے کا اندازہ ان کے ذکر خیر سے ہوسکتا ہے جیسا کہ وفیات میں ذکر آچکا۔ صرف ان کا ایک جگہ ذکر کرنے سے خیر و سعادت کا مجموعی تناظر بیک نظر سامنے آجاتا ہے۔ ترتیب وفیات یہ ہیں:

۱- حضرت ام المومنین ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہا م۴۴/۶۶۴
۲- حضرت ام المومنین حفصہ بنت خطاب عدوی رضی اللہ عنہا م۴۵/۶۶۵
۳- حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا م۵۰/۶۷۰
۴- حضرت ام المومنین جویریہ بنت حارث خزاعی مصطلقی رضی اللہ عنہا م۵۱/۶۷۱
۵- حضرت ام المومنین میمونہ بنت حارث خزاعی/ ہلالی رضی اللہ عنہا م۵۱/۶۷۱
۶- حضرت ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر صدیق تیمی رضی اللہ عنہا م۵۸/۶۷۸
۷- حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا م۵۸/۶۷۸/م خلافت فاروقی
۸- حضرت ام المومنین ام سلمہ ہند بنت سہیل مخزومی رضی اللہ عنہا خلافت یزید بن معاویہ تک باحیات تھیں۔

یہ معلوم و معروف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو ازواج مطہرات میں نو ہستیاں زندہ تھیں۔ ان میں سے حضرت زینب بن جحش اسدی خزیمی رضی اللہ عنہا نے پیشگوئی نبوی کے مطابق سب سے پہلے ۲۰/ ۶۴۱ میں وفات پائی۔

دوسری زوجہ محترمہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں غالب رائے یہ ہے کہ انھوں نے بھی خلافت فاروقی کے بالکل اواخر میں وفات پائی تھی، مگر دوسری رائے کے مطابق ان کی وفات بھی خلافتِ معاویہؓ میں کسی سنہ میں ہوئی تھی۔ بہر حال اگر اس مختلف فیہ روایت کو چھوڑ بھی دیا جائے تو خلافتِ معاویہؓ میں سات ازواج مطہرات موجود تھیں اور ایک تو ان کے بعد بھی موجود و کارفرما ہیں۔

سات سات ازواجِ مطہرات کی صرف موجودگی ہی زمانے اور معاشرے کی سعادت

کی دلیل ہے۔ پھر اس دوران ان کی دینی، علمی، تہذیبی اور ان سے بڑھ کر نبوی خدمات نے اس پورے عہد کو چار چاند لگائے تھے، ہمارے تمام روایت پرست سیرت نگاروں اور نقل در نقل کے عادی تاریخ نویسوں نے صرف ان کی بعض سوانح کو بیان کرنے پر قناعت کر لی اور ان کی خدمات وعطایا کا تجزیہ نہیں کیا۔ صرف حضرت عائشہ صدیقہؓ کی سیرت میں ان کی علمی و دینی خدمات کا جائزہ تحقیقی انداز سے لیا گیا ہے۔ مگر وہ مجموعی ہونے کے سبب زمانی ارتقاء اور عطا کا پتہ نہیں دیتا۔ ❶

خلافتِ معاویہؓ میں ازواجِ مطہرات کی سیاسی خدمات بھی تھیں، دینی اور سماجی و تہذیبی تو تھیں ہی۔ قصاصِ حضرت عثمانؓ کے معاملہ میں حضرات طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قائدانہ اور مجاہدانہ کردار تھا، جسے مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امیر المومنین سے ام المومنین کے تعلقات وروابط کا معاملہ بھی اظہار حق ومودت کا ایک اسوہ تھا۔ حضرت حجر بن عدی کندیؒ کی شہادت پر حضرت معاویہؓ کو ان کا قریشی حلم یاد دلایا تھا کہ صرف اس کی بنا پر ان کے جرم کو معاف کر سکتے تھے۔ ان سے تمام ازواجِ مطہرات سمیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عطایا قبول کئے تھے اور ماؤں جیسا سلوک کیا تھا۔ ان تمام ازواجِ مطہرات بالخصوص حضرت عائشہؓ کے روابط خلیفۂ وقت کے متعدد والیوں، سالاروں اور امیروں سے رہے تھے۔ انھوں نے مدینہ کے عظیم اموی والی حضرت مروان بن حکم امویؒ اور ان کے نائب والی حضرت ابو ہریرہ دوسیؓ کو قانونی ہدایات دی تھیں۔ عام دین وشریعت اور قرآن و حدیث کی اشاعت، تعلیم وتدریس سے کہیں بلند تر فقہِ شریعت کا درس امراء کو دیا تھا۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جو تحقیق کا طالب ہے۔ اور اس پر پوری ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے جس کا یہاں موقع نہیں ہے۔

اموی دور کے ابتدائی زمانے میں معاشرے کی دینی اور سماجی اصلاح وسیادتِ ازواج مطہرات کے صرف چند واقعات مختصر طور سے ذیل میں بیان کئے جا رہے ہیں تا کہ ان کے وجودِ

---

❶ ابن اسحاق/ ابن ہشام، شبلی، سیرۃ النبی ۲/ ۴۰۲-۴۲۱؛ ادریس کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ ۳/ ، سید سلیمان ندوی، سیرۃ عائشہ، دار المصنفین، اعظم گڈھ۔

مسعود کی برکات کا ایک اندازہ ہو جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے استلحاق نسب کے بعد زیادؒ نے ایک مدبرانہ خط لکھا جس میں کسی مسئلہ پر استفسار تھا، خط کا سرنامہ تھا: "من عبداللہ بن زیاد بن ابی سفیان الیٰ ام المؤمنین عائشة" حضرت ام المومنینؓ نے جواب میں جو گرامی نامہ بھیجا اس کا سرنامہ تھا۔"من ام المومنین عائشة الیٰ زیاد بن ابی سفیان...." اس طرح حضرت زیاد کا نسب ام المومنین نے تسلیم کرلیا اور اپنی مہر تصدیق ثبت کردی، حضرت زیادؒ فرماتے تھے کہ وہ دن میری زندگی کا حسین ترین دن تھا۔ ام المومنین کے تصدیق نامے کی بدولت تمام محدثین و مورخین نے زیاد کا نسب مان لیا اور ان کو زیاد بن ابی سفیان ہی لکھتے ہیں، سوائے ان کے جو ابھی تک بغض معاویہؓ کے اندھے پن میں اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے اور اجماع صحابہ و احادیث و آثار کا کھلا انکار کرتے ہیں۔ ❶

خلیفۂ وقت حضرت معاویہؓ جب بھی مدینہ آتے تو حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضری دیتے اور مسائل پر بحث کرتے، حضرت عائشہؓ اپنی رائے دیتیں۔ حضرت حجرؓ کے قتل کے بعد اسی طرح حضرت عائشہؓ نے ان کو حلم و بردباری سے کام لینے کی بات کہی تھی۔ ان کے قتل سے قبل حضرت عائشہؓ نے ان کی جاں بخشی کے لئے اپنا ایک قاصد بھیجا تھا لیکن قاصدِ ام المومنین کے پہونچنے سے پہلے ان کا کام تمام ہو چکا تھا۔ حضرت عائشہؓ خلیفہ وقت کے حسن سلوک سے مطمئن تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے وہ نصیحت حاصل کرنے کے لئے خط لکھا کرتے تھے۔ ان کی خدمت میں سالانہ عطایا بھیجا کرتے تھے جو لاکھوں درہم پر مشتمل ہوتے تھے۔ وہ ان کو قبول کرتیں اور لوگوں میں تقسیم کردیا کرتی تھیں۔ ❷

والی مدینہ حضرت مروانؒ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے روابط اور علمی تعلقات کا صحیح جائزہ مروان دشمنی میں نہیں لیا گیا، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مروانؒ حضرت عائشہؓ کے فتاویٰ

❶ امام مالک، موطا

استلحاق زیاد کی بحث کے لئے ملاحظہ ہو: محمد تقی عثمانی، مذکورہ بالا، ۳۶۔۴۵ بحوالہ ابن حجر، اصابہ و ابن عساکر، تہذیب و تاریخ دمشق وغیرہ، حتی کہ یعقوبی جیسے شیعی مورخ نے بھی زیاد بن ابی سفیان ہی لکھا ہے: ۲/ ۲۱۸-۲۱۹، ۲۲۲ و مابعد؛

❷ سید سلیمان ندوی، سیرۃ عائشہ، ۱۳۸۔۱۶۲ و مابعد: فضل و کمال کی بحث میں بیشتر واقعات خلافت معاویہ سے متعلق ہیں۔

کو نافذ کرتے تھے اور اکثر و بیشتر ان کا خیال ام المومنین کے مطابق ہوتا تھا۔ جیسے مطلقہ عورت کے عدت کے دن شوہر کے گھر میں گذارنے کا مسئلہ۔ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے بیان کردہ مسئلہ کی دونوں نے صحیح تفہیم کی تھی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ابتدائی ایام ہی میں مدینہ کے صحابہ کرام میں سے حضرت جابر بن عبداللہ، اپنے فرزند عمر بن ابوسلمہ مخزومی اور عبداللہ بن زمعہ مخزومی رضی اللہ عنہم کو حضرت بسر بن ابی ارطاۃ کنانیؓ کے مدینہ پہونچنے پر اطاعت خلیفہ کا مشورہ دیا تھا۔ جیسا کہ طبری کے حوالے سے اوپر ذکر گزر چکا: "...فانطلق جابر الیٰ ام سلمة زوج النبی ﷺ فقال لها: ماذا ترین؟ .. قالت: أری أن تبایع. فانی قد امرت ابنی عمر بن ابی سلمة ان یبایع و امرت ختنی عبدالله بن زمعة... فاتاه جابر فبایعه... (۱۳۹/۵)

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر بھائی اور صحابی کو حضرت معاویہؓ کی مدینہ کی مجلس مشاورت میں حصہ لینے پر مجبور کیا تھا۔ مبادا کہ ان کی غیر حاضری مسلمانوں کی جماعت میں اختلاف پیدا کردے اور اس بنا پر حق معاویہؓ تسلیم کر لیا تھا۔ ❶

حضرت مروانؒ نے حضرت حفصہؓ سے بار بار قرآن مجید پر مشتمل صحف صدیقی مانگے مگر ام المومنین نے انکار کر دیا، حضرت مروان ان کے احترام میں اصرار نہ کر سکے اور ان کی تحویل میں ہی ان کو رہنے دیا۔ ❷

بدری صحابہ کرام

اصحاب رسول اللہ ﷺ میں بدری صحابہ کی عظیم ترین جماعت کو منجانب اللہ عظیم ترین

❶ فتح الباری ۵۰۳/۷ و مابعد: حافظ ابن حجر نے امام بخاری کی کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق کی حدیث ۴۱۰۸ کا تعلق صفین کے واقعہ سے جوڑا ہے مگر حدیث کا دروبست حضرت معاویہؓ کے حق سے اس کا ربط کر رہا ہے اور حضرت ابن عمرؓ اپنے کو زیادہ حقدار سمجھ رہے تھے لہٰذا صفین یا تحکیم وغیرہ سے اس کا کیا تعلق ہے؟ دوسرے محدثین و شارحین نے بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

❷ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: خاکسار کا مقالہ: تدوین قرآن اور صحف صدیقی، تحقیقات اسلامی، علی گڈھ۔ اپریل۔ جون ۲۰۰۸ء

منزلت دی گئی ہے۔ خلافت معاویہؓ تک ان کی تعداد ۳۱۳ + ۸ = ۳۲۱ میں سے کافی کم ہو گئے تھے۔ تاہم متعدد اکابر بدری موجود تھے۔ ان میں سے ایک عظیم ترین صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ تھے جو عشرہ مبشرہ میں بھی شامل تھے اور خلافت معاویہؓ کے دسویں سال فوت ہوئے۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدویؓ بھی عشرہ مبشرہ میں شمار ہوتے تھے اور بدری تھے اور صاحب فضائل ومناقب صحابی اور مستجاب الدعوات تھے۔ دوسرے بدری صحابی حضرت حارثہ بن نعمان خزرجیؓ تھے اور فضلاء صحابہ میں شمار ہوتے تھے اور اپنے مکارم وفضائل کے لئے عوام وخواص میں مقبول تھے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ عقبی اور بدری تھے اور رسول اکرم ﷺ کے سب سے بڑے میزبان۔ وہ غزوۂ قسطنطنیہ کے عظیم ترین مجاہد تھے۔

حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار بلویؓ بیعت عقبہ کے شریک قدیم صحابی تھے اور بدری بھی تھے۔ تمام غزوات نبوی میں شریک رہے تھے۔

حضرت ارقم بن ابی ارقم مخزومیؓ قدیم ترین صحابہ میں سے تھے۔ بدر اور دوسرے تمام غزواتِ نبوی میں شریک تھے۔ وہ مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ ان ہی میں سے ایک بدری صحابی حضرت محمد بن مسلمہ انصاریؓ بھی تھے جو مشاجرات کے بعد عزلت گزیں اور خانہ نشین ہو گئے تھے۔ ایک اور بدری صحابی حضرت کعب بن عمرو سلمی انصاریؓ تھے جنھوں نے حضرت عباسؓ کو گرفتار کیا تھا اور ایک قول کے مطابق وہ آخری بدری صحابی تھے جنھوں نے خلافت معاویہ میں وفات پائی۔ ان کے علاوہ بعض اور بدری صحابی بھی اس زمانے میں تھے جیسے حضرت سلمہ بن سلامہ اشہلیؓ، حضرت عاصم بن عدی بلوی انصاریؓ، حضرت سالم بن عمیر عمری ❶

دوسرے قدیم اور جلیل القدر صحابہ

وفیات میں بالخصوص متعدد صحابہ کرام کا ذکر آ چکا ہے جو قدیم ترین صحابی بھی تھے اور بدر

---

❶ تحقیق مزید۔ ۳۳۔ ۳۶ میں اٹھارہ بدری صحابہ کا ذکر خیر ہے۔ مذکورہ بالا کے علاوہ تھے: ابواسید مالک بن ربیعہ انصاری، ابوعبداللہ جابر بن عتیک سلمی، ابولبابہ بشیر انصاری، ابونملہ بن معاذ بن زرارہ انصاری، جابر بن عبداللہ سلمی، ربیعہ بن مالک انصاری، ابوطلحہ زید بن سہل انصاری، سائب بن خلاد خزرجی، شداد بن اوس انصاری، عتبان بن مالک انصاری، عمرو بن امیہ ضمری، عمرو بن عوف، نعیمان بن عمرو بن رفاعہ رضی اللہ عنہم۔

کے بعد کے مشاہد کے شریک بھی۔ان میں غزوہ احد یا بعد کے غزوات کے شریک صحابی شامل تھے جیسے ابوقتادہ انصاری، حضرت فضالہ بن عبید اوسی انصاری، حضرت قیس بن سعد بن عبادہ خزرجی رضی اللہ عنہم، حضرت ابو بردہ بلوی ہانی نیار رضی اللہ عنہ احد میں صاحب فرس تھے۔

غزوۂ خندق اور بیعت رضوان میں شامل صحابہ تھے جیسے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت ثابت بن ضحاک بن خلیفہ کلابیؓ، حضرت فضالہ اوسی، حضرت معقل بن یسار مزنیؓ، ابوثعلبہ بن جرہم م ۷۵/۶۹۴، ابوزمعہ بلویؓ قیروان میں م خلافۃ معاویہ، ابوالضبین جہنی م ۵۹/حضرت ثابت بن ضحاک خزرجی م ۶۴/ ۶۸۳؛ سلمہ بن اکوع م ۷۴/۶۹۳، حضرت عائذ بن ثعلبہ بن وبرہ بلوی م ۵۳/۶۷۳ عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی م ۵۸/ ۶۷۸، عبداللہ بن مغفل مزنی م ۶۱/ ۶۸۲، عبداللہ بن یزید انصاری م خلافۃ اموی، علقمہ بن خالد انصاری وغیرہ۔ ❶

فضلاء صحابہ

فضلاء صحابہ اور سادات اصحاب میں بہت سے عمال وولاۃ حضرت معاویہؓ شامل تھے جیسے حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی اور حضرت عمرو بن عاص سہمی وغیرہ مگر ان کا ذکر بالعموم سیاستدانوں میں محض سیاست کی وجہ سے کیا جاتا ہے۔ان اکابر صحابہ کا علمی مقام اور دینی مرتبہ بھی بہت بلند تھا اور قرآن وحدیث کے حوالے سے وہ معروف ومشہور بھی تھے، حضرت مروان بن حکم امویؓ اگرچہ اصاغر صحابہ میں شمار ہوتے تھے مگر وہ اپنے وقت میں مدینہ کے عظیم ترین علماء وفضلاء میں شامل تھے۔اسی طرح متعدد دوسرے ولاۃ وعمال حضرت معاویہؓ کا معاملہ تھا۔امام مالک رحمہ اللہ نے اپنی موطا میں حضرت مروانؓ اور حضرت معاویہ دونوں کے متعدد فتاویٰ اور قضایا اور ایک دوسرے سے استفسار وغیرہ کے متعدد واقعات کا ذکر کیا ہے۔موطا میں فتاویٰ مروانؓ ایک مستقل موضوع ہے۔ ❷

علماء وفضلاء صحابہ میں قرآن مجید کے علوم اور متن قرآن کی تدوین کے حوالے سے

❶ تحقیق مزید ۴۱-۴۴ میں بعد کے زمانے کے صحابہ بھی شامل ہیں کیونکہ وہ بہر حال خلافت اموی کے دور اول میں موجود تھے۔

❷ موطا امام مالک، جامع العقل، باب القصاص فی القتل، دیوبند طباعت ۳۴۲: مخمور قاتل کے قتل کا فتویٰ معاویہ اور استفتا حضرت مروان؛ نیز ملاحظہ ہو مضامین خاکسار: حضرت مروان بن حکم اموی۔سیرت وکردار ==

حضرت زید بن ثابت خزرجیؓ کا مقام ومرتبہ بلند ترین ہے۔صحابہ کرام میں سے ترجمان القرآن حضرت ابن عباس اور امام حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما ان کے علم وفضل کے معترف تھے۔موخر الذکر دونوں صحابہ کرام کا قرآن وحدیث کے علوم وفنون میں کمال کا بہت وقیع اظہار اسی خلافت معاویہ میں ہوا تھا۔حضرت سعید بن العاص امویؓ دوسرے عظیم ترین مدون ومرتب قرآن تھے جنھوں نے خلافت عثمانی میں مصاحف کو مدون کیا تھا اور ماہر علوم قرآن تھے۔مشہور خارجی سردار ابن الارزق کے مسائل قرآن مجید کے جواب میں تشریحات حضرت ابن عباس علم قرآن کی ارتقاء دکھاتے ہیں،حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اگرچہ تحکیم کے بعد عزلت نشیں ہو گئے تھے تاہم ان کے فضل وعلم بالخصوص علوم قراءت وقرآن سے لوگ مستفیض ہوتے تھے۔حضرت عبداللہ بن سلامؓ نہ صرف تورات کے عالم اور اہل کتاب کے ''حبر'' رہے تھے بلکہ اسلامی علوم کے عظیم امین ووارث بھی تھے۔

حضرت قیس بن عاصم منقریؓ کو رسول اکرم ﷺ نے سید اھل الوبر کا خطاب دیا تھا اور انتہائی سخی اور عابد شخص تھے۔

علم انساب کے عظیم ترین ماہروں میں سے کئی اس زمانے میں بھی تھے جیسے حضرت جبیر بن مطعم بن عدی نوفلی قریشی،حضرت عقیل بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہما۔

قضاۃ وفقہاء میں مذکورہ بعض صحابہ کرام کے علاوہ متعدد صحابہ کرام ممتاز بھی تھے اور کار گذار بھی جیسے حضرت عمران بن حصین خزاعی،حضرت فضالہ بن عبید انصاری،حضرت عمیرہ بن یثربی قاضی بصرہ رہے تھے اور ان کے جانشین تھے ہشام بن ھبیرہ،حضرت ابو الدرداء خزرجی وغیرہ،ایسے باکمال فقہا وفضلاء صحابہ کرام سے خلافت معاویہ مزین وپیراستہ تھی اور بقول حضرت ابن عباسؓ خود خلیفہ وقت فقیہ امت تھے۔

❖❖❖

== کے دور خ،التوعیہ،نئی دہلی،جنوری-اپریل ۱۹۹۵ء؛ حضرت مروان بن حکم اموی اور امام بخاریؒ،تحقیقات اسلامی علی گڈھ،جنوری-مارچ ۲۰۰۱ء: تدوین قرآن اور صحف صدیقی،تحقیقات،اپریل ۲۰۰۸ء

خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مناصب

اسلامی خلافت کا تسلسل عہدِ نبوی سے ایک طرف مربوط ہے تو دوسری طرف دور تک وسیع ہے۔ عہدِ نبوی کے انتظامیہ، معاشرہ اور دین وشریعت سے اس کا اپنی اصل وسرچشمہ سے ارتباط کا رشتہ ہے۔ وہ رشتۂ جان وقالب نہ صرف اس کی استواری کا ضامن ہے بلکہ اس کی زندگی کا بھی، اوران سے بڑھ کر وہی معیارِ اسلامیت اور عیارِ خلافت بھی ہے کہ خلافتِ اسلامی دراصل دین ودنیا میں نبوی جانشینی ہے۔ اس نیابتِ محمدی کی چند لازمی شرائط ہیں اور اوصاف بھی، جن کا ذکر مفکرین ومحققین اسلام وتاریخ نے کیا ہے۔ ❶

خلافت اسلامی کا زمانی دورانیہ اموی خلافت کے اواخر تک وسیع ہے جو تسلسل وتوسیع بھی ہے۔ صحیح احادیثِ نبوی کے مطابق رسولِ اکرم ﷺ نے بارہ قریشی خلفاء کرام کے زمانے تک اسلام کے اعزاز وسربلندی اور امتِ اسلامی کی اجتماعیت کے قیام واستحکام کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ اس کا ذکر متعدد کتب حدیث میں ہے۔ ❷ محدثین کرام اوران کے شارحین عظام نے اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک مروانی تک ان خلفاءِ قریش کو گنایا ہے۔

موخر الذکر خلیفہ اموی کا زمانۂ خلافت وحکومت شعبان ۱۰۵/جنوری ۷۲۴ سے ربیع

---

❶ ابن خلدون، مقدمہ، مطبع مصطفیٰ محمد، قاہرہ، غیر مورخہ، ۱۹۱ وماقبل ومابعد؛ نیز ماوردی، امام الحرمین وغیرہ ماہرین کی آراء واقوال؛ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، مکتبہ رشیدیہ دہلی/ مکتبہ سلفیہ لاہور، (۱۹۵۳ء کی طباعت پر مبنی) ۲/۱۴۹ ومابعد؛ ازالۃ الخفاء، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، غیر مورخہ معہ اردو ترجمہ، ۱/۱۳ وغیرہ: مقالہ خاکسار، شاہ ولی اللہ دہلوی کا فلسفہ تاریخ، دہلی ۲۰۰۵، ۱-۲۵

❷ مسلم، جامع صحیح، کتاب الامارۃ، باب الناس تبع لقریش والخلافۃ فی قریش، حدیث[۴۷۰۸]۷ (.....) [۴۷۰۹] ۸/ (.....)، نیز[۴۷۱۰]۹-(.....)..... عن جابر بن سمرۃ: "لایزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشرۃ خلیفۃ... کلھم من قریش. دوسری احادیث میں الاسلام کی جگہ الامر ہے۔ یا "الدین" ہے۔ ان سب سے مراد صرف ایک ہے کہ دین/ اسلام یا امر ایک معنی میں آتے ہیں۔ ابوداؤد، سنن، کتاب المہدی حافظ ابن حجر عسقلانی، سید سلیمان ندوی، سیرت النبی اعظم گڈھ ۱۹۸۳؛ ۳/۷۰۱-۷۰۲؛ خاکسار راقم کی کتاب، تاریخ تہذیب اسلامی، قاضی پبلشرز نئی دہلی، ۱۹۹۸ء، ۲/۱۰-۱۹، ۱۰۵ ومابعد کی مختلف بحثیں۔

الثانی ۱۲۵/فروری ۷۴۳ تک ممتد ہے۔

اسلامی خلافت کا یہ پورا دور ایک صدی سے اوپر محیط ہے جو اولین اسلامی صدی بھی ہے۔اس عہدِ خلافت کی اسلامی شناخت اور نبوی تسلسل کی سب سے بڑی تاریخی شہادت صحابہ کرام کی موجودگی ہے، اسی غیر منقطع تسلسل کی ایک اور شہادت، زبانِ رسالتمآب ﷺ سے ”خیر القرون“ کی پیش گوئی میں ملتی ہے۔

حدیث مشہور ہے کہ زمانوں میں بہترین زمانہ میرا (نبوی) عہد ہے، پھر ان لوگوں کا جو میرے قرن کے بعد آئیں گے اور پھر ان کا جو ان کے متصل زمانے میں ہوں گے: ”خیر القرون قرني، ثم الذين يلونهم، ثم الذين يلونهم.“ اس کے متعدد اطراف ہیں۔ ❶

اصلاً یہ صحابہ کرام کا دور ہے کہ اولین برسوں میں اکابر صحابہ کی ایک بڑی تعداد موجود و کار فرما رہی۔ قانونِ الٰہی کے مطابق ان کی تعداد گھٹتی گئی اور ان کی جگہ اصاغرِ صحابہ نے لے لی اور صحابیت کا تسلسل برقرار رکھا۔ اصاغر کے اکابر بننے کے ساتھ ہی ان کے فرزندانِ کرام نے بالخصوص اور دوسرے افراد و طبقات نے بالعموم تیسرا طبقہ بنایا۔ ان کا مجموعی نام اسلامی اصطلاح میں تابعین قرار پایا کہ وہ صحابہ کے جانشین و پیرو اور ان کے تربیت یافتہ تھے۔ معارفِ نبوی اور انتظام و انصرامِ محمدی کے گنجینوں کے وارث صحابہ بنے اور ان سے یہ دولت دین و دنیا تابعین کو ملی۔

یہ پوری اولین اسلامی صدی نبوی معارف پر مبنی اسلامی علوم وفنون کے خاص ارتقاء کا زمانہ ہے۔ قرآنی علوم، تفسیری روایات، حدیث وسنت کے معارف اور قانون اسلامی کی تدوین کا اہم ترین دور ہے۔ ان تین بنیادی علوم و معارف کے ساتھ سیرتِ نبوی، تاریخِ اسلامی، سیاسیات وغیرہ کے علوم بھی ترقی پذیر ہوئے۔ ان ہی اصل تدوینات و روایات پر بعد کی صدیوں میں علوم اسلامی کی ساری عمارت کھڑی کی گئی اور مزید مستحکم کی گئی، اس اساسی دور میں صحابہ کرام کی کارکردگی اصل تھی کہ وہ صرف اسلامی خلافت و معاشرہ قائم نہیں کر رہے تھے بلکہ تاریخ سازی کر رہے تھے۔ ❷

---

❶ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فلسفۂ تاریخ، خلافت خاصہ اور خلافت عامہ کے علاوہ خلافت کی اقسام کی بحث ملاحظہ ہو، مآخذ میں ازالۃ الخفاء ۱/ ۳۶، ۶۵، ۱۱۷، ۳۳۶ وغیرہ، ابن تیمیہ کا مجموعہ فتاویٰ ۳۵/ ۱۸-۱۲۰؛ ۱۰/ ۳۵۶ وغیرہ۔

❷ تاریخ تہذیب اسلامی ۲/ ۲۶۹-۲۹۹۔ اموی خلافت کی علمی ترقی پر باب/ ابواب ملاحظہ ہوں نیز دیگر کتب کے ابواب۔

اولین خلافتِ امویہ کی اسلامیت

حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی ؓ کا عہد مبارک (ربیع الاول ۴۱/اگست ۶۶۱-رجب ۶۰/ ۱۷/اپریل ۶۸۰ء) اولین دور خلافتِ راشدہ (۱۱/۶۳۲ - ۴۰/۶۶۱) کی توسیع ہے۔ اس کی اسلامیت پر متعدد علماء و مورخین نے بحث کی ہے اور دوسروں نے اس کی غیر اسلامیت دکھانے کی کوشش کی ہے۔ ان تمام اطراف و جہات سے اموی اولین خلافت کا تجزیہ کرنا سر دست مقصود نہیں کہ پوری تحقیقی کتاب کا مطالعہ ہے۔

اس کی صرف ایک اسلامی جہت سے سر دست بحث مقصود ہے کہ شاید وہی اس کی سب سے بڑی شہادت ہے۔ ❶

غیر ایماندار اور بغض معاویہ کے پرستار بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ صحابہ کرام کا دور تھا۔ اکابر صحابہ کی ایک بڑی تعداد اس خلافتِ اسلامی کے دور میں موجود و کارفرما تھی اور دین وحکومت میں کارگذار تھی۔ ان ہی کے ساتھ صحابہ کرام کی دوسری نسل، جن کو اوسط صحابہ کہا جا سکتا ہے، پوری طرح متحرک و فعال تھی۔ اصاغر صحابہ اور دوسرے فرزندانِ صحابہ اور تابعین کے طبقات و افراد بھی اپنے عظیم پیشرؤوں کے نقش قدم پر چل رہے تھے۔ ان طبقاتِ خیر القرون کی موجودگی میں خلافت غیر اسلامی ہو سکتی تھی اور نہ اس کے انتظامی ادارے! وہ خالصۃً اسلامی تھے۔ ❷

صحابہ کرام بالخصوص اکابر صحابہ کے بارے میں بغض و عناد کے ماروں نے عزلت نشینی کا الزام لگایا ہے یا ان کو حکومتی مناصب اور ریاستی عہدوں سے محروم کرنے اور ان کی جگہ فروتر اشخاص کو عہدوں سے نوازنے کا بہتان تراشا ہے۔ اس الزام تراشی، بہتان طرازی اور صحابہ و صحابیت کی عداوت و دشمنی کی قلعی متعدد اہلِ فکر و نظر نے بخوبی کھولی ہے۔ تاریخ کی ٹھوس شہادتوں

❶ تاریخ تہذیب اسلامی، ۲/۱۰۵ و مابعد؛ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فلسفۂ تاریخ کی مختلف بحثیں اور تنقیدی تجزیے؛ سید علی احمد عباسی، امیر المومنین معاویہ، کراچی ۱۹۸۷ء؛ مولانا محمد اسحاق سندیلوی صدیقی، اظہار حقیقت کراچی ۱۹۹۰۔۱۹۹۳، جلد دوم وسوم، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، خلافت وملوکیت دہلی ۱۹۶۹ء اور ان پر صلاح الدین یوسف وغیرہ کے محاکمے۔

❷ مولانا محمد تقی عثمانی، حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۹۸۶ء کے مختلف ابواب ومباحث۔

پر مبنی اور واقعیت و حقیقت پر استوار اس مطالعہ میں ایک اور تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اور وہ ہے خلافتِ معاویہؓ سے صحابہ کرام کی متعدد انتظامی عہدوں اور سرکاری مناصب سے وابستگی۔

انتظامی مناصب پر صحابہ کرام کی تقرری

عہدِ نبوی سے انتظامی عہدوں اور سرکاری مناصب پر صحابہ کرام کی تقرری کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔ حکیمانہ اسلوبِ نبوی اور دور اندیشانہ کارِ محمدی کا ایک زاویہ یہ ہے کہ آپ ﷺ صرف اہلیت کی بنا پر تقرری فرماتے تھے۔ دوسری جہتِ مومنانہ یہ تھی کہ محمدی انتظامیہ میں بوجوہ نوجوانوں اور جوانوں کو ترجیح دی جاتی تھی کہ وہ پر جوش بھی ہوتے تھے، اسی کی ایک تیسری فراست و حکمت عملی پر مبنی جہت یہ تھی کہ اکابر صحابہ کو ان کی اہلیت کے باوجود اپنے پاس رکھتے تھے تاکہ وہ مجلس شوریٰ کے ارکان، دست و بازوئے صدر و سربراہِ مملکت اور مرکزی مقام کے مقتدیٰ و رہنما بن سکیں۔ ❶

خلافتِ راشدہ کے چاروں ادوار۔ عہدِ صدیقی (۱۱/۶۳۲-۱۳/۶۳۴)، عہدِ فاروقی (۱۳/۶۳۴-۲۳/۶۴۴)، عہدِ عثمانی (۲۴/۶۴۴-۳۵/۶۵۵) اور عہدِ علوی (۳۵/۶۵۶-۴۰/۶۶۱) میں ان تینوں جہاتِ تقرری کا اسی طرح لحاظ رکھا گیا کہ وہ وراثتِ نبوی بھی تھی اور وہی صحیح ترین حکمت عملی بھی تھی۔ اموی خلافت کے اولین دور میں بالخصوص اور دوسرے بعد کے ادوار میں بالعموم ان کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا اور پوری پوری رعایت کی گئی۔ ناگزیر اور ضروری وجوہ سے بعض تبدیلیاں بھی کی گئی تھیں جس طرح عہدِ نبوی اور عہدِ خلافتِ راشدہ میں کی گئی تھیں۔ ❷

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں صحابہ کرام کی مناصب پر تقرری کا ایک اور زاویہ بھی ہے اور یہ زاویہ خلافتِ راشدہ کے تمام ادوار کا زاویہ ہے۔ عہدِ صدیقی کے بیشتر عمال و ارکان حکومتِ نبوی دور کے تھے، حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دونوں بزرگ تر پیشرؤوں کے منصب داروں کو برقرار رکھا تھا کہ وہ خالص عطیہ الٰہی تھے۔ خلیفہ سوم

❶ مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو خاکسار کی کتاب: عہدِ نبوی میں تنظیمِ ریاست و حکومت کے مختلف ابواب بالخصوص باب اول۔
❷ تاریخ تہذیب اسلامی جلد دوم کے ابوابِ نظم و نسق، ۷۰ و مابعد

حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے اپنے تینوں پیشروؤں کے عہدیداروں کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ شیخین کی پالیسی اختیار کی۔ خلیفہ چہارم حضرت علی مرتضیٰؓ نے بھی صحابہ کرام کو اپنے انتظامیہ میں خاطر خواہ جگہ دی اور پالیسی کا تسلسل جاری رکھا۔

عمالِ معاویہؓ میں صحابۂ کرام

مشاجراتِ صحابہ کرام کے زمانے میں، جو چوتھی خلافتِ علی مرتضیٰؓ کے پورے عہد کو محیط تھا، حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کے بعض ولاۃ و امراء کا ذکر ملتا ہے جو دراصل ان کے حامی رفقاء اور قصاصِ خون عثمانؓ کے طالب تھے، صحابہ کرام میں سے بعض بزرگوں کا بطور خاص ذکر کیا جاتا ہے کہ ان کی کارکردگی، سیاست اور مہارت ان کا طرۂ امتیاز تھی۔ ان میں سے سب سے عظیم ترین دو صحابی تھے، ۱- حضرت شعبہ بن مغیرہ ثقفی اور ۲- حضرت عمرو بن عاص سہمی قریشی رضی اللہ عنہما۔ یہ دونوں اکابر صحابہ میں بھی خاص مقام کے مالک تھے اور عہد نبوی کے انتظامیہ سے لے کر خلافتِ راشدہ کے تمام ادوار میں اہم ترین مناصب پر فائز رہے تھے۔ حضرت شعبہؓ عامل صدقات اور گورنر و عاملِ صوبہ بھی رہے تھے اور امیرِ فوج بھی۔ حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ ان تمام مناصب پر فائز رہے تھے اور ان کی سب سے بڑی شناخت یہ تھی کہ وہ فاتحِ مصر تھے، اور سیاست و حکمت عملی میں چار "دھاۃ العرب" میں سے ایک تھے۔ ان کی یہ صفت/صفات عہد جاہلی سے معروف تھیں۔ ان کے علاوہ بعض اور بزرگوں کا بھی ذکر ملتا ہے مگر ان کو تکنیکی یا اصطلاحی طور سے اس دور کا عامل معاویہؓ نہیں سمجھا جاتا، حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ عملی طور سے پورے عہد مرتضوی میں دو متوازی خلافتیں قائم تھیں۔ اگرچہ حضرت معاویہؓ اپنی خلافت کے دعویدار نہ تھے، تاہم وہ حضرت علیؓ کو خلیفہ بھی تسلیم نہیں کرتے تھے جس طرح بعض دوسرے اکابر نے نہیں کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ کا یہ دعویٰ بڑا جاندار تھا کہ وہ خلیفہ برحق حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ والی تھے اور اس بنا پر وہ اپنے عہدے پر برقرار بھی تھے۔ اسی بنا پر حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے خلافت مرتضیٰؓ کو غیر مجتمعہ اور غیر متفقہ قرار دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

جدید سیاسیات کی اصطلاح میں وہ dejure اور defacto علاقے تھے: اول الذکر

پر حضرت علیؓ کا تصرف تھا اور موخر الذکر مرتبہ ومقام حضرت معاویہؓ کے زیر تصرف علاقوں کا تھا۔ اس حقیقت کو تمام مسلم مفکرین نے تسلیم کیا ہے۔ ❶

ذیل میں پہلے حضرت معاویہؓ کے صحابی عمال وامراء کی ایک فہرست پیش کی جارہی ہے جو مختلف مآخذ سے ماخوذ ہے۔

فہرست عمالِ معاویہؓ

مورخین اسلام نے بالخصوص اور دوسرے اہل علم وفن نے بالعموم حضرت معاویہؓ کے عمال کے بارے میں لکھا ہے۔ بعض نے ان کی فہرستیں بھی بنائی ہیں۔ مگر ان میں سے تمام کی تمام منتخب عمال اور چیدہ اکابر پر ہی مشتمل ہیں۔ صحابہ کرام کی سوانح وطبقات پر مبنی کتب میں جہاں اور دوسری معلومات ملتی ہیں وہیں ان کی خلافت سے وابستگی بھی ملتی ہے۔ ان میں ابن اثیر کی اسد الغابة فی معرفة الصحابة، ابن عبدالبر قرطبی کی الاستیعاب فی معرفة الاصحاب اور ابن حجر عسقلانیؒ کی الاصابة فی تمییز الصحابة سب سے ممتاز ہیں اور وہ صحابہ کرام کے مختلف ادوار میں مناصب کا بھی ذکر فرماتی ہیں۔ تاریخ اسلام کے بنیادی مآخذ جیسے تواریخ طبری، ابن اثیر، ابن کثیر، مسعودی، یعقوبی وغیرہ اور ثانوی کتب میں بھی ان کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن وہ اتنا جامع اور مفصل نہیں ہے۔

ان میں سے اول الذکر کی پانچوں جلدوں پر مبنی اصحابِ کرام کی ایک فہرست پیش کی گئی ہے۔ وہ اصلاً مصنفِ گرامی کی ترتیب۔ حروفِ تہجی۔ کے مطابق ہے۔ وہ اصلاً صحابہ کرام کی سوانح عمریوں کی فہرست بھی ہے اور کتاب بھی۔ لیکن بسا اوقات کسی صحابی کی سوانح عمری کے ضمن میں کسی اور صحابی کا ذکرِ خیر آجاتا ہے اور ان کے منصب کا بھی، اس پوری فہرست کو جس طرح جمع کیا گیا ہے اسی کے ساتھ یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ دوسرے مصادرِ تراجم صحابہ سے بھی اور کتب تاریخ و سیرت سے بھی ان کی تائید وتصدیق کر لی جائے۔ پہلے ہی تجزیاتی مطالعہ پیش کرنے میں تقریر و تحریر کی دقتیں تو ہیں ہی، یہ الزام بھی لگ سکتا ہے کہ انتخاب وتجزیہ بامقصد ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام میں

❶ شاہ ولی اللہ دہلوی کا فلسفۂ تاریخ، بحث: خلافتِ علیؓ کے انعقاد کا مسئلہ ۲۶۔ ومابعد بالخصوص، ۴۰-۴۳

سے مختلف مناصب پر فائز عمال و کارکنانِ حضرت معاویہ کا بالترتیب ذکر کیا جارہا ہے اور ان کے آگے ہر ایک کے ساتھ ان کے مآخذ کی نشاندہی بھی کی جارہی ہے تاکہ معلومات کی اصل منابع سے تصدیق کرلی جائے۔اس سے تجزیاتی اور تنقیدی بحث کو سمجھنے میں کافی مدد ملے گی۔

فہرست صحابہ درعمالِ معاویہؓ

⊙ حضرت احوص بن عبد بن امیہ عبشمیؓ   عامل بحرین   (اسدالغابہ ۱/۵۵: اصابہ ۵۲)

⊙ حضرت اسود بن ابی البختری عاص بن ہاشم اسدی   مشیر معاویہ/ حاکم مدینہ۔ (اسد ۱/۸۲: اصابہ ۱۴۹-۱۵۰)

⊙ حضرت اسید بن ظہیر حارثی اوسیؓ   عامل یمامہ   (اسدالغابہ ۱/۹۳، اصابہ-۱۸۸)

مشہور انصاری صحابی حضرت رافع بن خدیجؓ کے چچازاد بھائی تھے۔ان کے دو بھائی انس بن ظہیر اور عباد بن بشر (مادری) تھے، خلافت عبدالملک میں کسی وقت وفات پائی۔

⊙ حضرت اشعث بن قیس کندیؓ (م ۴۲/۶۶۲)   امیر وسالار   (اسد ۱/ ۹۷-۹۸، اصابہ-۲۰۵)

⊙ حضرت بسر بن ارطاۃ کنانیؓ   عامل/ والی، امیر جیش   (اسد ۱/۸۲، ۱۸۰: اصابہ-۶۴۲)

ابوعبدالرحمٰن کنیت تھی، اہل شام میں شمار تھا، ۸ھ/ ۶۳۰ کی ولادت ہے۔خلافت فاروقی میں عامل رہے اور حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ کی فتح مصر میں ایک افسر کمک تھے۔صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے اور بعد میں ان کے دور میں والی رہے طبری، ۵/ ۱۶۷: ولایت بصرہ۔

⊙ حضرت جبلہ بن عمرو انصاری   امیر جیش، حضرت معاویہ بن خدیج کے ساتھ جہاد افریقیہ میں (۵۰ھ) تھے   (اسد ۱/ ۲۶۹، اصابہ-۱۰۸۱)

⊙ حضرت تمیم بن اسید عدوی/ عبدمناۃ   م ۴۴ھ/ ۶۶۴   (اسد ۱/ ۲۱۴: اصابہ-۸۳۵)

نزیل بصرہ، بجستان کی مہم میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ کماندار تھے اور فضلاء صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔

⊙ حضرت جنادہ بن ابی امیہ ازدی زہرانی   امیر البحر   (اسد ۱/ ۲۹۷: اصابہ-۱۲۰۱)

والد ماجد کا نام مالک تھا یا کثیر۔دونوں صحابی بھی تھے اور فتح مصر میں شریک رہے، غزوۂ روم کے ایک کماندار و امیر البحر، خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ کے زمانے سے خلافتِ یزید تک امیر البحر روم میں رہے، صغار صحابہ میں تھے اور راوی حدیث۔ ۸۰ھ/ ۶۹۹ میں وفات پائی۔

⊙ حضرت حابس بن سعد طائی قاضی حمص/امیر معاویہ صفین (اسد ۱/۳۱۴: اصابہ ۱۳۵۶)

⊙ حضرت حارث بن حاطب جمحیؓ والی مساعی حضرت مروان امیر مدینہ (اسد ۱/۲۲۲: اصابہ-۱۳۹۰)

برادر محمد کے ساتھ حبشہ میں پیدا ہوئے تھے دورانِ ہجرت حبشہ، بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عامل بھی رہے۔ خلافت معاویہ میں حضرت مروان بن حکم امویؓ نے اپنی امارت مدینہ کے دوران ان کو والی مساعی مقرر فرمایا۔

⊙ حضرت حارث بن عبداللہ بن ابی ربیعہ والی مکہ (ابن سعد ۵/۵۱ ومابعد)

حضرت عبدالرحمٰن بن زید عدوی کے بعد خلافت یزید میں والی مکہ مقرر کئے گئے تھے۔

⊙ حضرت حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمی والی بصرہ (اسد ۱/۳۵۰: اصابہ-۱۵۰۰)

عہد نبوی میں جدہ کے والی تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کسی بنا پر معزول کر دیا تھا مگر حضرت عثمانؓ نے پھر والی بنادیا اور بعد میں وہ بصرہ منتقل ہوگئے۔

⊙ حضرت حبیب بن مسلمہ فہری قرشی امیر لشکر، والی آرمینیہ (اسد ۱/۳۷۴: اصابہ-۱۶۰۰)

حضرت عیاض بن غنم فہری کے بعد جزیرہ، آرمینیہ، اذربیجان کے والی خلافت فاروقی عثانی میں، شامی تھے، خلیفہ سوم کے زمانہ محصوری میں حضرت معاویہؓ نے امیر جیش بنا کر مدینہ منورہ بھیجا تاکہ وہ ان کی حفاظت کر سکیں، مگر خلیفہ سوم کی شہادت کے بعد مدینہ پہونچے، حضرت معاویہؓ کے تمام معرکوں میں شریک وامیر جیش رہے، عہد معاویہ میں والی آرمینیہ رہے۔ روم پر غزوات اموی کے پر جوش امیر و غازی کے سبب حبیب الدروب اور حبیب الروم بھی کہا جاتا تھا۔ وفات در آرمینیہ ۴۲/۶۶۲۔

⊙ حضرت حجر بن یزید کندیؓ والی آرمینیہ (اسد ۱/۳۸۷: اصابہ-۱۶۳۱)

واقعہ تحکیم میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، بعد میں حضرت معاویہؓ کے رفیق و امیر بن گئے اور والی ہوئے۔

⊙ حضرت حکم بن عمرو غفاریؓ عامل خراسان (اسد ۲/۳۶-۳۷: اصابہ-۱۷۸۴)

حضرت رافع بن عمرو غفاری نفیلی کے برادر تھے، وفات نبوی کے بعد بصرہ میں سکونت اختیار کر لی، در خلافت فاروقی۔ زیاد بن ابی سفیان امویؒ نے خراسان کا والی بلا طلب مقرر کیا۔

حضرت انس بن ابی ایاسؓ کے جانشین امیر خراسان تھے وہ امیر بصرہ بھی رہے حضرت زیاد کی طرف سے اوران کی غیر حاضری میں، ۵۰/۶۷۰ میں وفات پائی۔ ❶

⊙ حضرت حمل بن سعد کلبیؓ امیر جیش (اسد ۲/ ذکر نہیں ہے؛ اصابہ ۱۸۳۰)

وفد قوم میں حاضر ہوئے تو لواء نبوی سے سرفراز کئے گئے۔ اس لواء نبوی کے ساتھ حضرت معاویہ کے ساتھ صفین میں تھے۔ اس سے قبل حضرت خالد بن ولید مخزومیؓ کی تمام جنگوں میں شریک افسر رہے تھے۔ نام میں اختلاف ہے، زمل بن عمرو عذری تھے مگر یہ دوسرے بزرگ ہیں اوراسی طرح جنگ صفین میں لواء نبوی کے ساتھ شریک تھے: (اسد ۲/ ؛ اصابہ۔ ۲۸۱۶)

⊙ خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید۔ وفات زیاد کے بعد ان کے نائب والی کوفہ بصرہ، یعقوبی

⊙ حضرت خالد بن عرفطہ لیثی / عذریؓ امیر جیش (اسد ۲/ ۸۷-۸۸؛ اصابہ ۲۱۸۲)

والی کوفہ حضرت سعد بن ابی وقاص زہریؓ کے جانشین امیر کوفہ رہے، خلافت فاروقی / عثمانی کے دوران۔ خلافت معاویہ میں ابن ابی الحوساء کے خلاف سالار لشکر بنائے گئے۔

⊙ حضرت خلید بن عبداللہ حنفی امیر وسالار (اسد ۵/ ۱۱۴ (دیگر صحابی کا خاکہ))

زیاد بن ابی سفیان اموی گورنر بصرہ-کوفہ نے تقرری کی تھی۔ یعقوبی ۲/ ۲۳۷، اسلم بن زرعہ کے بعد والی بنے اور خلافت معاویہ میں آخری والی خراسان تھے۔

⊙ حضرت ربیع بن زیاد حارثی امیر والی خراسان / سجستان (اسد ۱/ ۳۸۶، اصابہ ۲۵۷۷)

خلافت فاروقی میں مناذر کی فتح ۱۷ھ/ ۶۳۸ میں سالار فاروقی، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے نائب سالار وفاتح۔ خلافت معاویہ میں عامل سجستان رہے اور حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ امیر کوفہ / بصرہ کی طرف سے سالار جیش اور ترکوں سے جہاد کرتے رہے۔ حضرت زیاد بن ابی سفیان امویؓ نے خراسان کا عامل مقرر کیا، بلخ کے غازی وفاتح تھے۔ اس زمانے میں حضرت حسن بصریؓ ان کے کاتب رہے تھے۔ غنائم میں سونے چاندی کے بیت المال کے لئے خاص

---

❶ یعقوبی ۲/ ۲۲۲: وکتب معاویة الیٰ زیاد بن ابی سفیان: ان قبلک رجلا من اصحاب رسول اللہ ﷺ فوله خراسان، وهو الحكم بن عمرو الغفاری، فولاه زیاد خراسان، فقدمها سنة ۴۴... وكان المهلب مع الحكم بن عمرو فی ذلك الوقت.

کرنے پر حضرت معاویہ وزیاد سے اختلاف کیا۔ اور حضرت حجر بن عدی رضی اللہ عنہ کے قتل کی خبر سن کر اسی مجلس میں صدمہ سے وفات پائی۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی وفات کے بعد عامل کوفہ و بصرہ بھی رہے تھے۔ ❶

⊙ حضرت ربیعہ بن الغاز جرشیؓ مفتی خلافت معاویہؓ (اسد ۲/۱۷۰ اصابہ-۲۶۱۸)

صحابیت پر اختلاف ہے تاہم ان کی فقاہت سے کسی کو انکار نہیں، مرج راہط کی جنگ ۶۴/۶۸۴ میں مقتول ہوئے۔

⊙ حضرت ربیعہ بن شرحبیل بن حسنہ کندی امیر جیش (اسد ۲/۱۶۹؛ اصابہ)

حضرت عمرو بن العاص سہمی فاتح و والی مصر کے امیر جیش رہے۔ فتح مصر میں ان کے شریک رہے اور مصر میں مقیم ہوئے، یکین نامی مقام کے والی بنائے گئے۔

⊙ حضرت رویفع بن ثابت بخاری خزرجیؓ والی طرابلس الغرب (اسد ۲/۱۹۱؛ اصابہ-۲۶۹۹)

اہل مصر میں شمار ہوتے ہیں۔ حضرت معاویہؓ کے حکم سے غزوہ افریقیہ میں حصہ لیا اور افسر جیش بھی رہے تھے۔ پھر طرابلس کی فتح کے بعد اس کے گورنر/ والی بنائے گئے۔ شام میں وفات پائی۔

⊙ حضرت ابوالدرداءؓ صحابی جلیل/ قاضی دمشق (ابن کثیر ۸/۱۴۵ و مابعد)

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے سے حضرت ابوالدرداء قاضی معاویہ تھے۔ اپنی وفات کے وقت انھوں نے حضرت معاویہؓ کو مشورہ دیا کہ ان کے بعد وہ حضرت فضالہ بن عبید کو قاضی بنائیں اور انھوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت فضالہ کی وفات کے بعد ابوادریس خولانی کو قاضی دمشق بنایا۔

⊙ حضرت سعید بن العاص بن سعید بن العاص امویؓ عامل مدینہ (اسد ۱/۲،۳۷/۲؛ ۱۵؛ اصابہ ۳۲۶۸)

اشراف قریش میں سے تھے، مصاحف عثمانی کے نگران اعلیٰ تھے، حضرت عثمانؓ کے زمانے میں والی کوفہ رہے، فاتح طبرستان وغیرہ، خلافت معاویہؓ کے بعد تعاون کیا، حضرت

❶ نیز خا کہ حضرت عبداللہ بن سمرہ عبشمیؓ ۳/ ۲۹۸ یعقوبی ۲/۲۲۲ و مابعد: وتوفي الحكم بن عمرو، فولى زياد مكانه الربيع بن زياد الحارثي ...

مروانؓ کے بعد والی مدینہ بنے۔ ۶۷۹/۵۹ میں وفات پائی، فرزندوں میں عمرو الاشدق معروف ہوئے۔ ❶

⊙ حضرت سائب بن خلاد بن سوید خزرجیؓ عامل یمن (اسد ۱۲۱/۲ اصابہ ۳۰۶۲)

ابو سہلہ کنیت تھی، راوی حدیث حضرت خلادؓ کے فرزند تھے، ۷۱۰/۹۱ میں وفات پائی۔ بقول واقدی، خود بھی صاحب حدیث تھے۔

⊙ حضرت سفیان بن عوف اسلمی/ غامدی عامل صوائف (اسد ۲/ ذکر نہیں ہے؛ اصابہ ۳۳۲۳)

صحابی اور جود وسخا میں ممتاز تھے، انبار وغیرہ میں حضرت علی کے امیر لشکر رہے، بعد میں عامل معاویہ بنے۔ ۶۷۳/۵۳ میں وفات پائی۔

⊙ حضرت سفیان بن مجیب ثمالیؓ عامل بعلبک (اسد ۳۲۱/۲: اصابہ-۳۳۲۸)

شریک حجۃ الوداع تھے، طرابلس میں امیر جیش بھی خلافت معاویہ میں رہے اور عامل بعلبک بھی بنائے گئے۔ وہ حضرت معاویہؓ کے عزیز بھی بن گئے تھے کہ ان سے حضرت معاویہ نے حضرت حفصہ بنت امیہ بن حرب رضی اللہ عنہا کی شادی کی تھی۔ جو ان کی پھوپھی لگتی تھیں۔

⊙ حضرت سفیان بن وہب خولانیؓ امیر جیش (اسد ۳۲۳/۲: اصابہ-۳۳۳۲)

حجۃ الوداع میں شریک رہے تھے اور وفد قوم میں حاضر خدمت نبوی ہوئے تھے۔ مصر، افریقیہ کی فتح میں شریک رہے اور مغرب میں قیروان میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ بعد میں حضرت عبدالعزیز بن مروان کے زمانۂ امارت مصر میں/ خلافتِ عبدالملک بن مروان میں افریقیہ کے والی بھی رہے، ابو ایمن کنیت تھی، راوی حدیث ہیں، ۷۰۱/۸۲ میں وفات پائی۔

⊙ حضرت سمرہ بن جندب فزاریؓ نائب والی کوفہ وبصرہ (اسد ۳۵۴/۲: اصابہ-۳۴۷۵)

ابو سعید کنیت تھی، ساکن بصرہ، غزوہ احد سے شریک مشاہد نبوی رہے، والی کوفہ زیاد بن ابی سفیان اموی کی غیر حاضری میں کوفہ و بصرہ میں نائب والی رہتے اور دونوں شہروں میں

---

❶ ابن سعد ۵/ ۳۰-۳۵: حضرت سعید بن العاص مدینہ کے دوبار والی رہے۔ جس طرح حضرت مروان دوبار رہے تھے اور دونوں ایک دوسرے کے جانشین بنے تھے، حضرت حسن بن علیؓ نے ان کی دوسری امارت مدینہ میں وفات پائی تھی اور حضرت سعید ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

میر/والی کی مانند چھ چھ ماہ قیام رکھتے تھے۔ فضلاء صحابہ میں تھے، بصرہ میں ۵۹/۶۷۹ میں وفات پائی۔

⊙ حضرت سنان بن سلمہ ہُذلیؓ عامل وامیر غزوات ہند (اسد ۲/۳۵۸؛ اصابہ-۳۴۹۸)

حضرت معاویہؓ کے سالار غزوات ہند، حضرت عبداللہ بن سوارؓ کی وفات کے بعد ۵۰ھ میں سالار جیش بنے۔ حضرت حجاج بن یوسف ثقفیؒ کے آخری ایام میں وفات پائی۔ ان ہی کے نامزد سالار تھے۔ یعقوبی ۲/۲۳۴: ابن سوّار بن ہمام ثغر الھند کو بھیجا پھر سنان بن سلمہ ہذلی کو مقرر کیا جو مکران تک پہونچے۔ پھر راشد بن عمرو جدیدی ازدی کو مقرر کیا جو بلاد سند میں شہید ہوئے۔ ۲/۲۳۶: منذر کی وفات کے بعد سنان بن سلمہ کو مقرر کیا۔

⊙ حضرت سہل بن الحنظلیہ/ الربیع اوسیؓ ندیم خلیفہ (اسد ۲/۳۶۴؛ اصابہ-۳۵۲۵)

ماں حنظلیہ کی طرف نسبت سے معروف تھے، والد ماجد کا نام الربیع تھا۔ بیعت رضوان میں شریک تھے اور عالم و فاضل تھے۔ کثیر الصلوٰۃ اور عزلت گزیں اور ذاکر تھے۔ دمشق میں سکونت اختیار کر لی تھی اور حضرت معاویہؓ کی مجالس میں شریک ہوئے تھے۔

⊙ حضرت شرحبیل بن السمطؓ کندی امیر حمص (اسد ۲/۳۹۲؛ اصابہ-۳۸۷۰)

ابو یزید کنیت تھی، حضرت علیؓ کے مخالف اور حضرت معاویہؓ کے حامی تھے اور ان کے ساتھ تمام مشاہد میں شریک رہے۔ حضرت علیؓ کی مخالفت کرنے کے سبب ان کا بہت اثر پڑا، شریک قادسیہ تھے اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے ایک امیر بھی، فاتحِ حمص اور اس کے گورنر بنے۔ ان کی ولایت حمص کی مدت بیس سال کے قریب ہے یعنی خلافتِ فاروقی سے خلافت معاویہ تک حمص میں ہی رہے ۴۰/ میں وفات پائی۔ وہ حضرت اشعث بن قیس کندیؓ کے ساتھ آنے والے ساٹھ نفری وفد میں شامل تھے۔

⊙ حضرت شریح بن حارث کندیؒ قاضی کوفہ (اسد ۲/۳۹۴؛ اصابہ-۳۸۸۰)

رویت نبوی نہیں اس لئے صحابیت پر اختلاف ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے سے حجاج ثقفی کے زمانۂ ولایت تک ساٹھ سال مسلسل قاضی رہے۔ بصرہ کے بھی قاضی رہے۔ تاریخِ

وفات میں اختلاف ہے، ۸۷ھ/۷۰۶ راجح ہے۔ طبری ابن کثیر ۸/۲۴

⊙ حضرت شریح نائب والی اذربیجان (اسد ۴/۳۹۵؛ اصابہ۔)

حضرت اشعث بن قیس کندیؓ والی اذربیجان کے نائب رہے تھے۔

⊙ حضرت ضحاک بن قیس فہری قرشی امیر شرطہ/کوفہ (اسد ۳/۳۷؛ اصابہ۔۴۱۶۹)

مشہور صحابیہ حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کے برادر اصغر تھے۔ حضرت معاویہؓ کے انتہائی وفادار امیر و سالار تھے۔ عامل شرطہ رہے اور حضرت زیاد بن ابی سفیان امویؓ کے بعد امیر کوفہ بنے: ۵۳ تا ۵۷/۶۷۳-۶۷۷۔ حضرت معاویہؓ کی نماز جنازہ کے امام تھے۔ بعد میں یزید بن معاویہ کے حامی، سالار اور امیر رہے اور تا حیات ان کا ساتھ دیا۔ جنگ مرج راہط میں شہادت پائی، نصف ذی الحجہ ۶۴ھ/ جولائی ۶۸۴ کو۔ (یعقوبی ۲/۲۳۸): حضرت معاویہؓ کے غالب مشیر تھے اور امیر شرطہ بھی تھے۔

⊙ حضرت عبداللہ بن الاحوص عبشمیؓ عامل بعض شام (اسد ۳/× نیز اسد ۱/۵۵)

⊙ حضرت عبداللہ بن حازم سُلمی امیر خراسان (اسد ۳/۱۴۸؛ اصابہ-۴۶۴۱)

صحابیت میں اختلاف۔ امام حاکم نے خراسان کے صحابہ میں شمار کیا ہے۔ فاتح سرخس در ۶۴ر متعدد غزوات و حروب میں امیر رہے۔ حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے نیز عامل خلافت عثمانی میں۔ یعقوبی ۲/ ۲۱۷ امیر و سالار خراسان حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ کے ساتھ: فتح بلخ و کابل؛ نائب امیر خراسان از عبشمیؓ

⊙ حضرت عبداللہ بن خالد بن اسید اموی امیر فارس (اسد ۳/۱۴۹؛ اصابہ-۴۶۴۲)

صحابیت میں اختلاف۔ حضرت عتاب بن اسید امویؓ نبوی عامل مکہ کے برادر زادہ تھے۔ زیاد بن ابی سفیان اموی نے امیر فارس مقرر کیا۔ زیاد کی وفات کے بعد امیر بصرہ اور جانشین زیاد۔ حضرت معاویہؓ نے بحال رکھا۔

⊙ حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمیؓ امیر/ والی بصرہ/ فارس (اسد ۳/۱۹۲؛ اصابہ-۴۷۰۰)

خلافت عثمانی میں بصرہ کے والی مقرر ہوئے ۲۹/ میں جبکہ عمر ۲۴-۲۵ سال تھی۔

حضرت عثمانؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ جواد، سخی، کریم، حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کے بعد والی فارس بھی بنے۔ خراسان کے فاتح وسالار اور اطراف فارس و سجستان کرمان و زابلستان/غزنہ کے فاتح وسالار تھے۔ دمشق میں واقعہ جمل کے بعد قیام پذیر ہوئے۔ حضرت معاویہؓ نے باصرار والی بصرہ مقرر کیا۔ صرف تین سال کے لئے قبول فرمایا۔ ۵۷/ ۵۸/ ۶۷۶-۶۷۷ میں وفات پائی۔ حضرت ابن زبیرؓ کو اپنا وصی مقرر کیا۔ (یعقوبی ۲/ ۲۱۷): امیر بصرہ: ۴۲ھ/۶۶۲ عامل/امیر ووالی کوفہ۔

طبری ۵/ ۱۷۰: ولایت بصرہ وفتوحات سجستان وخراسان؛ (ابن سعد ۵/ ۴۴-۴۹) حضرت معاویہؓ سے ایک سال قبل وفات پائی۔

⊙ حضرت عبداللہ بن عقیل الثقفی نائب امیر وسالار وفاتح خوارزم۔ (یعقوبی ۲/ ۲۲۲) حضرت ربیع بن زیاد حارثی کی امارت میں۔

⊙ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سہمیؓ سالار ووالی بصرہ/مصر (اسد ۳/ ۲۳۴: اصابہ-۴۸۴۷)

عظیم ترین اور متقی ترین صحابہ میں شمار تھا، فاضل و عالم اور راوی حدیث تھے۔ فتح مصرو فتح شام میں شریک رہے، اور غزوہ یرموک میں علمبردار بھی تھے۔ افسر وسالار فوج فاروقی رہے۔ صفین میں والد ماجد کے ساتھ حضرت معاویہؓ کے حامی بھی تھے اور میمنہ کے افسر بھی تھے۔ مصر میں والد ماجد کے نائب والی بھی رہے۔ خلافت معاویہ میں۔ تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ تاہم ۶۳/ کو ترجیح ہے۔ نیز (یعقوبی ۲/ ۲۲۲)۔ "۴۳ھ، فاقر معاویة ابنه عبداللّٰه بن عمرو. ثم عزل معاویة عبداللّٰه بن عمرو، و ولّی اخاه عتبة بن ابی سفیان مصر."

⊙ عبداللہ بن عمرو بن العاص سہمی، بصرہ کے والی بھی رہے اور ان کے بعد حضرت سمرہ بن جندب والی بصرہ بنے تھے اور چند ماہ عبیداللہ بن زیاد والی بصرہ بنائے گئے۔

⊙ حضرت عبداللہ بن قرط ازدی ثمالیؓ عاملِ حمص (اسد ۳/ ۲۴۳: اصابہ-۴۸۹۱)

صحابی تھے، یرموک اور فتح دمشق میں شریک رہے۔ امیر دمشق حضرت یزید بن ابی سفیان اموی والی فاروقی کے سفیر بھی رہے۔ پھر حضرت ابوعبیدہ بن جراح فہریؓ نے بھی اسی

عہدہ پر مقرر کیا۔ حضرت معاویہ نے حمص کا عامل مقرر کیا، ارض روم میں شہید ہوئے۔ ۵۶/۶۷۶ میں۔

⊙ حضرت عبداللہ بن نوفل بن حارث ہاشمیؓ قاضی مدینہ (اسد ۳/۲۶۹؛ اصابہ-۵۰۰۴)

حضرت مروان بن حکم اموی امیر مدینہ نے قاضی مدینہ مقرر کیا خلافت معاویہ میں۔ ابو محمد کنیت تھی۔ عالم فاضل اور مشابہ نبوی تھے۔ ۸۴/۷۰۳ میں مدینہ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات پر اختلاف بھی ہے۔

⊙ حضرت عبداللہ بن ابی قتادہؓ والی صائفہ (اسد ۵/۲۷۵ (خاکہ دیگر صحابی))

⊙ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی الحکم عامل موصل (اسد الغابہ ۴/۱۰۰)

دوسرے صحابی کے خاکہ میں ان کا ذکر خیر ہے۔

⊙ حضرت عبدالرحمٰن بن ام الحکم/عبداللہ ثقفیؓ عامل کوفہ (اسد ۳/۲۸۷؛ اصابہ-×)

حضرت معاویہؓ کے بھانجے تھے، ام الحکم بنت ابی سفیان کی طرف منسوب تھے۔ والد ماجد عبداللہ بن عثمان ثقفی تھے۔ ۵۷/ ۶۷۷ میں حضرت معاویہؓ نے حضرت نعمان بن بشیر انصاری کی معزولی کے بعد عامل کوفہ بنایا۔ متعدد بار والی بنے، عامل جزیرہ بھی رہے۔ روم پر ۵۳/۶۷۳ میں حملہ کے افسر تھے۔ حضرت مروان بن حکم امویؓ کے خلیفہ بنانے کے داعی تھے۔ صحابیت پر اختلاف ہے۔ نیز (یعقوبی ۲/۲۳۱)۔

⊙ حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید مخزومیؓ امیر و سالارِ روم/حمص (اسد ۳/۲۸۹؛ اصابہ-)

مشہور و معروف صحابی سالارِ نبوی و خلافتِ راشدہ کے فرزند عظیم تھے اور اپنی ذات سے بھی بہادر و شجاع تھے اور صاحب جود و سخا بھی۔ حضرت معاویہؓ کے ساتھ صفین میں ایک فوج/ بازو کے سالار تھے اور اس سے قبل یرموک وغیرہ میں کارنامے دکھا چکے تھے۔ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں متعدد مہموں اور غزوات کے سالار و امیر رہے اور بڑے معرکے اور کارنامے انجام دیئے، ان میں رومی غزوہ میں بھی امیر و عامل حضرت معاویہؓ تھے۔ اہل حمص کے محبوب ترین امیر رہے تھے۔ نامزدگی یزید کے مخالف تھے۔ ۴۷/ ۶۶۷ میں وفات پائی۔

⊙ حضرت عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب عدوی والی مکہ (ابن سعد ۵/۴۹-۵۰)

حضرت عمرؓ کے بھتیجے تھے۔ خلافت یزید میں مکہ مکرمہ کے والی رہے لیکن حضرت ابن زبیرؓ سے روابط کی وجہ سے معزول کیے گئے۔

⊙ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ عبشمیؓ امیر سجستان (اسد ۳/۲۹۸؛ اصابہ ۵۱۳۵)

فتح مکہ میں مسلمان ہوئے، اصل نام عبدالکعبہ تھا۔ بصرہ میں سکونت اختیار کرلی تھی، امیر بصرہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے سالار جیش مقرر کیا۔ ۳۳/۶۵۳ میں خلافت عثمانی میں سجستان فتح کیا اور نائب امیر بھی رہے۔ عہد خلافت معاویہؓ میں والی بصرہ حضرت عبداللہ بن عامرؓ نے ان کو عامل سجستان مقرر کیا: ۴۲/۶۶۲ میں فتح سجستان اور دوسرے علاقوں کی فتوحات میں ان کے ساتھ اہم شخصیات تھیں: حسن بصری، مہلب بن ابی صفرہ ازدی، قطری بن فجاءۃ: ۴۳/۶۶۳ میں فتح زرنج، زابلستان وغیرہ میں بھی یہ شریک رہے۔ ۴۶/۶۶۶ میں سجستان سے معزول ہوئے اور بصرہ میں ۵۰-۵۱/۶۷۰-۶۷۱ میں وفات پائی۔ سکۃ البصرۃ اور سکۃ السمرہ ان کی طرف منسوب ہے کہ اس کے بانی تھے۔ حسن بصری و ابن سیرین ان کے راوی ہیں۔ (نیز یعقوبی ۲/۲۱۷): عامل خراسان، فتح بلخ و کابل امیر و سالار حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز)

⊙ حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن زید انصاریؓ سالار و امیر شام (اسد ۳/۴۷۸؛ اصابہ ۵۱۳۹)

عظیم ترین صحابہ میں شمار، بدری تھے اور تمام مشاہد نبوی میں شریک۔ خلافت فاروقی میں حضرت عتبہ بن غزوانؓ کی وفات کے بعد عامل بصرہ بھی رہے، حضرت عثمانؓ کے زمانے میں غازی اور امیر جیش رہے۔ اور خلافت معاویہؓ میں بھی امیر جیش رہے اور امیر شام بھی تھے۔

⊙ حضرت عبیداللہ بن ابی بکرۃ عامل بصرہ/ نائب زیاد (یعقوبی ۲/۲۳۲)

⊙ حضرت عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمیؓ امیر حج (اسد ۳/۴۴۰؛ اصابہ-۵۳۰۵)

رسول اکرم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کے دوسرے عظیم فرزند جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ جود و سخا میں ضرب المثل صاحب صفات و کمالات، خلافت حضرت علیؓ میں امیر حج بھی رہے اور عاملِ یمن بھی تھے۔ کئی برس امارت حج کا فریضہ انجام دیا۔

بعد میں خلافت معاویہ میں بھی امیر حج مقرر کئے گئے۔یمن میں مدتوں رہے۔مدینہ میں وفات پائی۔بیشتر کے نزدیک خلافت یزید میں اور بعض کے نزدیک ۵۸/ ۶۷۸ میں۔

⊙ حضرت عبیداللہ بن عمر بن خطاب عدویؓ امیر وسالار جیش (اسد ۳/۳۴۳: اصابہ)

خلیفہ دوم کے دوسرے فرزند گرامی، قریشی بہادروں میں شمار، حضرت معاویہؓ کے ساتھ صفین میں شریک تھے اور افسر خیل تھے، واقعہ صفین میں۔ ربیع الاول ۳۷/ ۶۵۷ میں شہادت پائی۔

⊙ حضرت عتبہ بن ابی سفیان امویؓ امیر مصر (اسد ۳/ ۳۶۱: اصابہ)

حضرت معاویہ کے برادر خورد تھے، صحابی تھے، فاروقی خلافت میں امیر طائف رہے۔ اور خلافت معاویہؓ میں حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ کی وفات کے بعد امیر مصر مقرر کئے گئے، وفات ۴۴/ ۶۶۴ تک مقیم مصر رہے اور امیر علاقہ بھی۔ عظیم ترین خطباء عرب میں شمار تھا۔ صفین میں بھی سالار معاویہ تھے اور تحکیم میں بھی ان کا قائدانہ کردار تھا۔ واقعہ جمل میں اس سے قبل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ فوج کے ایک افسر تھے اور اسی میں ایک آنکھ شہید ہوئی تھی۔

نیز یعقوبی ۲/ ۲۲۲ و مابعد: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی معزولی کے بعد ۴۳/ ۶۶۳ میں والی مقرر ہوئے۔

⊙ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ امیر غزوات (اسد ۳/ ۳۷۲: اصابہ-۵۴۴۳)

وفد ثقیف میں ۹/ ۶۳۱ میں آمد پر اسلام قبول کیا۔ بیس اکیس سال کی عمر میں طائف کے امیر نبوی مقرر کئے گئے۔ خلافت صدیقی و فاروقی میں بھی عامل و امیر طائف رہے۔ فضلاء صحابہ میں تھے۔ سکونت بصرہ کے بعد امارت فوج پر فائز رہے، اور غزواتِ سالانہ میں قیادت کرتے رہے تا آنکہ خلافتِ معاویہ میں وفات پائی۔ حضرت حسن بصری ان کے راوی ہیں۔

⊙ حضرت عدی بن عمیرہ کندیؓ امیر وسالار (اسد ۳/ ۳۹۶: اصابہ-۵۴۵۹)

عثمانی تھے اور کوفہ میں حضرت عثمانؓ پر سب وشتم سن کر ترک وطن کر کے حضرت معاویہؓ کے پاس شام چلے گئے، حضرت معاویہؓ کے صفین میں شریک افسر تھے اور بعد میں اقطاعات پائے۔ خلافت معاویہؓ میں وفات پائی۔

⊙ حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ　　والی مصر و سالار　　(اسد ۳/۴۱۷؛ اصابہ-۵۶۰۳)

بیعت ہجرت کرنے والے صحابی، اصحاب معاویہ میں تھے اور صفین میں شریک رہے اور افسر/ سالار جیش بھی تھے۔ مصر میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے ان کو مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ خلافت فاروقی میں افسر برید تھے اور فتوحات میں شریک رہے تھے۔ اور عظیم ترین قاری قرآن تھے۔

⊙ حضرت علقمہ بن جنادہ ازدی حجریؓ　　امیر البحر　　(اسد ۴/۱۱؛ اصابہ-۹۶۶۴)

صحابی تھے اور فتح مصر میں شریک و سالار تھے۔ خلافت معاویہؓ میں امیر البحر مقرر ہوئے۔

⊙ حضرت علقمہ بن رمثہ بلویؓ　　سالارِ جیش　　(اسد ۴/۱۲؛ اصابہ-۵۶۷۱)

بیعت رضوان میں شریک تھے اور فتح مصر میں بھی۔ حضرت عمرو بن العاص کے صاحب اور سالار تھے "حروب فتنہ میں"۔

⊙ حضرت علقمہ بن یزید مرادیؓ　　والی اسکندریہ　　(اسد ۴/۱۵؛ اصابہ-۵۶۸۳)

وفد قوم میں حاضر خدمت ہوئے، فتح مصر میں شریک تھے۔ حضرت عتبہ بن ابی سفیان امویؓ والی مصر نے والی اسکندریہ مقرر کیا تھا۔

⊙ حضرت عمرو بن حریث مخزومیؓ　　والی کوفہ　　(اسد ۴/۹۷؛ اصابہ-۵۸۱۰)

کنیت ابو سعید تھی، برادر حقیقی سعید بن حریث کے ساتھ صحبت نبوی سے مشرف ہوئے، کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور اولین قریشی صاحب دار تھے اور مالدار ترین شخص بھی۔ بنوامیہ کے حامی رہے اور ان کے زمانے میں والی کوفہ بھی رہے۔ اس سے قبل قادسیہ میں حصہ لیا تھا۔ برکت کی دعائے نبوی سے سرفراز تھے۔ ۸۵/۷۰۴ میں وفات پائی۔ اولاد کوفہ میں رہی۔

⊙ حضرت عمرو بن سفیان سُلمیؓ　　سالار　　(اسد ۴/۱۰۹؛ اصابہ-　　)

صحابیت پر اختلاف ابوالاعور کے نام و کنیت سے زیادہ مشہور۔ اعیان حضرت معاویہ میں، صفین میں ایک سالار۔

⊙ حضرت عمرو بن العاص سہمی قرشی　　والی مصر و سالارِ جیش　　(اسد ۴/۱۱۷؛ اصابہ-۵۸۸۴)

عظیم ترین صحابہ اور عظیم ترین دھاۃ العرب میں شمار تھا۔صلح حدیبیہ کے بعد اسلام قبول کیا اور امیر جیش نبوی رہے، اور عامل صدقات و والی بھی رہے۔فتوحات شام میں امیر و سالار صدیقی رہے اور خلافت فاروقی میں فاتح و والی فلسطین و مصر رہے۔خلافت عثمانی میں بھی والی مصر چار سال تک رہے۔حضرت معاویہؓ کے دست و بازو بنے اور مصر کو حضرت معاویہ کے لئے دوبارہ فتح کیا اور بنی وفات ۴۳-۴۷/ ۴۸ یا ۵۱/ ۶۶۳-۶۷۱ تک اس کے والی و گورنر رہے۔ان کے بعد ان کے فرزند حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سہمی والی مصر بنے۔اور ان کی معزولی کے بعد حضرت عتبہ بن ابی سفیان مصر کے گورنر بنے تھے۔نیز یعقوبی ۲/ ۲۲۱ و مابعد:
وکانت مصر والمغرب لعمروبن العاص طعمة شرطها له يوم بويع.. وولى عمر وبن العاص مصر عشر سنين، منها لعمربن الخطاب اربع سنين و لعثمان بن عفان اربع سنين الاشهرين، ولمعاوية سنتين وثلاثة اشهر وتوفي وله ثمان وتسعون سنة.... وتوفي عمرو ليلة الفطر سنة ۴۳." ۲/ ۲۳۸ غالب مشیر خلیفہ۔

⊙ حضرت عمرو بن غیلان ثقفی امیر بصرہ (اسد ۴/ ۱۲۵؛ اصابہ-۵۹۳۰)

والد صحابی تھے، ان کی صحابیت میں اختلاف ہے، حضرت معاویہؓ کے عہد میں زیاد بن ابی سفیان اموی کی وفات کے بعد والی بصرہ بنے۔اور ان کے بعد حضرت سمرہ بن جندب والی رہے اور پھر عبیداللہ بن زیاد کی تقرری چند ماہ بعد ہوئی۔ان کے فرزند عبداللہ بن عمرو تابعی تھے اور اعیان حضرت معاویہؓ میں تھے۔

⊙ حضرت عمرو بن مرہ جہنیؓ افسر حوائج الناس (اسد ۴/ ۱۳۱؛ اصابہ-۵۹۶۳)

قدیم الاسلام اور اکثر غزوات نبوی میں شریک رہے، شام میں سکونت اختیار کر لی تھی اور حضرت معاذ بن جبل خزرجیؓ کے جلیس و افسر رہے تھے۔حضرت معاویہ سے تعلقات قدیمی تھے اور ان کے حدیث سنانے کے بعد حضرت معاویہؓ نے افسر حوائج الناس مقرر کیا تھا۔
نیز ۵/ ۲۹۵

⊙ حضرت عمران بن حصین خزاعیؓ قاضی (اسد ۴/ ۱۳۷؛ اصابہ-۶۰۱۲)

خیبر میں اسلام لائے اور تمام غزوات مابعد میں شریک رہے۔ فقہاء وفضلاء صحابہ میں تھے۔ خلافت فاروقی میں فقیہ بصرہ بنے، حضرت عبداللہ بن عامر اموی/عبشمی والی بصرہ نے قاضی مقرر کیا۔ پھر استعفاد دے دیا۔ بصرہ میں سکونت کے دوران ہی زیاد بن ابی سفیان اموی نے قاضی بصرہ مقرر کیا مگر جلد مستعفی ہو گئے۔ وفات ۵۲/۶۷۲ میں پائی۔

⊙ حضرت غالب بن فضالہ لیثیؓ والی خراسان (طبری ۵/۲۳۱؛ ابن اثیر ۳/۴۵۷؛ ابن کثیر ۸/)

والی بصرہ حضرت زیاد بن ابی سفیان اموری کے مقرر کردہ۔

⊙ حضرت فضالہ بن عبید اوسی عمریؓ قاضی امیر البحر سالار (اسد الغابہ ۴/۱۸۲؛ اصابہ-۶۹۹۴)

ابو محمد کنیت، عظیم ترین صحابہ ہیں، غزوہ احد سے تمام مشاہد نبوی میں شریک رہے۔ بعد میں شام میں سکونت پذیر ہوئے۔ فتح مصر وغیرہ میں شریک افسر تھے۔ خلافت معاویہ میں قاضی دمشق رہے اور غزوہ روم میں امیر البحر، صفین میں بھی افسر تھے، دمشق میں وفات ۵۳/۶۷۳ میں اور حضرت معاویہ کی شرکت نماز جنازہ۔ اولاد دمشق میں رہی۔

⊙ حضرت قثم بن عباس ہاشمیؓ سالار (اسد ۴/۱۹۷؛ اصابہ-۷۰۸۳)

رسول اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی اور مشابہ نبوی۔ قبر نبوی میں آخری شاہد صحابی، خلافت علی میں عامل/امیر مکہ تا وفات علیؓ، پھر حضرت سعید بن عثمان امیر و سالار حضرت معاویہؓ کے ساتھ سمرقند کے جہاد میں شریک افسر اور سمرقند میں شہید۔

یعقوبی ۲/۲۳۷: سعید بن عثمان بن عفانؓ کی امارت خراسان میں سمرقند میں شہادت پائی۔

⊙ حضرت قرہ بن ایاس مزنیؓ افسر و سالار (اسد ۴/۲۰۳؛ اصابہ-۷۱۰۲)

عہد نبوی میں ولادت اور دعائے برکت سے سرفراز۔ سکونت شام، حضرت عبدالرحمٰن بن عبیس عبشمی قرشی امیر و سالار فوج کے ساتھ سالار، ازارقہ کے خلاف اور اسی میں شہید۔ ابن سعد نے طبقہ اہل خندق میں شمار کیا ہے۔

⊙ حضرت کرز بن علقمہ خزاعی کعبی افسر تجدید اعلام حرم (اسد ۴/۲۳۷؛ اصابہ ۷۳۹۷ و مابعد)

فتح مکہ کے مسلم اور طویل عمر پانے والے صحابی۔ خلافت معاویہ میں اعلام/انصاب

حرم کی تجدید کی جو امارت مدینہ مروان کا زمانہ تھا۔ حضرت مروانؓ نے ان کا تقرر کیا تھا۔

⊙ حضرت مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمیؓ امیر الجیوش (اسد/۴/۲۹۶؛ اصابہ-۷۶۴۹)

اہل فلسطین صحابہ میں شمار، غزوۂ روم ۴۰/۶۶۰ میں امیر الجیوش تھے اور اس سے قبل بھی سالار و امیر رہے تھے۔ بعد میں خلافت یزید و عبدالملک میں مسلسل امیر الجیوش رہے۔ چالیس سال تک رومیوں کے خلاف غزوات کے امیر رہے۔ لہٰذا ان کی وفات پر چالیس جھنڈے ٹھنڈے کئے گئے۔ صالح اور کثیر الصلوٰۃ تھے۔ حضرت معاویہ کی خلافت میں والی صوائف تھے یعنی گرما کی فوج کے سالار۔ بیکراں فضائل کے صحابی تھے بقول بخاری و ابن حبان وغیرہ۔

⊙ حضرت مالک بن ھبیرہ کندیؓ امیر جیوش مصر (اسد/۴/۲۹۶؛ اصابہ-۷۶۹۹)

اہل مصر میں شمار تھا، حضرت معاویہ کے امیر جیوش تھے، بخاری کے مطابق صحابی تھے اور خلافت حضرت مروان میں وفات پائی۔

⊙ حضرت مروان بن حکم امویؓ امیر مدینہ (اسد/۴/۳۴۹؛ اصابہ-۷۹۱۶)

مولود عہد نبوی ۲/۶۲۴ اور صحابی، رویت بھی تھی اور روایت بھی۔ ابن کثیر نے صحابیت اکثریت کے نزدیک ثابت کی ہے۔ فضلاء و فقہاء عہد میں تھے۔ حضرت عثمانؓ کے کاتب و محافظ رہے۔ واقعہ جمل میں حضرت عائشہؓ کے ساتھ اور صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ۔ خلافت معاویہ میں کم از کم دوبار امیر مدینہ رہے۔ خلافت یزید میں بھی امیر رہے، اور سالار وغیرہ بھی۔ مرج راہط کے بعد خلیفہ اسلام بنے وفات یزید کے بعد۔ مدت خلافت نو دس ماہ صرف۔

(ابن سعد ۵/ ۳۵-۴۳ اپنی امارت مدینہ کے دوران صحابہ کرام کے مشورہ اور اجماع سے فیصلے کرتے تھے اور سب سے صحیح صاع کو رواج دیا جو صاع نبوی تھا مگر صاع مروان کہا گیا۔)

⊙ حضرت ابو مسلم مرادیؓ امیر شرطہ (اسد/۵/۲۹۸)

حضرت عمرو بن العاصؓ کے امیر شرطہ مصر تھے۔

⊙ حضرت مسلمہ بن مخلد خزرجی ساعدیؓ امیر و سالار (اسد/۴/۳۶۵؛ اصابہ۷۹۹۱)

ہجرت نبوی کے سال ولادت یا بوقت ہجرت چار سال کے تھے۔ شریک فتح مصر،

اصحاب معاویہ میں، شریک صفین، حضرت معاویہ کے زمانے میں عامل مصر ومغرب، دونوں علاقوں کے اولین عامل تھے۔ خلافت کے اواخر میں وفات پائی۔ مگر صحیح یہ ہے کہ ۶۲/۶۸۲ میں وفات پائی اور خلافت یزید میں بھی عامل مصر ومغرب رہے۔ عامل صدقات تھے۔

(ابن اثیر ۳/۴۶۶: افریقیہ پر اپنا نائب والی اپنے مولیٰ ابوالمہاجر کو بنایا۔)

⊙ حضرت معاویہ بن خدیج سکونیؓ والی افریقیہ وسالار (اسد ۴/۳۸۴: اصابہ ۸۰۶۴)

اہل مصر میں حضرت عمرو بن العاص سہمی گورنر کے عامل و افسر، افریقیہ پر تین بار غزوات کے سالار، عبداللہ بن سعد بن ابی سرح عامری کے ساتھ غزوۂ حبشہ میں شریک، خلافت معاویہ میں عامل مصر اور عظیم الشان منزلت کے حامل

⊙ حضرت معن بن فضالہ اوسی والی یمن (اسد ۴/۴۰۱: اصابہ-۸۱۶۱)

خلافتِ معاویہ میں والی یمن تھے۔

⊙ حضرت معن بن یزید سُلمیؓ افسر وسالار (اسد ۴/۴۰۲: اصابہ-۸۱۶۳)

صحابی مع والد ماجد و جد اخنس، ابو یزید کنیت تھی، فتح دمشق میں شریک، صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ تھے، شہید مرج راہط۔

⊙ حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ والی کوفہ وسالار (اسد ۴/۴۰۷: اصابہ-۸۱۸۱)

عظیم وجلیل صحابہ کرام میں شمار، مشاہد نبوی میں شریک، چار دہاۃ العرب۔ معاویہ، عمرو، مغیرہ، زیاد میں سے ایک، خلافت راشدہ میں برابر سالار وامیر رہے۔ خلافت فاروقی میں بصرہ کے والی پھر کوفہ کے والی وامیر تا خلافت عثمانی، فتوح الشام میں شریک افسر وسالار، شریک افسر قادسیہ، حضرت نعمان بن مقرن کے افسر میمنہ اور فتح ہمدان وغیرہ میں شریک رہے۔ فرزند حضرت عمرو بن العاص سہمی حضرت عبداللہ بن عمرو کی ولایت کوفہ سے معزولی کا مشورہ قبول کیا، اور ولایت کوفہ پر تقرری تا وفات، بانی وواضع اول دیوان بصرہ، عظیم راوی وصحابی، معاویہ کی مجلس شوریٰ کے رکن۔ ۵۰/۶۷۰ میں وفات پائی۔ زیاد بن ابی سفیان اموی کے دوست وحلیف تھے۔

نیز یعقوبی ۲/۲۱۹-۲۲۱: خوارج سے جہاد، یعقوبی ۲/۲۲۹: "... وتوفی المغیرة... سنة

۵۱/ ۶۷۱ " فولی معاویة الکوفة زیادا وضمها الیه مع البصرة..."

⊙ حضرت ملحان بن زیاد طائی — امیر وسالار — (اسد/۴/۴۱۴؛ اصابہ-)

حضرت عدی بن حاتم طائی کے برادر مادری تھے، شریک جہاد دمشق رہے، حضرت خالد کے ساتھ پھر حضرت ابوعبیدہ کے ساتھ حمص کے افسر رہے۔ صفین میں حضرت معاویہ کے ساتھ ایک سالار تھے اور اپنے بھائی عدی کے خلاف صف آرا رہے۔

⊙ حضرت نضلہ بن عبید اسلمیؓ — سالار جیش — (اسد/۵/۱۹-۲۰؛ اصابہ-۸۷۱۸)

اپنی کنیت ابوبرزہ اسلمیؓ سے زیادہ مشہور، نام میں اختلاف، قدیم الاسلام، شریک خیبر و مابعد غزوات نبوی، ساکن بصرہ، جہاد خراسان میں شریک و افسر، اسی میں وفات۔ خلافت معاویہ/یزید میں صفین ونہروان میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے، یزید کے دربار میں حضرت حسینؓ کے سر مبارک آنے کے وقت موجود تھے۔ مشہور روایات کے مطابق اور خلیفہ کو سرزنش کی تھی۔ بعض کے مطابق وفات قبل وفات حضرت معاویہ ۶۰/۶۸۰ میں۔ بعض کے مطابق ۶۴/۶۸۴ میں۔

⊙ حضرت نعمان بن بشیر خزرجیؓ — والی، سالار و فاتح — (اسد/۵/۲۲-۲۴؛ اصابہ ۸۷۳۰)

عہد نبوی میں آٹھ سال سات ماہ کے اور حضرت ابن زبیرؓ سے چھ ماہ بڑے تھے۔ اولین مولود انصار مدینہ، کریم، جواد، بیت المال کے افسر و خازن وامین، خلافت راشدہ میں جہاد میں شرکت اور مختلف غزوات میں افسری، خلافت معاویہ میں عامل حمص پھر عامل/ والی کوفہ، خلافت یزید میں والی کوفہ، بنوامیہ کے حامی، مرج راہط کے بعد شہید کہ اہل حمص نے حضرت ابن زبیر کی خلافت کی طرف دعوت دینے کے سبب معاویہ دوم کے بعد مخالفت کی تھی۔

⊙ حضرت ابوہریرہ دوسیؓ — نائب امیر مدینہ — (یعقوبی/۲/۲۳۸)

حضرت مروان بن حکم امویؒ کی امارتِ مدینہ کے دوران حضرت ابوہریرہؓ ان کے نائب یا خلیفہ ہوئے تھے اور حضرت عائشہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

⊙ حضرت وائل بن حجر حضرمیؓ — ندیم خلیفہ — (اسد/۵/۸۱-۸۲؛ اصابہ ۹۱۰۲)

اقیال (سلاطین) حضرموت میں ۹/۶۳۱ میں وافد اور اقیال حضرموت کے عامل

نبوی، اقطاع، حضرت معاویہؓ بطور سفیر نبوی کے ساتھ حضر موت گئے تھے۔ بعد میں کوفہ میں سکونت پذیر ہو گئے، حضرت علیؓ کے ساتھ صفین میں حضر موت کے علمبردار تھے۔ بعد میں حضرت معاویہ کے دربار میں آتے تو حضرت معاویہ ان کو اپنے سریر خلافت پر بٹھاتے، وفات خلافت معاویہ میں۔

⊙ حضرت ولید بن عقبہ امویؓ   افسر و سالار   (اسد ۵/۹۰-۹۲: اصابہ ۹۱۴۹)

حضرت عثمانؓ کے برادر مادری اور مسلم فتح مکہ، عامل نبوی بر صدقات بنی المصطلق۔ خلافت راشدہ میں بھی عامل صدقات اور افسر جہاد در شام و عراق و جزیرہ، والی جزیرہ خلافت فاروقی میں، خلافت عثمانی میں والی کوفہ، شراب نوشی میں معزولی، رجال قریش میں، حلیم و شاعر و شجاع، حضرت معاویہ کے ساتھ شریک صفین، رقہ میں قیام اور وفات

⊙ حضرت یزید بن شجرہ رہاویؓ   امیر جیوش   (اسد ۵/۱۱۴-۱۱۵: اصابہ ۹۲۷۵)

حضرت معاویہؓ کے امیر جیوش و جہاد، ۳۹/ ۶۵۹ میں حضرت معاویہؓ نے ان کو امیر حج مقرر کیا اور حضرت قثم بن عباس امیر مکہ از حضرت علیؓ سے نزاع ہوا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ کی مصالحت کی وجہ سے فریقین نے حضرت شیبہ بن عثمان عبدری کلید بردار کعبہ کی امارت حج و نماز پر صلح کر لی۔ ۵۵ یا ۵۸/ ۶۷۴ یا ۶۷۸ کے غزوہ میں شہید ہوئے۔

❖❖❖

تنقیدی تجزیہ

امیر المومنین حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہ کے عاملوں، والیوں اور افسروں کے تجزیے سے پہلے چند ضروری معروضات پیش کرنی ہیں۔ان کی حیثیت تمہید و مقدمہ کی سی ہے اور ضروری تفہیم میں معاون کی بھی۔ان کے بغیر انتظامیۂ معاویہؓ میں صحابہ کرام کی شمولیت و تعداد اور کارکردگی کا صحیح تجزیہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

اول یہ کہ خلیفہ سوم حضرت عثمان بن عفان امویؓ کے قتل و شہادت کے واقعہ کے بعد جو سیاسی اور دینی حالات و احوال پیدا ہوئے انھوں نے حضرت علیؓ کی خلافتِ چہارم کا معاملہ پیچیدہ اور اس سے زیادہ متنازعہ بنا دیا۔سرِ دست اس تنازع سے بحث نہیں کہ کون حق پر تھا کیونکہ برسرِ حق ہونے کا تمام فریقوں کے دعوے بھی تھے اور دلائل بھی، لیکن اس تنازعہ کا انتظامیہ پر اور اسلامی ریاست و خلافت پر بڑا گہرا، دوررس اور معنی خیز اثر پڑا۔عملاً ریاستِ اسلامی اور خلافتِ محمدی دو خود مختار سیاسی اور انتظامی علاقوں اور اکائیوں میں بٹ گئی: ایک مشرقی اور جنوبی علاقہ حضرت علیؓ کی خلافت و حکمرانی تسلیم کرتا تھا اور دوسرا شمالی و مغربی علاقہ حضرت معاویہؓ کے ماتحت تھا۔

حضرت علیؓ نے خلیفہ چہارم منتخب ہوتے ہی اپنے عمال، ولاۃ اور افسروں کو مقرر کرنا شروع کر دیا حضرت معاویہؓ اور دوسرے والیانِ امصار و بلاد نے ان کی خلافت تسلیم نہ کی اور نہ ان کے امراء کو قبول و تسلیم کیا۔ان کا دعویٰ تھا کہ وہ خلیفہ راشد حضرت عثمان بن عفانؓ کے مقرر و متعین امراء، ولاۃ اور عمال ہیں لہٰذا ان کی برطرفی ایک ایسے خلیفہ کے ذریعہ، جسے وہ تسلیم نہیں کرتے، ناجائز اور غیر قانونی ہے، وہ ابھی تک ولاۃ و عمال عثمانی ہیں۔اور اس وقت تک رہیں گے جب تک چوتھے خلیفہ کا صحیح انتخاب نہ ہو جائے اور وہ خلیفۂ سوم کے خون ناحق کے قصاص سے مشروط ہے۔

دوسرے اس سے ''دورِ فتنہ'' اور عہدِ ابتلاء و آزمائش کا نظریہ پیدا ہوا اور اس نے انتظامی مسائل پیدا کئے۔عمال و افسران کی تقرری اور کارکردگی کا معاملہ عمال و ولاۃِ عثمانی کے مطابق ان

کے ولایات واعمال میں جاری رہا۔ انھوں نے اپنی خلیفہ سوم کے ذریعہ تقرری کو جس طرح وسیع کیا اسی طرح اپنے اختیارات سے اپنے افسروں اور ماتحت والیوں کی پرانی تقرریوں کو برقرار رکھا اور نئی تقرریوں کو ضرورت کے وقت جائز ٹھہرایا اور نافذ العمل کیا۔ حضرت معاویہؓ اور دوسرے عثمانی والیوں اور گورنروں نے اس دورِ فتنہ میں اپنے اپنے عمال اور افسروں کو مقرر کیا۔

تیسرے خلیفہ چہارم کی متنازعہ اور غیر مجتمعہ وغیر منتظمہ خلافت کا ایک انتظامی شاخسانہ یہ نکلا کہ ان کی خلافت کے دوران تمام عمالِ عثمانی اور سابقہ خلافت کے تمام افسران بالخصوص ان کی طرف سے معزول شدہ کارکنان کی اپنے اپنے مناصب پر برقراری محل نظر ہی نہیں ناجائز اور غیر قانونی تھی کیونکہ وہ خلیفۂ وقت کے باغی تھے، البتہ خلیفہ چہارم کے اپنے علاقے میں مقرر کردہ عمالِ نو کی تقرری اور کارکردگی جائز تھی کہ وہ خلیفہ برحق کے عمال تھے۔ عمالِ عثمانی اور ولاۃِ خلیفہ سوم ان عمال اور والیوں وافسروں کے تقرر وعمل دونوں کو غلط ٹھہراتے تھے۔

چوتھے انتظامی پیچیدگی کا زاویہ یہ تھا کہ جس طرح خلیفہ چہارم اور ان کے والی اور افسر عثمانی عمال اور والیوں کو بزورِ شمشیر ان کے مناصب سے معزول کرنے اور ان کی ولایات سے ان کو بے دخل کرنے میں خود حق بجانب سمجھتے تھے، اسی طرح قدیم عثمانی عمال اور ولاۃ وامراء، خلیفہ چہارم کے امراء، عمال اور افسروں کو بزور طاقت نہ صرف روکتے تھے بلکہ ان کے خلاف تلوار وشمشیر کا استعمال جائز سمجھتے تھے اور اپنے علاقوں اور ولایات کو بزورِ بازو محفوظ رکھنے کے علاوہ نئے علوی عمال وامراء کو ان کے ماتحت آجانے والے علاقوں اور ولایتوں کو بزور چھین لینے کو بھی صحیح سمجھتے تھے کہ ان کا قبضہ غاصبانہ تھا۔

پانچواں مسئلہ صحابہ کرام کی تین طبقات میں تقسیم تھا جس نے بھی انتظامیہ پر کافی اثر مرتب کیا۔ صحابہ کرام کا ایک بڑا طبقہ، کہا جاتا ہے کہ سب سے بڑا طبقہ فرمان نبوی کے مطابق، اس دورِ فتنہ میں غیر جانبدار ہو گیا۔ دوسرا طبقہ خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کا حامی بن گیا اور تیسرا طبقہ خلیفہ مظلوم حضرت عثمانؓ کا طالبِ قصاص بنا۔ اس تیسرے طبقۂ صحابہ کرام میں بھی متعدد ذیلی طبقات تھے جن میں سے حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم کے اتحاد ثلاثہ کے

ساتھ ایک بڑا طبقۂ صحابہ تھا۔ اس نے مکہ مکرمہ سے بصرہ تک اور واقعۂ جمل میں انتظامی عمل کیا تھا۔ غالباً حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی، والی شام کے ساتھ صحابہ کرام کا طالبِ قصاص عثمان طبقہ سب سے بڑا اور موثر تھا۔ پھر ان کے علاوہ والی بصرہ حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمیؓ اور والی یمن، اور والی مکہ وغیرہ کے ساتھ بھی طبقات صحابہ تھے۔ ان سب کا اتحادی نکتہ تھا حضرت عثمانؓ کے خونِ ناحق کا قصاص لینا، لیکن چونکہ خلیفہ چہارم اس کو لینے میں معذور و مجبور تھے، لہٰذا وہ اپنی اپنی جگہ قصاص لینے کے داعی و طالب تھے اور بہر حال حضرت علیؓ کے ہمراہ طبقۂ صحابہ کرام کے ساتھ نہ تھے۔ ان سب طالبین قصاصِ عثمان نے نہ صرف اپنی عثمانی امراء وولاۃ کی حیثیت برقرار رکھی بلکہ اسی اختیارِ مطلق کے تحت اپنے اپنے ماتحت افسروں اور عاملوں کو یا تو برقرار رکھا اور یا ان میں سے بہت سوں کو از سرِ نو مقرر کیا۔

واقعۂ جمل اور واقعۂ صفین میں اتحادِ ثلاثہ اور حضرت معاویہؓ کے افسروں اور امیروں کا تقرر و عمل تو خوب معلوم ہے مگر دوسرے امراء وولیان عثمانی کی تقرریوں اور ان کے عثمانی عاملوں کی کارکردگی کی طرف مورخین وعلماء کی نظر نہیں جاتی۔ اسی طرح حضرت معاویہؓ نے اپنے علاقہ شام میں اور اس کے علاوہ دوسرے امصار جیسے فلسطین، اردن ومصر وغیرہ میں امراءِ لشکر مقرر کئے اور گورنروں کا تقرر کیا، اس کا بھی کافی علم اربابِ تاریخ و دین کو کسی حد تک ہے لیکن والیانِ بصرہ ومکہ ویمن وغیرہ کی انتظامی تقرریوں کا بہت کم خیال آتا ہے۔ بہر حال یہ سب عمال و کارکنان اپنے اپنے عثمانی والیوں کے افسر ہی تھے۔

واقعہ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد تھی اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ بھی تھی، جانبدار علماء اور مورخین نے حضرت علیؓ کے ساتھ صحابہ کرام کی زیادہ تعداد ہونے سے ان کی حقانیت پر دلیل پکڑی ہے۔ اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ نسبتاً کم تعدادِ صحابہ ہونے کو ان کے دعوے کی کمزوری اور موقف کی نادرستگی پر دلیل بنایا ہے۔ مگر ایک تجزیہ نگار مورخ اور واقعات کے صحیح عالم کے نزدیک یہ استدلال پائے چوبیں کے سوا کچھ اور خاصا بے تمکین ہے۔ کیونکہ حضرت علیؓ کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ کو ایک فریق بنایا گیا ہے جو تاریخی طور

سے اور دینی لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہے۔ اگر حضرت علیؓ کے ساتھ ۲۵۶ صحابہ کرام تھے اور حضرت معاویہؓ کے ساتھ صرف ۲۳۶ صحابہ کرام تھے تو ان سے صحیح نتیجہ نہیں نکلتا کیونکہ ولاۃِ مکہ، بصرہ و یمن وغیرہ کے ساتھ بہت سے دوسرے طالبِ قصاص صحابہ تھے۔ اس لئے طالب قصاص صحابہ کرام کی تعداد اکثریت میں تھی۔ پھر حضرت علیؓ کا ساتھ دینے والے صحابہ کرام میں بھی سب کے سب اور حضرت علیؓ قصاصِ عثمانؓ کے حق میں تھے۔ دوسرے معاملات کے ساتھ اس نے انتظامی پیچیدگی کو مزید گہرا کر دیا تھا۔ قصاصِ عثمانؓ کے طالبوں کی تعداد اکثریت میں تھی کہ وہ مختلف ولاۃِ عثمانی اور ان کے ماتحتوں پر مشتمل تھی۔

صفین کے غیر نتیجہ خیز ہونے کے بعد واقعۂ تحکیم نے معاملہ کو سلجھانے میں کوئی مثبت کردار ادا نہیں کیا۔ حضرت معاویہؓ نے بقول طبری ''اطرافِ علی میں اپنے لشکروں کو بھیجنے کی حکمتِ عملی'' اپنائی: ''تفريق معاوية جيوشه في اطراف علي.'' اس میں عمال وولاۃ اور امراءِ حضرت معاویہؓ نے بالعموم کامیابی کے ساتھ اطرافِ علی پر قبضہ کیا۔ ان جیوش/ افواج حضرت معاویہؓ کے متعدد امراء نے کارنامے انجام دئے اور حضرت معاویہ کے علاقوں کو مزید وسیع کیا۔ ان فوجی سالاروں میں متعدد صحابہ کرام تھے جیسے حضرت نعمان بن بشیر انصاریؓ، حضرت سفیان بن عوف اسلمی غامدیؓ حضرت عبداللہ بن مسعدہ فزاریؓ، حضرت ضحاک بن قیس فہریؓ۔ ۳۹/۶۲۰ میں حج کا امیر حضرت یزید بن شجرہ کو بنایا۔ ❶

۴۰/۶۶۰ کے واقعات میں حضرت معاویہؓ کے سالارِ لشکر حضرت بسر بن ابی ارطاۃ رضی اللہ عنہ کے کارناموں کو خوب سیاہ کر کے پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ مآخذ میں ان کے عفو و درگذر اور حکمتِ عملی کے شواہد موجود ہیں۔ حضرت بسرؓ نے سب سے پہلے مدینہ منورہ پر اقدام کیا اور حضرت علیؓ کے امیر مدینہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے مدینہ خالی کر دیا اور کوفہ حضرت علیؓ کے پاس چلے گئے۔ مدینہ کے صحابہ کرام حضرات جابر بن عبداللہ، عمر بن ابی سلمہ مخزومی اور عبداللہ بن زمعہ مخزومی رضی اللہ عنہم نے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے مشورہ پر

---

❶ (طبری ۵/۱۳۳-۱۳۶)۔ اسی طرح ۴۰/۶۶۰-۶۶۱ میں حضرت معاویہؓ نے متعدد سالاروں کو توسیع علاقہ کے لئے بھیجا۔ (طبری ۵/۱۳۹) و مابعد۔

اطاعت کرلی، جسے بیعت کرنے سے تعبیر کیا ہے۔ مکہ مکرمہ میں حضرت ابوموسیٰؓ کو خدشہ ہوا کہ حضرت بُسرؓ ان کو قتل کردیں گے مگر حضرت بُسرؓ نے ان سے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کسی صاحب سے یہ معاملہ نہیں کرسکتا: "ماکنت لافعل بصاحب رسول اللہ ﷺ ذلک. فخلّٰی عنہ." بہرحال اس سنہ میں حضرت علی اور حضرت معاویہ کے درمیان لمبی مراسلت کے بعد صلح ہوگئی کہ ان دونوں کے درمیان حرب و جنگ نہیں ہوگی اور حضرت علیؓ کے پاس عراق رہے گا اور حضرت معاویہ کے پاس شام اور ان کے اطراف ان کے قبضہ میں ہوں گے، تاکہ مسلمانوں کا خون نہ بہایا جائے اور امت سے تلوار ہٹائی جائے: "وتکف السیف عن ھذہ الامۃ ولا تھریق دماء المسلمین" ❶

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت معاویہؓ کی خلافت کا انعقاد اہل ایلیا نے مشورہ سے کرلیا اور کوفہ میں حضرت حسن بن علی بن ابی طالبؓ کی خلافت منعقد ہوگئی مگر امتِ اسلامی اور صحابہ کرام نے اس کو اجماعی طور سے قبول نہ کیا۔ طرفین کے حامی صحابہ اور طبقات نے ضرور اسے مان لیا تھا۔ مگر حقیقت میں وہ تقسیم خلافت تھی اور سیاسی اور انتظامی لحاظ سے حضرات علی و معاویہؓ کے زمانہ کے معاملات اسی طرح جاری وساری رہے۔ البتہ ۴۱/۶۶۱ میں حضرت حسن بن علیؓ کی دستبرداری سے خلافت کی کلی باگ ڈور حضرت معاویہؓ کے ہاتھوں چلی آئی اور ان پر امت اسلامی، صحابہ کے تینوں طبقات اور تمام والاۃ عثمانی وعلوی سب کا اجماع ہوگیا اور اسے عام الجماعۃ قرار دیا گیا۔ ❷

انتظامی تجزیہ

عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت میں جدید دور کی اصطلاحات کے لحاظ سے عمالِ حکومت کی درجہ بندی کی گئی ہے وہ خلافتِ راشدہ واسلامیہ کے تمام ادوار کے لئے بھی کافی شافی ہے کہ مناصبِ حکومت کا بنیادی ڈھانچہ یہی تھا۔ جیسا کہ نبوی انتظامیہ کے ضمن میں ثابت کیا گیا ہے کہ قرونِ وسطیٰ میں بالعموم تقسیمِ اختیارات کا جدید نظریہ نہیں کارفرما تھا۔ لیکن بہرحال اس میں تقسیمِ اختیارات کی اسلامی صورت گری نظر آتی ہے اور عہدِ نبوی سے زیادہ خلافت میں وہ زیادہ

❶ طبری، ۵/ ۱۳۹-۱۴۰ اور مابعد

❷ طبری ۵/ ۱۶۲-۱۷۱

کارفرما تھی۔فوجی افسروں بالخصوص سالاروں اور امراءِ جیوش کو فتوحات کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں والی وغیرہ کے انتظامی مناصب بھی سنبھالنے پڑتے تھے اور بسا اوقات مالی اختیارات بھی ان کو حاصل ہوتے تھے۔ان کے علاوہ وہ دینی تشریعی اختیارات بھی رکھتے تھے۔ ان میں امامِ نماز، مفتی وقاضی اعلیٰ (عدالت عالیہ) اوران سے بڑھ کر امامِ امت اسلام کا مرتبہ بھی شامل تھا۔اس لئے بسا اوقات وہ مختلف مناصب پر فرائض انجام دیتے تھے اوران کے لحاظ سے ان کی درجہ بندی میں ان کے اسماء گرامی کی تکرار بھی نظر آتی ہے۔یہ تقسیم صرف افہام وتفہیم کے لئے کی جارہی ہے تاکہ ان کی کارکردگی کی جہات واضح ہوسکیں۔اس تجزیہ میں ''عہد نبوی میں تنظیم ریاست وحکومت'' میں اختیار کردہ منہج استعمال کیا گیا ہے۔ بالخصوص قبائلی تجزیہ میں۔ ❶

عمال وولاۃ اورافسرانِ جیش کی تقرری، معزولی اور بحالی وتبدیلی میں محض خلیفۂ وقت کی صوابدید ہی کام نہیں کرتی تھی ، بلکہ حالات وواقعات کے تقاضے، خاص احوال کی ضروریات اور دوسری مصلحتیں بھی اپنی کارفرمائی کرتی تھیں۔اس لئے بسا اوقات کسی افسر وعامل کو معزول کرکے اس کی جگہ کوئی دوسرا افسر وعامل مقرر کردیا جاتا تھا یا تبدیل کرکے دوسرے مقام پر بھیج دیا جاتا تھا۔ایسا بھی ہوا ہے کہ صلاحیت ومصلحت اورضرورت کی بنا پر والیوں، افسروں کو طویل مدت تک برقرار رکھا جاتا تھا۔ ہمارے متاخر علماء کرام اور مورخین نے بالعموم ان مصالحِ انتظامیہ کا ادراک نہ کرسکنے کے سبب تجزیہ میں غلطی کی ہے۔

سالارانِ فوج

مختلف امصار و دیار اور ممالک کو فتح کرنے کے لئے افسرانِ فوج اور ان کے سالاروں کا کام بنیادی تھا۔عہد نبوی سے اسلامی فوج خمیس نظام پر مشتمل تھی جس کے پانچ بازو مقدمہ، میمنہ، میسرہ، قلب اورموخرہ ہوتے تھے۔ان کے چار ماتحت سالار ہوتے تھے اور قلب

❶ ملاحظہ ہو خاکسار کی مذکورہ بالا اردو کتاب کے ابواب بالخصوص اول ودوم باب) یہ بحث خالص تفہیم وافہام کے لئے کی گئی ہے، نیز انگریزی کتاب: Orgamination of Gout under the Prophet ﷺ ، دہلی ۱۹۸۷ء، بالخصوص باب دوم، ۵۰-۱۳۶

میں پوری فوج کا سالار اعلیٰ رہتا تھا۔ یہ انتظام بڑے لشکروں کا ہوتا تھا۔ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں دو مزید تبدیلیاں یا ارتقاء ہوئے تھے: ایک بحری/سمندری فوج کا باقاعدہ نظام وجود میں آگیا تھا اگرچہ اس کا سلسلہ خلافتِ عثمانی سے شروع ہوا تھا تاہم حضرت امیر معاویہ ہی اس کے بانی ہونے کی بنا پر اولین امیر البحر تھے۔ دوسرا ارتقاء یہ ہوا تھا کہ رومیوں/ بازنطینیوں کے خلاف مسلسل فوج کشی کرنے کے سبب اور پالیسی کی بنا پر حضرت معاویہؓ نے دو مختلف، علیٰحدہ اور مستقل فوجیں ترتیب دی تھیں: ایک گرمیوں میں لڑنے والی فوج تھی جو صائفہ/صوائف کہلاتی تھی اور دوسری سرما میں جہاد کرنے والی فوج تھی جو شتا کہی جاتی تھی۔ ان دونوں کے امراء سمیت پورا نظام مختلف تھا۔ حضرت معاویہؓ نے اسلامی خلافت میں پہلی بار ایک خاص خلیفہ کی فوج تیار کی تھی جو ہمہ وقت امن و جنگ کی حالت میں پایۂ تخت دمشق میں رہتی تھی اور براہ راست خلیفہ کے ماتحت وزیرِ نظام تھی، تاہم اس کا بھی ایک اعلیٰ سالار ہوتا تھا۔ چونکہ وہ مستقل خدمت پر مامور رہتی تھی لہٰذا اس کو باقاعدہ ماہانہ/ سہ ماہی وغیرہ تنخواہ دی جاتی تھی اور وہ اسی بنا پر "المرتزقة" (تنخواہ والی) کہلاتی تھی اور اس کو اموالِ غنائم سے کوئی حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ دوسری فوج جو اموالِ غنیمت سے حصہ/سہم پاتی تھی وہ "المتطوعة" کہلاتی تھی اور اسے باقاعدہ تنخواہ نہیں ملتی تھی کیونکہ وہ صرف جنگ و جہاد کے زمانے میں مرتب ہوتی تھی اور خاص مہم/مہمات کے بعد اپنے گھروں کو واپس چلی جاتی تھی اور اپنے عام مشاغلِ حیات-تجارت، زراعت، صنعت و حرفت، مزدوری اور نوکری وغیرہ۔ میں لگ جاتی تھی۔ ❶

ایک عام اور اصولی بات یا واقعیت یہ ہے کہ معاویہ انتظامیہ میں صحابہ کرام کی خاصی بڑی تعداد شامل تھی، صرف وہی حضرات کرام نہیں تھے جن کے اسماء گرامی پر مذکورہ بالا فہرست مشتمل ہے کیونکہ فتوحات، عام شہری نظم ونسق، مالیات، دینیات وغیرہ کے کارکنان بلکہ ان کے افسرانِ اعلیٰ کی تعداد ہزاروں تک پہونچتی تھی۔ مورخینِ اسلامی ہوں یا سوانح وتراجم صحابہ کے

❶ طبری، ابن اثیر، ابن کثیر وغیرہ قدیم ترین مآخذ کی بنا پر ان تمام نظامات کا ذکر بعد کے تجزیہ نگاروں نے کیا ہے جیسے خاکسار، تہذیب اسلامی، دوم کے ابواب فوج؛ حسینی ایس اے کیو، ArabAdministrativ دہلی ۱۹۷۶؛ نولڈکے (Noldeke), Sketebeo from Sasteru History، لندن ۱۸۹۲؛ ولیم میور اور جرجی زیدان وغیرہ کی کتب خلافت۔

جامعین ومؤلفین انھوں نے اپنے بس بھر معلومات کو جمع و مدون کیا ہے، صرف ایک حقیقت سے اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے، وہ یہ کہ حجۃ الوداع میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کی تعداد ایک اندازہ کے مطابق ایک لاکھ چالیس ہزار تھی اور پورے جزیرہ نمائے عرب میں پانچ سے دس لاکھ تک وسیع تھی۔ لیکن صحابہ کرام کی سوانح وتراجم پر مشتمل تالیفات میں صرف آٹھ دس ہزار حضرات وخواتین کو ہی بار مل سکا ہے۔ ❶

سالارانِ فوج میں جن صحابہ کرام کا ذکر اس فہرست میں شامل ہے حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت بسر بن ارطاۃ کنانی، ۲- حضرت جبلہ بن عمرو انصاری، ۳- حضرت معاویہ بن خدیج، ۴- حضرت جنادہ بن ابی امیہ ازدی زہرانی، ۵- حضرت حبیب بن مسلمہ فہری قرشی، ۶- حضرت حمل بن سعد کلبی، ۷- حضرت خالد بن عرفطہ لیثی / عذری، ۸- حضرت ربیع بن زیاد حارثی خزرجی، ۹- حضرت ربیعہ بن شرحبیل بن حسنہ کندی، ۱۰- حضرت رویفع بن ثابت نجاری خزرجی، ۱۱- حضرت سفیان بن عوف اسلمی غامدی، ۱۲- حضرت سفیان بن وھب خولانی، ۱۳- حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؓ، ۱۴- حضرت ضحاک بن قیس فہری قریشی، ۱۵- حضرت عبداللہ بن خازم سلمی، ۱۶- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سہمیؓ، ۱۷- حضرت عبداللہ بن ابی قتادہؓ، ۱۸- حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید مخزومی، ۱۹- حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ عبشمیؓ، ۲۰- حضرت عبدالرحمٰن بن سہل انصاریؓ، ۲۱- حضرت عبیداللہ بن عمر بن خطاب عدویؓ، ۲۲- حضرت عتبہ بن ابی سفیان امویؓ، ۲۳ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ، ۲۴- حضرت عدی بن عمیرہ کندیؓ، ۲۵- حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ، ۲۶- حضرت علقمہ بن جنادہ ازدی، ۲۷- حضرت علقمہ بن رمثہ بلوی، ۲۸- حضرت عمرو بن سفیان سلمی، ۲۹- حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ، ۳۰- حضرت فضالہ بن عبید اوسی عمری، ۳۱- حضرت قثم بن عباس ہاشمی، ۳۲- حضرت قرہ بن ایاس مزنی، ۳۳- حضرت مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمی، ۳۴- حضرت مالک بن ھبیرہ کندیؓ، ۳۵- حضرت مسلمہ بن مخلد خزرجی ساعدی، ۳۶- حضرت معن بن یزید سلمی، ۳۷- حضرت ملحان بن زیاد طائی، ۳۸- حضرت نضلہ بن عبید اسلمی، ۳۹- حضرت نعمان بن بشیر خزرجی، ۴۰- حضرت ولید بن عقبہ

---

❶ ڈاکٹر محمد حمیداللہ، محمد رسول اللہ، حیدرآباد دکن ۱۹۷۴ء؛ اردو ترجمہ، نقوش رسول نمبر ۲، ۵۸۹۔

اموی، ۱۴۱-حضرت یزید بن شجرہ رہاوی۔

ان سالاران حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں سے کئی حضرات خالص فوجی افسر تھے اور ان کا مستقل کام جہاد تھا۔ حضرت معاویہؓ کے امراء البحر میں دو تین نام بہت اہم ہیں جیسے حضرت جنادہ بن امیہ ازدی، حضرت عبداللہ بن ابی قتادہ، حضرت علقمہ بن جنادہ ازدی حجری، حضرت فضالہ بن عبید اوسی عمری انصاری۔ ان کے علاوہ امیران صوائف وشتا بھی امیرالبحر بن جاتے تھے، خاص موسم گرما کی فوجوں کے سالاروں میں حضرات سفیان بن عوف اسلمی اور عبداللہ بن ابی قتادہ کا ذکر خیر ملتا ہے۔

ان دونوں قسم کے سالاروں کی خاص اہمیت یہ ہے کہ رومی/ بازنطینی سلطنت کے خلاف حضرت معاویہؓ کے زمانے سے خاص منظم فوجی کارروائی کی جاتی رہی تھی۔ اور ان کی تاخت کے دو علاقے تھے: بری راستے سے اور سمندری راستے تھے۔ شام کے شمال میں زمینی راستے سے گرمیوں میں عرب کے چیدہ سالار برابر چھ ماہ تک رومی علاقوں پر تاخت کیا کرتے تھے اور موسم سرما میں شامی فوج کے ماہرین کمان سنبھال لیتے تھے اور خالص سردی کی فوج (شتا) ان میں جہاد کرتی تھی۔ دوسری طرف سمندری راستہ سے یعنی بحر روم سے پورے سال رومی علاقوں کی فتح کی کوشش امراء البحر جاری رکھتے تھے۔

❖❖❖

خوارج کے خلاف سالاران حضرت معاویہؓ

حضرت بسر بن ابی ارطاۃ والی بصرہ بھی اور خوراج کے خلاف سالار بھی۔
سال اواخر میں حضرت عبداللہ بن عامر کی تقرری بروا، یت بصرہ۔

(ابن کثیر ۸/۲۲، طبری ۵/۶ ۷ اومابعد)

حضرت معقل بن قیس مستورد بن علقمہ خارجی کے خلاف از مغیرہ بن شعبہؓ

حضرت معاویہؓ نے روم پر حملوں کا باقاعدہ منظم سلسلہ خلافتِ عثمانی میں بطور عثمانی امیر البحر و سالار ارضی شروع کیا تھا۔ ان کے اس عظیم کارنامے کی نبوی بشارت غزوہ روم پر ملوک مسلمین اور امت محمدی کے لوگوں کے دو غزوات کی صورت میں دی گئی تھی۔ پہلا تو حضرت معاویہؓ کی امارت بحری میں ہوا تھا اور دوسرا ان کے فرزند و ولیعہد امیر یزید کی امارت و سالاری میں۔ اولین جہادِ روم حضرت معاویہؓ نے بحری غزوہ کی صورت میں صرف ارضِ روم پر کیا تھا اور دوسرا جناب یزید کی قیادت میں مدینۂ قیصر (قسطنطنیہ) پر کیا گیا تھا اور ان دونوں کے تمام مجاہدین کی مغفرت کی بشارت نبوی اور جنت میں یقینی داخلہ کی پیش گوئی نبوی کی گئی تھی اور ان دونوں کو نہ صرف ان پدر و فرزند گرامی کی منقبت قرار دیا گیا بلکہ ان کو رسول اکرم ﷺ کے دلائل نبوت میں شمار کیا گیا ہے۔ اس پر مفصل بحث غزوات روم کے حوالے سے آگے آرہی ہے اور دوسرے علماء جیسے مولانا محمد اسحاق سندیلوی، مفتی محمد تقی عثمانی اور حافظ صلاح الدین یوسف وغیرہ نے بھی کی ہے۔

اس ضمن میں ایک خاص بات یہاں یہ عرض کرنی ہے جیسا کہ بعض حضرات نے بے خودی میں کہی بھی ہے کہ یہ دونوں غزواتِ روم حضرت معاویہؓ نے اچانک کسی خاص مقصد سے نہیں کئے تھے بلکہ وہ ان کی رومی جہاد مسلسل کا حصہ تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت سے اس کا سلسلہ شروع ہوا تھا جو خلافت عثمانی میں اپنی ایک ارتقاء کو پہونچا کہ اولین امیر البحر نے

ارض روم پر سمندری جہازوں پر محمدی سلاطین وملوک کی مانند غزوہ کیا اور اولین بشارت نبوی کے مصداق بنے اور پھر مسلسل خلافت معاویہ میں ان کے مختلف امراء البحر اور سالاران بر ارضِ روم تک جاتے رہے، مگر قیصر روم پر اولین حملہ کی سعادت جناب امیر یزید کے ماتحت جانے والے اولین جیش اسلامی کے نصیب میں تھی۔ ان دونوں اولیتوں کا انعام زبان رسالتمآب ﷺ سے ان دونوں کے لئے مقدر ہو گیا تھا کہ یہی تقدیر الٰہی اور انتظام تکوینی تھا ورنہ ۱۴۵۲ء تک مسلسل ارض روم اور قسطنطنیہ پر اسلامی حملے ہوتے رہے اور فتح قسطنطنیہ کا شرف ترک سلطان محمد فاتح کے نام لکھا تھا۔

حضرت معاویہؓ کے والیانِ ولایات

ایک تجزیہ عام

انتظامی نقطۂ نظر سے اور شہری نظم ونسق کے خانے میں سب سے اہم عمال ولایات اور صوبوں کے والی ہوتے تھے، عہدِ نبوی میں صرف جزیرہ نمائے عرب میں اسلامی ریاست کے کم از کم چھبیس صوبے تھے جن کے بہت سے گورنر مقرر ہوئے تھے۔ خلافتِ راشدہ میں فتح عراق و شام اور ایران ومصر کے بعد ان ولایات کی تعداد اور زیادہ بڑھی اور اموی خلافت میں مزید اضافہ ہوا۔ خلافتِ معاویہؓ سے ایک اہم تبدیلی یہ شروع ہوئی کہ کوفہ-بصرہ کی ولایت متحدہ کو تمام مشرقی علاقوں اور صوبوں پر حاکمیت مل گئی اور اس کا والی وگورنر تمام مشرقی ولایات کا گورنر جنرل بن گیا اور اسی طرح والی مصر اور اس کے بعد والی افریقیہ تمام مغربی ولایات کا گورنر جنرل ہوتا تھا، وہ دونوں اپنے اپنے ماتحت صوبوں کو نہ صرف قابو میں رکھتے تھے بلکہ ان کے والیوں اور دوسرے افسروں کو بھی مقرر کرتے تھے اور ان کی فتوحات کرنے اور ان کو مستحکم بنانے کے بھی ذمہ دار تھے۔ بہر حال ان کو خلیفہ کی مرضی حاصل تھی۔

حضرت معاویہؓ کی خلافت کے تمام والیوں اور گورنروں کا ذکر بالعموم نہیں کیا جاتا،

صرف بعض اہم ترین اکابر کا ذکر آجاتا ہے اور وہ بھی سوانح و تراجم کے ضمن میں۔ تاریخی کتب میں تو اور ابھی ان کو توڑا ہے۔ ذیل میں ان کی ایک فہرست علاقہ وار درج کی جاتی ہے۔ اور اس کا آغاز کوفہ-بصرہ کے والیان کرام سے کیا جاتا ہے کہ وہی عظیم ترین طاقت کے منابع تھے۔

ولاۃ کوفہ:-

- حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ
- حضرت زیاد بن ابی سفیان اموی (جو تابعی تھے مگر حضرت مغیرہ کے اہم ترین جانشین بنے اور گورنر جنرل بھی۔)
- حضرت سمرہ بن جندب فزاری۔ (نائب زیاد/ والی کوفہ-بصرہ)
- حضرت عمرو بن حریث مخزومی   والی کوفہ
- حضرت عبدالرحمٰن بن ام الحکم/عبداللہ ثقفی   والی کوفہ
- حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سہمی۔ ۴۱/ ۶۶۱ تقرری، معزولی از مشورہ حضرت مغیرہؓ۔ (طبری ۵/ ۱۶۶، ابن اثیر ۳/ ۴۱۳)
- حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ۔ ۴۱-۴۲/ ۶۶۱-۶۶۲ تقرری تا وفات در ۵۰/ ۶۷۰ بعمر ستر سال۔ (طبری ۵/ ۱۷۰، ابن اثیر ۳/ ۴۱۳، ابن کثیر ۸/ ۲۴)
- حضرت ضحاک بن قیس ۵۷/ ۶۷۷ یا ۵۸/ ۶۷۸ معزولی،   (ابن اثیر ۳/ ۵۱۴-۵۱۵)
- حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عثمان ثقفی ۵۸/ ۶۵۸ - تقرری (ابن اثیر ۳/ ۵۱۵)۔ خلیفہ کے بھانجے

ولاۃ بصرہ:-

- حضرت بسر بن ابی ارطاۃ ۴۱/ ۶۶۱ تقرری اور اسی سال معزولی۔ (طبری ۵/ ۱۷۰؛ ابن اثیر ۳/ ۴۱۴؛ ابن کثیر ۸/ ۲۴)
- حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمیؓ ۴۲/ ۶۶۲ تقرری - ۴۵/ ۶۶۵ میں معزولی۔ (طبری ۵/ ۱۷۲ او مابعد؛ ابن اثیر ۳/ ۴۲۰ و مابعد؛ ابن کثیر ۸/ ۲۴)

○ حضرت حارث بن عبداللہ ازدی ۴۵/ ۶۶۵ تقرری صرف چار ماہ فولی الحارث کالفرس المحلل. (طبری وابن اثیر وابن کثیر کے حوالہ جات سابق)

○ حضرت زیاد بن ابی سفیان اموی ۴۵/ ۶۶۵ تقرری بعد حضرت حارث تا وفات در ۵۰/ بصرہ، خراسان، سجستان اور بعد میں اضافہ ہند، بحرین اور عمان کا۔

(طبری ۵/ ۱۷-۲۱۶؛ ابن اثیر ۳/ ۴۴۷؛ ابن کثیر ۸/ ۲۹)

○ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نائب امیر بصرہ حضرت زیاد کی غیر حاضری میں چھ ماہ تک ۵۰/ سے

○ حضرت عبداللہ بن عمرو بن غیلان۔ بصرہ ۵۳-۵۵/ ۶۷۳؛ ۶۷۵۔ بعد زیاد (ابن اثیر ۳/ ۵۰۱)

○ حضرت عبیداللہ بن زیاد والی بصرہ تقرری ۵۵/ تا خلافت یزید

ولاۃ کوفہ-بصرہ

○ حضرت زیاد بن ابی سفیان اموی دونوں کے گورنر جنرل ۵۰/ ۶۷۰ میں وفات۔ حضرت مغیرہ والی کوفہ کے بعد بنے۔ فکان اول من جمع له الکوفة و البصرة.

اور ۵۳/ ۶۷۳ تک دونوں کے امیر رہے اپنی وفات تک۔

(طبری ۵/ ۲۳۴، ۲۸۸؛ ابن اثیر ۳/ ۴۶۱، ابن کثیر ۸/ ۴۵)

○ حضرت بسر بن ابی ارطاۃ ۴۱/ ۶۶۱ عارضی، اسی سال معزولی (طبری ۵/ ۱۶۷)

ولاۃ بصرہ:-

○ حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمیؒ ۴۲/ ۶۶۲ اول تقرری۔

طبری ۵/ ۱۷۰؛ وحرب سجستان و خراسان؛ (ابن اثیر ۳/ ۴۲۰؛ ابن کثیر ۸/ ۲۴)

○ حضرت حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمیؒ

○ حضرت عمرو بن غیلان ثقفیؒ

○ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سہمیؒ

ولاۃ مصر وافریقیہ :-

○ حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ ۴۱-۴۳/۶۶۱-۶۶۳

(طبری ۵/۱۸۱ وماقبل: ابن اثیر ۳/۴۱۹ وماقبل: ابن کثیر ۸/۲۴)

○ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سہمیؓ نائب امیر مصر/ جانشین امیر مصر بعد وفاتِ پدر گرامی، بقول واقدی دوسال امیر/ والی مصر رہے۔ (طبری ۵/۱۸۱: ابن اثیر ۳/۴۲۵ اور ۴۵۵: ابن کثیر ۸/۲۴)

○ حضرت عتبہ بن ابی سفیان امویؓ امیر مصر

○ حضرت مسلمہ بن مخلد انصاری امیر مصر وافریقیہ تقرری از خلیفہ ۵۰/ (ابن اثیر ۲/۴۶۶)

○ حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ امیر مصر

○ حضرت مسلمہ بن مخلد امیر مصر بعد معزولی معاویہ بن خدیج

○ حضرت علقمہ بن یزید مرادی والی اسکندریہ برائے حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ

○ حضرت رویفع بن ثابت نجاری خزرجیؓ والی طرابلس الغرب

○ حضرت معاویہ بن خدیج سکونی والی افریقیہ ومغرب تقرری ۴۶/ معزولی ۵۰/

بعد معزولی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص: (طبری ۵/۲۲۹: ابن اثیر ۳/۴۵۵: ابن کثیر ۸/۳۱)

ولاۃ مدینہ منورہ:-

○ حضرت سعید بن العاص امویؓ والی مدینہ ۴۹/۶۶۹ میں اول تقرری بعد معزولی حضرت مروان۔ طبری ۵/۲۳۲: ابن کثیر ۸/۳۲ کے مطابق حضرت سعید نے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کو قاضی مدینہ مقرر کیا۔

○ حضرت مروان بن حکم امویؓ والی مدینہ ۴۲/۶۶۲ اول تقرری یا اواخر ۴۱/ میں؛

(طبری ۵/۱۷۲: ابن اثیر ۳/۴۲۰: ابن کثیر ۸/۲۴۔)

(بقول طبری حضرت مروانؓ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی کو اسی سال قاضی بنایا)

طبری ۵/۲۳۲ وغیرہ کے مطابق ۴۹/ ۶۶۹ میں ربیع الاول میں معزول ہوئے اور آٹھ سال دوماہ امیر مدینہ رہے۔

- حضرت مروان بن حکم اموی ؒ والی مدینہ بعد معزولی حضرت سعید بن العاص اموی در ۵۴ھ دوسری بار تقرری۔ (طبری ۵/۲۹۳؛ ابن اثیر ۳/۴۹۷؛ ابن کثیر ۸/۶۶۔)

ولاۃ مکہ مکرمہ:-

- حضرت خالد بن العاص بن ہشام ۴۲/۶۶۲ اول تقرری (طبری ۵/۱۷۲؛ ابن اثیر ۳/: ابن کثیر)

شامی صوبوں کے والی:

- شام: حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن زید انصاری امیر شام
- حمص کے گورنر: حضرت شرحبیل بن السمط کندی ؒ
- حضرت عبداللہ بن قرط ازدی ؒ
- حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید مخزومی ؒ محبوب ترین والی حمص

عراقی امصار کے ولاۃ:

- حضرت عبدالرحمٰن بن حکم والی موصل
- حضرت سفیان بن مجیب ثمالی والی بعلبک

یمن کے ولاۃ:

- حضرت بسر بن ارطاۃ کنانی
- حضرت معن بن فضالہ اوسی
- حضرت سائب بن خلاد خزرجی
- حضرت فیروز الدیلمی (یعقوبی ۲/۱۴۴)
- حضرت عثمان بن عفان ثقفی (یعقوبی) دیلمی کے بعد
- حضرت ابن بشیر الانصاری (یعقوبی) ثقفی کے بعد

غزوات/ثغر الہند کے امراء وولاۃ:-

- حضرت عبداللہ بن سوار العبدی تقرری ۴۳/۶۶۳ از عبداللہ بن عامر یا از خلیفہ (طبری ۵/ ؛ ابن اثیر ۳/۴۳۷ ومابعد؛ ابن کثیر ۸/)

○ حضرت مہلب بن ابی صفرہ ازدی تقرری ۴۴/۶۶۴

(طبری ۵/ :ابن اثیر ۳/ ۴۴۶؛ ابن کثیر ۸/)

ولاۃ مشرقی صوبہ جات

آرمینیہ کے گورنر:

○ حضرت حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ عنہ

○ حضرت حجر بن یزید کندیؒ

○ حضرت قیس بن ہیثم ۴۲/۶۶۲ تقرری از حضرت عبداللہ بن عامر والی بصرہ

(طبری ۵/ ۱۷۲: دو سال تک امیر رہے؛ ابن کثیر ۸/ ۲۴)

خراسان کے گورنر:

○ حضرت حکم بن عمرو غفاری از زیاد امیر بصرہ

(طبری ۵/ ۲۲۶؛ ابن اثیر ۳/ ۴۵۱ و مابعد ابن کثیر ۸/)

○ حضرت عبداللہ بن حازم سُلَمی ۴۳/۶۶۳ تقرری

(طبری ۵/ ۲۰۹ و مابعد: ابن اثیر ۳/ ۴۳۷ و مابعد)

○ حضرت ربیع بن زیاد حارثی اوسی، حضرت انس کے بعد

○ حضرت غالب بن فضالہ لیثیؒ (طبری ۵/ ۲۳۱ وغیرہ؛ ابن اثیر ۳/ ۴۵۷)

○ حضرت انس بن ابی اناس بن رُنیم ۴۵/ ۶۶۵ نائب و جانشین حضرت حکم غفاری۔

(طبری ۵/ ۲۲۶ وغیرہ تمام حوالے)

خراسان کے چار ارباع

۱-مرو-امیر بن احمر

۲-نیساپور-خلید بن عبداللہ حنفی

۳-مروروذ، فاریاب طالقان۔قیس بن ہیثم

۴- ہرات باذغیس بوشنج - نافع بن خالد طاحی (معزول)

سجستان کے گورنر:

○ حضرت ربیع بن زیاد حارثی اوسی حضرت خلید بن عبداللہ حنفی کے بعد

(طبری ۵/۲۲۶؛ ابن اثیر ۳/۴۵۱؛ ابن کثیر)

○ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ عبشمی ۴۳/۶۶۳ تقرری ۴۳ از عبداللہ بن عامر

(طبری ۵/ ؛ ابن اثیر ۳/۴۳۶ وما بعد؛ ابن کثیر)

اذربیجان کے گورنر:

○ حضرت شریح نائب والی

فارس کے گورنر:

حضرت عبداللہ بن عامر کریز عبشمی امیر بصرہ وفارس

حضرت عبداللہ بن خالد بن اسید اموی امیر فارس

یمامہ کے گورنر:

حضرت اسید بن ظہیر حارثی اوسی

ایرانی امصار کے ولاۃ وامراء

مدائن:-

○ شریک بن عبید نائب المدائن ۴۳ھ/۶۶۳ (ابن کثیر ۸/۲۵)

ولاۃ وعمال اور سالارانِ لشکر کا قبائلی تجزیہ

خلافتِ معاویہؓ میں سالارانِ لشکر کے قبائلی تجزیہ میں بعض اہم ترین حقائق پوشیدہ ہیں۔ ان صحابہ کرام کا تعلق مختلف قبائلِ عرب سے تھا جن میں قریش کے کئی خانوادوں کے علاوہ خاص خاندانِ اموی کے افراد بھی تھے۔ بنوامیہ بالخصوص خاندانِ بنی امیہ کے خلفاءِ کرام پر ایک

بہتان تراشی کا سلسلہ خلیفہ سوم کے عہد مبارک سے چلا آ رہا ہے۔ حضرت عثمان بن عفان اموی ؓ پر یہ تہمت سازش کے تحت دھری گئی تھی کہ انھوں نے اپنے خاندان والوں کو تمام اہم مناصب عطا کر کے اقرباء پروری کا دروازہ کھول دیا اور اکابر صحابہ کو نظر انداز کر دیا۔ اموی خلفاءِ مابعد تو اور زیادہ بدنام ہیں کہ انھوں نے پوری خلافتِ اسلامی کو خاندانی ملوکیت اور قیصر وکسریٰ والی موروثی شہنشاہیت میں محض مفادات کی خاطر تبدیل کر دیا ہے، خلافتِ عثمانی کے امراء وعمال کا تجزیہ بالخصوص اور خلافت اموی کے کارکنان حکومت کا تجزیہ بالعموم اصل حقائق آشکار کرتا ہے۔

بلاشبہ حضرت معاویہ ؓ نے اپنے بعض خاندان کے رشتہ داروں کو بھی اہم مناصب دیئے تھے مگر وہ ان کی صلاحیتوں اور لیاقتوں کے سبب دیئے گئے تھے۔ ان کے تقرر وتعین میں کسی قسم کی بیجا نوازش وکرم کا عنصر نہ تھا۔ اس اولین اموی اور دوسری تعمیر ساز خلافتِ اسلامی میں اموی امراء میں سے متعدد، صحابہ کرام کے جلیل القدر طبقہ سے تھے جیسے حضرت سعید بن العاص بن سعید العاص اموی ؓ جو نہ صرف اشرافِ قریش میں سے تھے بلکہ جامع و مدون قرآن کریم بھی تھے، حضرات عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمی، عبداللہ بن خالد بن اسید اموی، عبدالرحمٰن بن سمرہ عبشمی، عتبہ بن ابی سفیان اموی، مروان بن حکم اموی، ولید بن عتبہ اموی اور ان جیسے بعض دوسرے صحابہ کرام نے اپنی انتظامی لیاقت دینی صلابت کے ساتھ ثابت کی تھی اور خلافتِ راشدہ کے زمانے سے وہ اپنی لیاقتوں کو ثابت اور دینی مقام کو لوگوں سے منواتے آ رہے تھے۔

ہاشمی سالاروں اور امیروں کا خلافتِ معاویہ ؓ میں مناصب سنبھالنا اور لشکروں کی قیادت کرنا اور جہاد وقتال میں حصہ لینا غالباً خلافتِ اسلامی کے اوصاف وشرائط ثابت کرنے والوں کو ایک تازیانہ عبرت معلوم ہو، مگر ان میں سے بعض نے تو ان اکابر کی نیتوں پر شک کر کے ان کے کردار وشخصیت کشی کی مذموم کوششیں کی ہیں۔ مثلاً حضرت عقیل بن ابی طالب ہاشمی ؓ کی حمایتِ حضرت معاویہ ؓ اور واقعہ صفین میں اپنے برادرِ خورد حضرت علی بن ابی طالب ہاشمی ؓ کے خلاف صف آرائی کو دولت کی لالچ اور حرص وطمع کا شاخسانہ قرار دیا گیا ہے، حالانکہ وہ اس تہمت سے بالکل مبرا تھے۔ حضرت قثم بن عباس ؓ کی ترکستان کی فتوحات میں شرکت وقیادت کا واقعہ ان

نظریہ سازوں سے اوجھل رہ گیا، غزواتِ روم میں حضرت عبداللہ بن عباس ہاشمی اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما جیسے حضرات کی شرکت کو جان بوجھ کر چھپایا گیا ورنہ ان کے بارے میں بھی ایسے ہی اسبابِ نفرت تلاش کر لئے جاتے۔ البتہ اس میں ان کے لئے کافی مشکل بھی تھی کہ ان کی بعض محبوب شخصیات بھی آتی ہیں۔ حضرت حسینؓ یزیدی کی غزوۂ روم میں شرکت کی کیا توجیہ کرتے۔ بعض نے البتہ امیر یزید کی سالاری سے انکار کر کے اور دوسرے امیر و قائد کی قیادت کی روایتِ ناشائستہ کو ترجیح دے کر کچھ تسکین خاطر کا سامان کر لیا ہے، مگر خلافتِ معاویہؓ کا عہد بدل دینے کی کوئی سبیل ان کو نظر نہیں آئی۔

ہاشمی امیروں، والیوں اور دوسرے افسروں کا مسئلہ بھی ان مدعیوں کے لئے باعث خلجان ہے۔ حضرت حارث بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب ہاشمیؓ اس اموی دور میں کسی وقت امیرِ بصرہ بھی رہے تھے، ان کے ایک بھائی حضرت عبداللہ بن نوفل ہاشمی کو مدینہ منورہ کا قاضی بھی مقرر کیا گیا تھا۔ اور طرفہ ستم ان کا تقرر کسی اور نے نہیں حضرت مروان بن حکم امویؒ نے اپنے امارتِ مدینہ کے دوران کیا تھا۔ اور وہ مدتوں اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے تھے، ان ہاشمی بزرگوں کی تعداد کم نظر آتی ہے اس کے متعدد اسباب ہیں لیکن خلافتِ معاویہ میں ان کی مناصب پر تقرری ایک علامت ہے۔

اموی اور ہاشمی عمال وولاۃ اور سالاران خلافتِ معاویہؓ کے علاوہ دوسرے قریشی خاندانوں کے بعض اکابر و صحابہ بھی شامل تھے۔ ان میں سے عبشمی صحابہ کرام کو اموی صحابہ کرام کے ساتھ شامل و داخل کیا گیا ہے۔ اصلاً وہ امیہ اکبر کے والد ماجد عبد شمس کی اولاد ہی تھے مگر ان کی دیگر اولاد کی صلب سے تھے لہٰذا وہ بالعموم عبشمی کہلاتے ہیں، وہ اموی نہ ہوتے ہوئے بھی اموی سمجھے جاتے ہیں کیونکہ وہ بالعموم اموی خاندان کے ساتھ ہر طرح کا الحاق و اتفاق کرتے تھے، سیاست و انتظام میں بھی ان کا میلان خاطر اموی خلافت کے ساتھ اور ان کے خلفاء کے جانب ہی رہتا تھا۔

دیگر قریشی خاندانوں میں بنو سہم/قریش بھی تھا۔ اگر چہ وہ ایک نسبتاً چھوٹا خاندان تھا

تاہم اس کے بعض اکابر نے اسے عظمت و تابندگی کی معراج پر پہونچا دیا تھا اور ان کے کارناموں نے اسے خاندانِ خلافت کا ہم پلہ بنا دیا تھا۔ ان کے عظیم ترین نمائندے حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ تھے جو حضرت معاویہؓ کے دستِ راست، مشیرِ کبیر اور وزیر باتدبیر تھے۔ انھوں نے حضرت معاویہؓ کے لئے دوبارہ مصر فتح کی اور تا زندگی مصر کے گورنر و والی رہے۔ ان کی غیر حاضری میں ان کے فرزند گرامی حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سہمیؓ ان کے جانشین امیر رہتے تھے اور وفات کے بعد باقاعدہ والی مصر مقرر ہوئے تھے۔

بنو جمح بنو سہم کی طرح ایک اور خاندانِ قریش تھا۔ اس کے بعض اکابر بھی خلافتِ معاویہ میں کارفرما رہے تھے، حضرت حارث بن حاطب جمحیؓ کو والی مدینہ حضرت مروان بن حکم امویؒ نے والی مساعی/صدقات وغیرہ مقرر کیا تھا۔ بنو عدی یعنی خاندان حضرت عمر فاروقؓ کے ایک نمائندے ان کے دوسرے فرزند حضرت عبید اللہ بن عمرؓ تھے جو امیر و سالار رہے تھے، بنو مخزوم کے عظیم ترین سالار اور اسلامی حکومت میں اللہ کی تلوار حضرت خالد بن ولید مخزومی کے فرزند اکبر حضرت عبدالرحمٰن سالارِ روم بھی رہے تھے، امیر جیش خلافت بھی اور حمص کے والی بھی۔ وہ تمام امراءِ حمص میں سب سے محبوب و مکرم والی اپنی صفات کی بنا پر رہے تھے، دوسرے مخزومی صحابی عمرو بن حریثؓ تھے جو کوفہ کے والی رہے۔ اور مدتوں اسلامی خلافت کے ادوار میں کار گذاری کرتے رہے۔

بنو فہر بھی قریش کا ایک سر برآوردہ خاندان تھا جس کے عظیم ترین سالار و امیر حضرت ابوعبیدہ بن جراح فہری رہے تھے۔ خلافتِ راشدہ بالخصوص خلافتِ فاروقی کے سالارِ اعظم تھے اور ان کی قیادت و ولایت میں شام و فلسطین وغیرہ کے صوبے رہے تھے۔ ان ہی کے خاندان کے ایک فرد حضرت حبیب بن مسلمہ فہریؓ تھے جو خلافت راشدہ کے مختلف ادوار میں کام کرتے رہے اور حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لئے جو لشکر حضرت معاویہؓ نے شام سے بھیجا تھا وہ اس کے امیر مقرر کئے گئے تھے مگر وہ لشکر وقت پر نہیں پہونچ سکا۔ وہ غزواتِ رومی میں شرکت و کارناموں کے حبیب الدروب و حبیب الروم کہلاتے تھے اور والی آرمینیہ بھی مقرر ہوئے تھے۔

ثقیف ہوازن کے بزرگ تر قبیلہ کا ایک بڑا بطن تھا جو خود اپنی جگہ ایک طاقتور قبیلہ بن گیا تھا۔ وہ طائف کے اطراف میں آباد تھا اور اس کے قریش مکہ سے بڑے گہرے ازدواجی، معاشرتی، تجارتی اور تہذیبی روابط و تعلقات تھے۔ قریش کو اپنے ہم پلہ سمجھتے تھے اور حقیقت میں وہ تھے بھی۔ رسول اکرم ﷺ کی عظیم ترین رضاعی ماں حضرت حلیمہ کا اسی سے تعلق تھا، حضرت معاویہؓ نے اپنی ایک بہن حضرت ام الحکم بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کی شادی ایک عظیم ثقفی حضرت عبداللہ بن عثمان سے کی تھی وہ اپنی ماں کی نسبت سے زیادہ مشہور ہوئے کہ خلیفۂ وقت کے بھانجے تھے، ان کی صحابیت پر بعض اہل علم نے کلام کیا ہے۔ بہر حال حضرت معاویہؓ نے ان کو ۵۷/ ۶۷۷ میں حضرت نعمان بن بشیر خزرجیؓ کی معزولی کے بعد پہلی بار عامل کوفہ مقرر کیا۔ وہ متعدد بار عامل و والی کوفہ رہے، جزیرہ/عراق کے بھی امیر رہے اور ۵۳/ ۶۷۳ میں ارض روم پر سالانہ غزوہ کے افسر بھی تھے ان ہی کی مانند ایک اور امیر تھے حضرت عمرو بن غیلان ثقفی جو والی کوفہ-بصرہ حضرت زیاد کے بعد کچھ مدت کے لئے والی بصرہ بنائے گئے تھے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ بہر حال امراء و ولاۃ حضرت معاویہؓ میں اپنے قبیلہ کے عظیم ترین نمائندے تھے۔ وہ حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ کے ساتھ خلیفہ کے دوسرے دست و بازو اور مشیر و وزیر تھے۔ اور جہاں دیدہ سیاستدان تھے۔ خلافتِ معاویہؓ میں وہ کوفہ کے والی مقرر ہوئے اور تا وفات والی/گورنر رہے۔ وہ زیاد بن ابی سفیان امویؒ کے دوست اور پیشرو بھی تھے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ تیسرے عظیم ترین صحابی تھے جو حضرت معاویہ کی خلافت میں امیر غزوات سالانہ رہے۔ وہ فضلاء صحابہ میں شمار ہوتے تھے اور حضرت مغیرہ کی مانند عہد نبوی سے خلافت معاویہ تک مسلسل امارت ولایات پر فائز رہے تھے۔

انصاری امراء و عمال و ولاۃ

خلافت معاویہؓ میں اوس و خزرج یعنی مدینہ کے انصار کے متعدد صحابہ کرام بھی مناصب پر فائز تھے۔ ان کی فائز المرامی نے خلافتِ معاویہؓ کو ایک اور قبائلی یا علاقائی جہت تو دی ہی تھی اصلاً اس نے اس کو ایک طرح کی دینی جہت بھی عطا فرمادی تھی اور اس کو آفاقیت کی سند بھی دی

تھی۔ انصاری صحابہ کی یہ سرفرازی معنی خیز تھی۔ عمال وولاۃ اور دوسرے امراء بالخصوص سالاروں میں دونوں مدنی قبیلوں-اوس وخزرج- کے اکابر صحابہ شامل تھے اور مناصب اور عہدوں سے پرے ان کے عظیم افراد و عظیم تر طبقات نے اموی خلافت سے ہر طرح کا تعاون کیا تھا۔

اوسی امراء حضرت معاویہؓ میں شامل تھے: حضرات اسید بن ظہیر حارثی والی یمن، ربیع بن زیاد حارثی، امیر خراسان وغیرہ، سہل بن الحنظلیہ / الربیع اوسی، فضالہ بن عبید عمری، جو قاضی دمشق بھی رہے، امیر البحر روم بھی تھے اور سالارِ جیش بھی رہے تھے۔ معن بن فضالہ اوسی، والی یمن وغیرہ۔ یہ صرف چند اسماء گرامی ہیں جن کا ذکر ملتا ہے اور نہ معلوم کتنے اور اوسی امراء خلیفہ تھے۔ خزرجی امراء خلافتِ معاویہؓ تھے: حضرات رویفع بن ثابت نجاری، والیِ طرابلس الغرب، سائب بن خلاد بن سوید خزرجی، عاملِ یمن، عبدالرحمٰن بن سہل بن زید انصاری، سالار و امیر شام، مسلمہ بن مخلد ساعدی، عامل مصر و مغرب و سالار تھے، اور حضرت نعمان بن بشیر خزرجی جن کے مناصب اور اعزازات کا جہاں بہت وسیع ہے کہ وہ سالار و فاتح کے علاوہ عامل حمص، والی کوفہ اور ان سب سے بڑھ کر خلافتِ معایہ و یزید میں حکومت و خلیفۂ وقت کے عظیم ترین امراء و وزراء میں شمار ہوتے تھے، ان کے علاوہ حضرت جبلہ بن عمرو انصاریؓ جہادِ افریقیہ میں امیر جیش رہے اور حضرت معاویہ بن خدیج کے ساتھ غزوات میں حصہ لیتے رہے، ان گیارہ انصاری امراء وعمال معاویہؓ کا ذکر مختلف مناصب کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ ان میں کوفہ، مصر کی ولایات کی گورنری دراصل پورے مشرقی اور مغربی علاقے کی عام ولایت یا گورنر جنرل شپ تھی۔ شام و یمن اور طرابلس کی گورنری بھی کچھ اہم نہ تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام انصاری امراء خلافت کی تعداد نہیں ہے مگر ان مذکورہ اکابر کی اتنی تعداد ہی بہت اہمیت اور منزلت رکھتی ہے۔

بدوی قبائل عرب کے عظیم ترین اکابر بھی خلافت معاویہؓ کے دوران مختلف مناصب پر کام کرتے رہے تھے:

ان کا قبیلہ وار مختصر تجزیہ حسب ذیل ہے:

<u>بنو کنانہ</u>: ایک عظیم ترین خاندانِ قبائل تھا جس میں متعدد ذیلی بطون و خاندان

شامل تھے جیسے بنوضمرہ، بنومدلج، بنوجذیمہ، خزاعہ وغیرہ۔ اس کو بالعموم مدینہ کے مغرب میں آباد علاقہ کا قبیلہ یا مجموعہ قبائل بتایا جاتا ہے۔ اسلامی ریاست سے اس کا تعلق پرانا تھا۔

ان کے عظیم ترین نمائندے بسر بن ارطاۃ کنانی تھے جنھوں نے خلافت معاویہؓ کا پرچم سرحدِ شام سے لے کر سرحد یمن تک پھہرا دیا تھا۔ وہ مدینہ منورہ، یمن اور دوسرے مقامات کے افسرِ لشکر، فاتح ولایات اور گورنر و والی بھی رہے تھے۔

مُزَینہ:- مدینہ کے قریب آباد تھا اور جہینہ کا حلیف اور پڑوسی تھا۔ خلافتِ معاویہ میں ان کے صحابی حضرت قرہ بن ایاسؓ افسرِ فوج رہے، خاص کر خوارج کے فرقہ ازارقہ کے خلاف غزوات میں، اور کسی ایک غزوہ میں انھوں نے شہادت بھی پائی۔

جُہینہ:- کے سب سے نمایاں امیر وقت اور سالار لشکر حضرت عتبہ بن عامر جہنیؓ تھے۔ وہ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ رہے، پھر مصر میں سکونت پذیر ہو گئے۔ حضرت معاویہؓ نے ان کو مصر کا والی بھی مقرر کیا تھا۔ ان کا دینی مقام اور علمی مرتبہ بھی بہت بلند تھا۔ اس مدنی قرب کے قبیلہ کے حضرت عمرو بن مرہ جہنیؓ کو حضرت معاویہؓ نے افسرِ حوائج الناس مقرر کیا تھا۔

غِفار و اسلم:- دونوں پڑوسی قبائل تھے جو مکہ- مدینہ کے درمیان آباد تھے۔ ان کے عظیم صحابہ نے خلافت اسلامی میں بڑے کارنامے انجام دئے۔ خلافتِ معاویہؓ میں حضرت حکم بن عمرو غفاریؓ کو والی کوفہ- بصرہ زیاد بن ابی سفیانؒ نے والی خراسان مقرر کیا تھا۔ وہ نائب امیر خراسان بھی رہے اور جناب زیاد کی عدم موجودگی میں امیر بصرہ بھی ہوئے تھے۔ دوسرے اسلمی صحابی تھے، حضرت سفیان بن عوفؓ جو امیر صوائف تھے۔ امراء حضرت معاویہ میں عظیم ترین اسلمی صحابی حضرت ابو ہریرہ تھے جو اپنی کنیت سے زیادہ مشہور تھے، نام میں اختلاف ہے، ایک نام نضلہ بن عبید اسلمی بتایا جاتا ہے۔ دربارِ معاویہ و یزید میں وہ موجود تھے۔

ازد:- کا قبیلہ جنوبی تھا اور اس کے متعدد خاندان تھے۔ ان میں خاندان زہرانی کے حضرت جنادہ بن ابی امیہؒ امیر البحر روم رہے، ازد کے ایک خاندان بنوحجر کے ایک صحابی حضرت علقمہ بن جنادہ ازدی خلافتِ معاویہ میں امیر البحر کے عہدے پر فائز تھے۔ اصلاً شُمالہ اسی ازد کا

ذیلی قبیلہ تھا اس کے ایک صحابی حضرت عبداللہ بن قرط ثُمالی ازدیؓ حمص جیسے اہم علاقہ کے امیر و والی مقرر ہوئے تھے۔

کندہ:- کا جنوبی قبیلہ اصلاً قبائل کا مجموعہ تھا۔اس کے ایک صحابی حضرت حجر بن یزید کندی حضرت معاویہؓ کے والی آرمینیہ بنے تھے۔قبیلہ کندی کے عظیم ترین صحابی حضرت شرحبیل بن حسنہؓ تھے جو عہد نبوی اور خلافتِ راشدہ میں عظیم کارناموں کے لئے ممتاز تھے۔ان کے ایک فرزندِ گرامی حضرت ربیعہؓ والی مصر حضرت عمرو بن عاص سہمیؓ کے امیر جیش بھی رہے،اور یکسین نامی علاقہ کے امیر بھی،ایک اور کندی حضرت شریح بن حارثؓ قاضی کوفہ و بصرہ رہے تھے۔حضرت عدی بن عمیرہ کندی بھی ایک امیر و سالار وقت تھے۔حضرت اشعث بن قیس کندیؓ اور حضرت شرحبیل بن السمط کندیؓ عظیم ترین امراءِ معاویہ میں تھے۔موخر الذکر والی حمص رہے تھے۔ان کے علاوہ حضرت مالک بن ہُبیرہ کندیؓ مصر میں حضرت معاویہؓ کے ایک امیر و سالار لشکر تھے اور خلافتِ یزید میں بھی اس پر فائز رہے۔

بنو جرش:- علاقہ جرش کے ایک صحابی حضرت ربیعہ بن الغازؓ خلافت معاویہ میں مفتی رہے۔ان کی فقاہت بہر حال مسلّم تھی۔

خزاعہ:- کا قبیلہ بھی ایک طاقتور قبیلہ تھا اور وہ رسول اکرم ﷺ کے دادا عبدالمطلب ہاشمی کا حلیف چلا آرہا تھا۔اسی قدیم رشتہ کی بنا پر صلحِ حدیبیہ میں خزاعہ نے رسولِ اکرم ﷺ اور ریاستِ مدینہ سے حلف کے معاہدہ کی تجدید کی تھی۔اس کے متعدد اکابر خلافتِ معاویہؓ میں اہم ترین دینی اور انتظامی مناصب پر فائز رہے،ان میں متعدد فضلاءِ صحابہ بھی تھے جیسے حضرت عمران بن حصین خزاعیؓ فقیہ،عالم و مفسر قرآن اور محدث جلیل تھے۔اولین ادوار میں قاضی بصرہ رہ چکے تھے۔والی بصرہ۔کوفہ جناب زیاد امویؒ نے باصرار درخواست کر کے ان کو قاضی بصرہ مقرر کیا مگر انھوں نے حسب دستور جلد ہی استعفیٰ دے دیا۔

حضرت کرز بن علقمہ خزاعی کعبیؓ دوسرے عظیم صحابی تھے۔حضرت مروان بن حکم امویؓ نے ان کو اپنی امارتِ مدینہ کے دوران حرم مکہ کے اعلام و انصاب کی تجدید کا افسر مقرر کیا تھا۔

انھوں نے اس اہم دینی کام کو انجام دیا۔ خزاعہ کو معاملات حرم سے گہری واقفیت تھی اور اسی سے فائدہ اٹھایا گیا تھا۔ دلچسپ بات ہے کہ ان ہی صحابی جلیل نے جاہلی دور میں رسول اکرم ﷺ کے سفرِ ہجرت مدینہ کے دوران غارِ ثور تک تعاقب کیا تھا اور رسول اکرم ﷺ کے قدم مبارک کے نقش کو پہچان لیا تھا، مگر غارِ ثور کے دہانے پر مکڑی کے جالوں کو دیکھ کر سراغ کھو بیٹھے تھے، جیسا کہ روایات کا اصرار ہے مگر ان پر نقد کیا گیا ہے، بہر حال خزاعی صحابہ کے بارے میں ان روایات میں دو صحیح صفات اور صلاحیتوں کا ذکر ملتا ہے جو اس مطالعہ میں بھی قابلِ لحاظ ہے ایک یہ کہ وہ جغرافیائی معلومات کے علمبردار اور خصوصی ماہر ہوتے تھے اور عرب کے خاص مقامات کو خوب جانتے تھے اور دوسرے وہ قیافہ شناس اور قدموں کے نشانات کے پارکھ بھی ہوتے تھے اور ان سے وہ کاروانوں اور اشخاص دونوں کے نشاناتِ قدم کا پتہ چلا لیتے تھے۔ ان ہی عبارتوں کے سبب ''اعلام حدود حرم'' کی تنصیب و تجدید کا کام بالعموم ان ہی اکابر سے لیا جاتا تھا اور کاروانوں، قافلوں اور لوگوں کا سراغ بھی ان ہی سے لگوایا جاتا تھا۔

بنو کلب:- کا قبیلہ بالخصوص اس کی شامی شاخ حضرت معاویہؓ کی عظیم ترین اور وفادار ترین رفیق و معاون تھی، صفین میں متعدد حضرات نے حضرت معاویہؓ کا ساتھ دیا تھا ان میں حضرت حمل بن سعد کلبیؓ بھی شامل رہے تھے۔

بنو خَثْعَم :- بھی ایک شمالی سرحدی قبیلہ تھا۔ اس کے ایک صحابی حضرت مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمیؓ ۴۰/ ۶۶۰ کے غزوہ میں امیر جیش تھے اور اس سے قبل بھی وہ متعدد غزوات میں امیر و سالار رہ چکے تھے۔ وہ والی صوائف بھی رہے تھے اور غزوۂ روم کے مسلسل امیر و سالار اور ماہر جنگ۔ وہ خلافتِ یزید و عبدالملک تک اس پر فائز رہے۔

بنو عُذرہ:- کا قبیلہ بھی شامی سرحد کے قریب آباد ہونے کے سبب خلیفہ شام کا ہمیشہ وفادار رہا تھا۔ حضرت خالد بن عرفطہؓ اس کی ایک شاخ بنو لیث کے عظیم صحابی تھے جو سالار لشکر بھی رہے، اور حضرت سعد کے بعد والی کوفہ بھی رہے تھے۔

بنو بَلی :- کا قبیلہ بھی بنو عذرہ کا پڑوسی اور حلیف تھا۔ ان دونوں سے حضرت عمرو بن

العاصؓ کا بڑا گہرا رشتہ وتعلق تھا، حضرت علقمہ بن رمثہ بلویؓ فتح مصر میں حضرت عمرو بن عاص سہمیؓ کے ساتھ شریک اور ان کے لشکر کے ایک امیر وسالار رہے تھے۔

بنو فزارہ:- شمال مدینہ میں آباد تھے۔ ان کے ایک عظیم ترین صحابی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ تھے جو تمام مشاہد نبوی میں شریک رہے۔ وہ والی کوفہ وبصرہ کی ولایت وگورنری کے دوران نائب امیر ووالی تھے اور امیر کی مانند چھ چھ ماہ دونوں صدور مقام پر رہتے تھے۔

بنو طے:- حاتم طائی کا قبیلہ تھا۔ ان کے فرزند حضرت عدی بن حاتمؓ حضرت علیؓ کے حامی تھے اور حضرت عدی کے برادرِ مادری حضرت ملحان بن زیاد طائی حضرت معاویہؓ کے۔ دونوں بھائی صفین میں ایک دوسرے کے خلاف صف آراء رہے تھے۔

بنو سُلیم:- اپنی فوجی سالاری اور دوسری حربی مہارت کے لئے ممتاز تھے۔ خاص کر شہسواری میں طرۂ افتخار رکھتے تھے۔ ان کے ایک صحابی حضرت عمرو بن سفیان سُلمیؓ نہ صرف اعیانِ حضرت معاویہ میں تھے بلکہ صفین میں ایک لشکر کے سالار مقرر ہوئے تھے۔ دوسرے نامور سُلمی صحابی اور امیر حضرت عبداللہ بن خازمؓ تھے۔ ان کو صحابہ خراسان میں امام حاکم نے شمار کیا ہے۔ وہ سرخس کے فاتح بھی تھے اور متعدد غزوات وسطی ایشیا میں امیر رہے تھے۔ امارتِ حضرت عبداللہ بن عامر کے دوران وہ عاملِ خراسان بھی تھے۔

بنو حنیفہ:- یمامہ کا ایک قبیلہ تھا جو شرقی ایرانی سرحد کے قریب آباد تھا۔ وہ بہت طاقتور اور عددی لحاظ سے عظیم تر تھا۔ امراءِ حضرتِ معاویہؓ میں سے ایک حضرت خلید بن عبداللہ حنفیؒ تھے جن کا تقرر بطور سالار وامیر والی کوفہ-بصرہ زیاد اموی نے کیا تھا۔

خولان اور شمالہ:- بھی جنوبی عرب کے اہم ترین قبائل میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے متعدد صحابہ کرام خلافتِ معاویہ میں امیر تھے۔ ان میں حضرت سفیان بن مجیبؓ عاملِ بعلبک تھے اور اس سے قبل وہ طرابلس میں امیر جیش وسالار بھی رہے تھے۔ ان کے ہم نام حضرت سفیان بن وہب خولانیؓ بھی امیرِ جیش تھے اور قیروان میں سکونت پذیر رہے اور بعض مقامات کے والی بھی رہے۔

بنو مُراد:- بھی ایک جنوبی قبیلہ تھا جس کے متعدد اکابر نے خلافتِ نبوی اور اسلامی

خلافت میں مناصب پائے تھے۔ خلافتِ معاویہ میں عہدہ پانے والے ایک مرادی صحابی تھے حضرت علقمہ بن یزیدؓ جو والی مصر حضرت عتبہ اموی کے مقرر کردہ والی اسکندریہ تھے۔

بنو رُہا:- دراصل عظیم ترین قبیلہ مذحج کا ایک بطن تھا اور جنوبی عرب کا باسی۔ حضرت یزید بن شجرہ رُہاویؓ کو حضرت معاویہ نے ۳۹/۶۶۰ میں اپنی خلافت سے قبل امیر حج مقرر کر کے مکہ مکرمہ بھیجا تھا۔ وہ خلیفۂ وقت کے امیرِ جیوش و جہاد بھی رہے تھے۔

بنو ہُذَیل:- بھی ایک جنوبی عرب کا قبیلہ تھا جس کے متعدد افراد مکہ مکرمہ میں آباد ہو گئے تھے اور ان میں عظیم ترین صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود ہُذَلیؓ تھے۔ وہ عہد نبوی سے عہد عثمانی تک حدیث و قرآن کے امام بھی رہے اور معلم بھی، حضرت معاویہؓ کی خلافت میں ایک ہُذلی سالار حضرت سنان بن سلمہ ہُذلی تھے جو امیرِ غزوات ہند بنے تھے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ اپنے پیشرو امیرِ غزوات ہند حضرت عبداللہ بن سوارؓ کی شہادت کے بعد اس عہدہ پر فائز کئے گئے، حضرت معاویہؓ نے والی کوفہ- بصرہ حضرت زیاد بن ابی سفیانؓ کو حکم بھیجا تھا کہ کسی مناسب شخص کو اس عہدہ پر مقرر کریں۔ اور جناب زیاد نے ان کی تقرری اسی حکمنامہ کے بعد ۵۰/۶۷۰ میں کی تھی۔ حضرت سنان ہُذلی کی وفات حجاج کے آخری ایام میں ہوئی تھی۔ اس کا ایک واضح مطلب یہ ہے کہ وہ بعد کے خلفاء- یزید اور عبدالملک وغیرہ کے زمانے میں بھی اسی عہدہ پر موجود رہے تھے۔

حَضرَ مَوت:- جنوبی عرب کا انتہائی علاقہ ہے جو یمن سے خلیج فارس/عرب تک وسیع ہے اور اس میں متعدد سلاطین کی حکومت تھی ان کو اقیال کہا جاتا تھا، ان میں سے ایک قیل حضرت وائل بن حجر حضرمیؓ تھے۔ اہم نکتہ ہے کہ وہ ۹/۶۳۱ء میں حاضر خدمت ہونے کے بعد جب اپنے علاقہ کو واپس گئے تو ان کے محاصل وصول کرنے کے لئے، ان کے ساتھ حضرت معاویہؓ کو حضور اکرم ﷺ نے بھیجا تھا۔ بعد میں کوفہ میں سکونت پذیر ہوئے تو حضرت علیؓ کے حامی بن گئے اور صفین میں اپنے قبیلہ کی فوج کے سالار تھے۔ بعد میں حضرت معاویہؓ سے تعلقات ہو گئے اور وہ ندیم خلیفہ اور مشیر حکومت بن گئے۔ حضرت معاویہؓ ان کا انتہائی اکرام کرتے تھے۔

خلافت معاویہ میں دیگر عمال صحابہ

امراء وسالارانِ جیوش اور ولایات/صوبوں کے گورنروں کے علاوہ حضرت معاویہؓ کی خلافت میں بعض دوسرے مناصب پر بھی متعدد صحابہ کا تقرر ہوا تھا۔ ان میں سے امیر شرطہ (پولیس) قاضی ومفتی بھی تھے اور بعض دوسرے عہدیدار بھی۔

امراءِ شرطہ:- بنیادی طور سے شہر وعلاقے میں نظم ونسق کی بحالی اور امن وامان کے قیام کے ذمہ دار ہوتے تھے، موجودہ اصطلاح میں ان کو پولیس کا اعلیٰ افسر بھی قرار دیا جاتا ہے کہ اس کے موافق ان کے بھی اختیارات ہوتے تھے۔ لیکن خلافتِ اسلامی میں ان کے اختیارات وسیع تر ہوتے تھے۔ ان میں اخلاقیات کی بحالی اور دینی وتشریعی قوانین وروایات کی تنفیذ بھی شامل تھی۔ پایۂ تخت خلافت کے امیرِ شرطہ کا منصب بہت بلند اور وسیع اختیارات کا مالک ہوتا تھا اور براہ راست خلیفہ کا ماتحت ہوتا تھا۔ حضرت ضحاک بن قیس فہری قرشیؓ کو اس منصبِ عالی پر مقرر کیا گیا تھا، بعد میں وہ کوفہ وغیرہ کے والی وامیر بھی رہے تھے۔ اسی طرح حضرت ابومسلم مرادیؓ مصر کے امیرِ شرطہ تھے اور ان کا تقرر والی مصر حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ نے کیا تھا۔

قضاۃ ومفتیانِ خلافت میں صرف دو چار کا ذکر ہی اس فہرست میں آسکا ہے، جو انتہائی ناقص ہے۔ کیونکہ ہر بڑے شہر میں قاضی اور مفتی مقرر کئے جاتے تھے۔ حضرت ربیعہ بن الغاز جرشیؓ خلافتِ معاویہؓ میں مفتی اعظم تھے اور عظیم ترین قاضی ومفتی تھے۔ حضرت شریح بن حارث کندیؒ جو مسلسل ساٹھ برس تک قاضی کوفہ کے عہدہ پر فائز رہے۔

ان دونوں کی صحابیت پر اختلاف ہے لیکن حضرت عبداللہ بن نوفل ہاشمی قاضی مدینہ کی صحابیت پر کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضرت عمران بن حصین خزاعیؓ بلاشبہ ایک عظیم صحابی تھے اور وہ کوفہ/بصرہ میں دو دو بار قاضی رہے۔ امارت عبداللہ بن عامر اور زیاد بن ابی سفیان میں امیر حج کے طور پر ایک ہاشمی حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کا تقرر حضرت معاویہؓ نے کیا تھا۔ دوسرے امیر حج حضرت یزید بن شجرہ رہاویؓ تھے۔ اعلامِ حرم کی تجدید کے لئے اسی طرح

حضرت کرز بن علقمہ خزاعیؓ کا بطور افسر تقرر حضرت مروان والی مدینہ نے کیا تھا۔

حوائج الناس کے افسر کے طور پر حضرت عمرو بن مرہ جہنیؓ کا تقرر بہت معنی خیز اور اہم ہے کہ وہ عام لوگوں کی حاجت روائی کرتے تھے۔

اہم نکات ونتائج

انتظام وانصرام اور خاص کر امورِ سلطنت میں دو لیاقتیں مردم شناسی اور حلم و بردباری بہت اہمیت رکھتی ہیں، خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے بعد یہ دونوں صلاحیتیں حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ میں بدرجہ اتم موجود و کارفرما تھیں، حضرت حسن بن علیؓ کی خلافت سے حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبرداری کے شرائط میں بھی ان کا عظیم مظاہرہ ہوا تھا، اور بعد کے واقعاتِ خلافت میں تو ان کا قدم قدم پر ثبوت ملتا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے نہ صرف تمام حامیان/شیعانِ علی وحسنؓ کو معاف کر دیا تھا بلکہ ان کے تمام بہتر اور باصلاحیت افراد کو اپنے انتظامیہ میں اہم مناصب پر رکھا تھا۔ حضرت معاویہؓ کی اس حکمتِ عملی نے نہ صرف مشاجرات و اختلافات کے زخموں کو مندمل کرنے میں اہم کردار ادا کیا بلکہ خلافتِ پنجم پر تمام امت کے اجماع واتفاق کی استواری اور برقراری کی ایک مستقل وتوانا سبیل نکالی تھی۔

وہ خود صحابی جلیل تھے اور سرد و گرمِ زمانہ کے الاؤ میں تپ کر کندن بنے تھے۔ ان کی طویل انتظامی زندگی نے ان کو باور کرا دیا تھا کہ امت کے سربرآوردہ اور صاحبانِ لیاقت کے بھرپور تعاون کے بغیر انتظامیہ نہیں چل سکتا، نہ معاشرہ پنپ سکتا ہے اور نہ دین وشریعت کی صحت برقرار رہ سکتی ہے۔ ان سب کے لئے تمام ماہر و قابل افراد وطبقات کی ذہانت و فطانت اور صلاحیت درکار ہے اور سب سے زیادہ صحابہ کرام کا تعاون لازمی ہے۔ اصحابِ رسول اکرم ﷺ ہونے کے سبب دین ومعاشرہ میں ان کا ایک بلند ترین مقام ومرتبہ ہے، وہ اسلامی حکومت کے مزاج شناس ہیں، وہ روحِ خلافت سے بھی واقف ہیں اور پوری خلافت راشدہ کے دوران ان کی لیاقتیں اور صلاحیتیں اس کے جان وقالب میں روحِ رواں اور خون گرداں بن کر دوڑتی رہی ہیں۔

صحابہ کرام کی انتظامی وابستگی کی حکمت عملی

پانچویں خلیفۂ راشد اور امت اسلامی کے متفقہ خلیفہ گرامی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی بنا پر شروع سے یہ حکمت عملی اپنائی کہ صحابہ کرام کے تمام صاحبانِ لیاقت و تجربہ کو اپنے انتظامیہ سے وابستہ کریں۔ بہت سے اصحابِ کرام مشاجرات کے زمانے سے ان سے وابستہ و پیوستہ چلے آرہے تھے، اجماعِ صحابہ و امت کے بعد دوسرے تمام صحابہ کرام کا تعاون حاصل کرنے کی انھوں نے خاص پالیسی اختیار کی۔ بلاشبہ بعض صحابہ کرام نے اپنے تحفظات کے سبب یا مصالح کی بنا پر یا وجوہ و اعذار سے ان کی پیشکش قبول نہ کی مگر دوسرے بہت سے صحابہ کرام نے اسلامی خلافت میں، اس کے انتظامیہ میں شمولیت کو پسند فرما کر تعاون کیا۔ خلیفہ اموی کی مشہورِ زمانہ بردباری حلم اور فیاضی، سخاوت اور جلالت وعظمت نے بھی ان کو دستِ تعاون بڑھانے پر آمادہ کیا تھا اور خود صحابہ کرام کا اسلامی احساس بھی کارفرمائی کرتا رہا کہ دین وسلطنت تو اُم ہیں اور ان دونوں کی بیک وقت خدمت ان کا فرض منصبی ہے۔ یہی دراصل عدالتِ صحابہ کرام کا معنی و منشاء اور نتیجہ تھا۔

حضرت معاویہؓ کی اس حکمتِ عملی کی دو جہات ملتی ہیں: ایک یہ کہ اپنے تمام گورنروں، اعلیٰ عاملوں اور سالاروں کو باقاعدہ تحریری اور زبانی دونوں ہدایات دے رکھی تھیں کہ ان کو مناسب مناصب پر فائز کریں، اسی کے ساتھ ان کو یہ بھی ہدایت دے رکھی تھی کہ تمام صحابہ کرام کے ساتھ خواہ وہ شریک انتظام ہوں یا نہ ہوں، ان کے مقام وجلالِ صحابیت کے مطابق ان کے ساتھ سلوک- بلکہ حسنِ سلوک- کریں اور اس میں ذرا کوتاہی نہ کریں۔ خود حضرت معاویہؓ نے صحابہ کرام کی خدمت میں جا کر اور ان کے دو عظیم ترین مراکز- مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ- کا دورہ کرکے ان کو انتظامیہ سے، جہادی سرگرمیوں سے اور دوسرے تمام ملکی معاملات سے وابستہ کرنے کی بھرپور کوششیں کی تھیں، اور ان دونوں کے بہت سے شواہد اور ثبوت تاریخی روایات واخبار میں محفوظ ملتے ہیں۔

والیان وسالاران اور صحابہ کرام

اپنے والیوں، گورنروں اور فوجی سالاروں کی تقرری کے وقت حضرت معاویہؓ ان کو ہدایت کرتے تھے کہ وہ صحابہ کرام کے ساتھ حسن سلوک کریں اور ان کا تعاون حاصل کریں اور ان کے مقام ومرتبہ کا لحاظ کامل طور سے کریں، اپنے ابتدائی زمانے میں ہی حضرت معاویہؓ کی اس حکمت عملی کا اظہار حضرت بسر بن ارطاۃؓ کی مہماتِ بصرہ ومدینہ اور یمن وغیرہ میں ملتا ہے، اگرچہ مخالفین اور معاندین نے ان سالارِ گرامی پر ظلم وجور اور شقاوت کے بہت سے الزامات لگائے ہیں۔ مدینہ منورہ میں حضرت بُسرؓ کی آمد سے قبل ان کے سامنے بصرہ کی مہم درپیش تھی، دلچسپ بات ہے کہ حضرت معاویہ حمران بن ابان کے بصرہ پر قبضہ کو توڑنے کے لئے بنوالقین کے کسی فرد کو بھیجنا موزوں سمجھتے تھے مگر حضرت عبیداللہ بن عباس ہاشمیؓ نے خلیفہ کو مشورہ دیا کہ کسی اور کو سالار بنائیں اور ان کے مشورہ پر حضرت بُسر بن ارطاۃ کو سالار مقرر کیا گیا۔ اسی طرح زیاد اور ان کے خاندان کے فارس میں قلعہ بند ہونے کے بعد حضرت بسر کو ہدایت ایک اور صحابی حضرت ابوبکرہ ثقفیؓ کی سفارش پر بھیجی کہ ان سب کو امان دے دیں۔ بعد میں حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ کی کوشش سے زیاد بن ابی سفیان اموی خلافتِ معاویہ کے معاون بنے۔ ❶

مدینہ منورہ میں حضرت بسرؓ کی آمد کے بعد بعض صحابہ کرام کو ان کی طرف سے شدید رویہ کا خدشہ پیدا ہوا، ان میں حضرت جابر بن عبداللہؓ بھی شامل تھے۔ بہرحال جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت بُسرؓ نے ان کا وہم دور کرتے ہوئے عرض کیا تھا کہ میں کسی صاحبِ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایسا سلوک کر ہی نہیں سکتا تھا۔ ان کے لطف وکرم اور صحابہ کرام کے ساتھ حسنِ سلوک کی متعدد روایات ان پر الزام تراشی کی مہم کی تردید کرتی ہیں۔ پھر وہ خود صحابی جلیل تھے اور اپنی اس شرافت وشرف کے تقاضے سے کیونکر روگردانی کر سکتے تھے۔

حضرت زیاد بن ابی سفیانؓ کی ولایتِ کوفہ- بصرہ کے بعد حضرت معاویہؓ نے ان کو باقاعدہ تحریری فرمان بھیجا کہ اصحابِ رسول اللہ ﷺ سے کسی مناسب شخص کو خراسان کا والی اور

---

❶ طبری ۵/ ۱۶۷، ۱۷۶-۱۸۰؛ یعقوبی ۲/ ۲۱۸ ومابعد؛ ابن اثیر ۳/ ۴۱۴-۴۱۸ ومابعد

سالار مقرر کرو۔ اس امرِ خلافت کی تعمیل میں حضرت زیاد نے حضرت حکم بن عمرو غفاریؓ کو والی خراسان مقرر کیا اور وہ ۴۴/۶۶۴ میں خراسان پہونچے اور ہرات و جوزجان کی فتوحات کیں اور حضرت حکم بن عمرو غفاریؓ کی وفات کے بعد ایک اور صحابی حضرت ربیع بن زیاد حارثیؓ کو والی بنایا اور ان کے زمانے میں خوارزم فتح کیا گیا اور اس فتح کا سہرا حضرت عبداللہ بن عقیل ثقفی کے سر تھا۔ ❶

متعدد مورخین نے جن میں ابن اثیر بھی شامل ہیں، لکھا ہے کہ حضرت زیاد بن ابی سفیانؓ نے متعدد صحابہ کرام سے تعاون حاصل کیا: "استعان زیاد بعدة من اصحاب النبی ﷺ، منهم... الخ." ان میں شامل تھے: حضرت عمران بن حصین خزاعی جن کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا، اور دوسرے تھے حضرات انس بن مالک، عبدالرحمٰن بن سمرہ، اور سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہم۔ حضرت عمرانؓ نے جب قضا سے استعفیٰ دیا تو زیاد نے اسے قبول کرلیا اور پھر حضرت عبداللہ بن فضالہ لیثیؓ، پھر ان کے بھائی عاصم کو پھر زرارہ بن اوفیؓ کو قاضی شہر بنایا۔ موخر الذکر کی بہن حضرت زیاد کے حبالۂ نکاح میں تھیں۔ ❷

کوفہ-بصرہ کی مجموعی ولایت پر تقرری سے قبل حضرت زیاد نے بطور والی بصرہ،

---

❶ طبری ۵/ ۲۲۵-۲۲۶: نے لکھا ہے کہ زیاد نے حضرت حکم بن ابی العاص ثقفی کو بلایا تھا لیکن حاجب حضرت حکم بن عمرو غفاری کو بلالایا، یعقوبی ۲/۲۲۲: و کتب معاویة الی زیاد بن ابی سفیان: ان قبلک رجلا من اصحاب رسول اللہ ﷺ فولہ خراسان وهو الحکم بن عمرو الغفاری، فولاه زیاد خراسان..... الخ." اس قسم کے لطیفے بعض روایات میں داخل کئے گئے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ حکم غفاریؓ کا تقرر کرنا ایک حادثہ تھا۔ مگر یہ مقصد ثابت نہیں ہوتا، بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حکم غفاریؓ کو امیر زیاد نے اپنے پسندیدہ امیر سے زیادہ اہم اور باصلاحیت سمجھا تھا تب ہی ان کی تقرری کی۔

طبری کے بیان میں مزید دلچسپ بات یہ ہے کہ جب حضرت حکم بن عمرو غفاریؓ زیاد کے پاس پہونچے تو انھوں نے تبصرہ کیا کہ ان کو شرف اور رسول اللہ ﷺ کی صحبت حاصل ہے اور ان کو خراسان کا والی بنادیا اور پھر ان سے کہا: میں نے آپ کا ارادہ نہیں کیا تھا لیکن اللہ عزوجل نے آپ ہی کو چاہا:"... ما اردتک ولكن الله عزوجل ارادک..." نیز طبری ۵/ ۲۸۵-۲۸۶

❷ ابن اثیر ۳/ ۴۵۱؛ اصلاً یہ طبری کی روایت ہے جو عمر بن شبہ سے مروی ہے، اس میں بعض اضافے بھی ہیں جو قابل لحاظ ہیں جیسے ولایت خراسان پر حضرت حکم بن عمرو غفاریؓ کی تقرری کا ذکر ہے، حضرت زرارہ کی قبائلی نسبت حرشی اور ان کی بہن کا نام لبابہ دیا ہے: ۵/۲۲۴؛ ابن کثیر ۸/ ۲۹: واقعات سنہ ۴۵: میں صرف اول الذکر پانچ صحابہ کی جماعت کا ذکر ہے۔

خراسان، سجستان وغیرہ کے متعدد علاقوں کے ولاۃ وعمال مقرر کیے تھے، دراصل والی بصرہ ان مشرقی علاقوں کا امیر الامراء/ گورنر جنرل ہوتا تھا۔ انھوں نے بعد میں کوفہ کی ولایت کے جمع ہونے کے بعد مزید طاقت اور اختیار حاصل کر لیا اور والی کوفہ کے ماتحت علاقوں میں اپنے گورنر مقرر کیے۔ خراسان کو چار ارباع/ ماتحت ولایت میں تقسیم کر کے ان کے الگ الگ والی/ گورنر مقرر کیے تھے جو ان کے ماتحت ہوتے تھے، یہ چار ارباع/ ماتحت ولایات تھیں: (۱) مرو (۲) نیساپور (۳) مرورُوذ، فاریاب، طالقان (۴) ہرات، بادغیس، بوشنج ان میں سے تیسری ولایت کے گورنر/ والی حضرت قیس بن ہیثم سُلمی/ شامیؒ امام بخاری کے مطابق صحابی تھے۔ ان کا ذکر ابن اثیر اور ابن حجر نے بھی کیا ہے۔ ❶

حضرت زیاد بن ابی سفیان امویؓ نے بطور والی بصرہ ایک اور صحابی جلیل حضرت غالب بن فضالہ لیثیؓ کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ ابن اثیر وغیرہ تمام مورخین اور تراجم نگاروں نے ان کی صحابیت کا خاص ذکر کیا ہے۔ و له صحبة. ❷

صحابہ بطور عمال خلیفہ

حضرت معاویہؓ شروع سے ہی صحابہ کرام کو اپنے انتظامیہ میں شریک وشامل کرنے کی پالیسی پر عمل پیرا تھے۔ وہ نہ صرف ان کی سیاسی بصیرت کا نتیجہ تھا بلکہ وہ صحابہ کرام کی شمولیت کو اسلامی خلافت کی مضبوطی اور استحکام، خیر و برکت اور آفاقیت کے لئے لازمی سمجھتے تھے۔ اور ان کو صحابہ کرام کی ایک عظیم جماعت کا تعاون شروع سے حاصل تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ کی ولایت کوفہ کا معاملہ بالکل واضح ہے کہ وہ از اول تا وفات کوفہ کے والی رہے اور اسی طرح مصر کی ولایت پر حضرت عمرو بن العاص سہمی کی تا زندگی تقرری وکارکردگی اس کا ثبوت ہے۔

---

❶ اسد ۴/ ۲۲۹: اصابہ-۷۲۴۹

❷ ابن اثیر، الکامل ۳/ ۴۵۷: اسد ۴/ ۱۶۸: اصابہ-۶۹۰۶: فتح مکہ میں دلیل نبوی رہے تھے، کدید کے سریہ کے امیر مقرر ہوئے تھے، فتح قادسیہ میں شریک سالار تھے اور مرو میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ۴۸/ ۶۶۸ میں ان کو زیاد نے والی مقرر کیا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت معاویہؓ نے براہ راست تقرری کی تھی۔

عام الجماعۃ کے اعلان اور صحابہ وامت کے اتفاق کے ذکر کے معاً بعد حافظ ابن کثیرؒ نے بعض صحابہ کرام کی تقرری کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً حضرت فضالہ بن عبید اوسی حرثی/ حارثیؓ کو شام کے قاضی کے منصب جلیل پر مقرر کیا اور ان کے بعد حضرت ابوادریس خولانیؒ کو قاضی شام بنایا۔ ان میں سے اول الذکر کے بارے میں ابن اثیر نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ قاضی دمشق/شام رہنے کے علاوہ غزوات روم کے امیر البحر اور سالار بری بھی رہے اور مدتوں کارگذار رہے کہ ان کی وفات ۵۳/۶۷۳ میں ہوئی تھی۔ حضرت معاویہؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور ان کو دمشق میں دفن کیا۔ ❶

حضرت معاویہؓ نے اپنے عامل/ والی بصرہ زیاد بن ابی سفیان اموی کو جو ہدایت کی تھی کہ اصحاب نبی ﷺ میں سے موزوں حضرات کو مناسب مناصب پر فائز کریں اس پر خود بھی عمل کیا اور مختلف صحابہ کرام کو والیوں، امیروں/ سالاروں وغیرہ کے اہم مناصب پر مختلف اوقات میں مقرر کیا۔ ان کا ذکر خراسان کے عمال کے علاوہ ان کے انفرادی خاکوں میں گذر چکا ہے۔

اموی خلفاء نے براہ راست بہت سے صحابہ کرام کو مختلف مناصب پر مقرر کیا تھا۔ ان کا ذکر برابر ان کے خاکوں میں آتا رہا ہے اور ان کے علاوہ بھی اس کے قطعی شواہد گذر چکے ہیں خاص کر مناصب خلیفہ کے باب میں۔ دوبارہ ذکر محض تکرار کا باعث ہوگا۔ یہ خاص فصل اس نکتہ کو ابھارنے کے لئے قائم کی گئی ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ خلافت راشدہ سے خلافت اموی تک خلفائے کرام براہ راست صحابہ کرام کو مختلف سرکاری مناصب پر فائز کرتے چلے آئے تھے اور اس پالیسی میں کبھی فرق نہیں آیا۔ جب تک صحابہ کرام موجود رہے یا ان میں کام کاج کی صلاحیت باقی رہی۔

❖❖❖

❶ ابن کثیر ۸/ ۲۱ و مابعد: ابن اثیر، اسد الغابہ ۳/ ۱۸۲؛ اصابہ-۶۹۹۴

خلافت معاویہؓ میں امراءِ حج

دینی امور میں- خالص دینی امور میں- امام/ائمہ نماز کا تقرر کیا جاتا ہے، اسی طرح امراءِ حج کا بھی تقرر ہوتا ہے۔ اصلاً تو سربراہِ ریاستِ اسلامی اپنے منصبِ عالی کی بنا پر ان دونوں اہم ترین عبادات کا امام و امیر ہوتا ہے، رسول اکرم ﷺ اپنی حیاتِ بابرکات میں مسجدِ نبوی میں یا تمام مساجد میں، جہاں آپ ﷺ تشریف فرما ہوتے، امام ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کی غیر موجودگی میں آپ کے حکم و اذن سے یا صحابہ کرام کے فیصلہ سے کوئی دوسرا امام نماز بھی ہو جاتا تھا۔ پھر نماز بیک وقت بہت سے مقامات پر قائم کی جاتی تھی اور روزانہ پانچ بار قائم کی جاتی تھی لہٰذا اس کے بیک وقت متعدد امام ہوتے تھے، مگر وہ سب کے سب اصلاً جانشینِ امام وقت ہوتے تھے۔ امامت کا اصل حق صرف رسول اکرم ﷺ کو حاصل تھا۔ مرض الوفات میں حضرت ابوبکرؓ کی حکم نبوی سے امامت کے دوران رسول اکرم ﷺ کی تشریف آوری اس کو ثابت کرتی ہے۔

خلفاء راشدین اپنے اپنے ادوارِ حکومت میں اصل ائمہ نماز ہوتے تھے اور پنج وقتہ نماز پڑھاتے تھے۔ دوسرے ائمہ نماز ان کے اسی طرح جانشین اور نائب ہوتے تھے جس طرح عہد نبوی میں دوسرے اماموں کی جز وقتی امامت تھی، یہی اسلامی روایت اور دینی سیادت اموی خلفاء کرام اور ان کے والیوں اور امیروں کو ہر زمانے میں حاصل رہی۔ حضرت معاویہؓ دمشق کی جامع میں امام نماز تھے اور ان کے جانشین ان کے بعد امامِ نماز ہوئے اور والی اپنے اپنے علاقے میں۔ اسی طرح حج کا اصل امیر تو سربراہِ ریاست ہی ہوتا تھا مگر رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ان کا نامزد شخص بھی بن جاتا تھا، رمضان ۸ھ/۶۳۰ء میں فتحِ مکہ کے بعد رسول اکرم ﷺ کے مقرر کردہ والی مکہ حضرت عتاب بن اسید امویؓ پہلے اسلامی امیرِ حج مقرر ہوئے تھے اور ان کی تقرری براہ راست حکم نبوی سے ہوئی تھی۔ متعدد اکابر نے اس تقرری کی صحیح جہات کو نہیں سمجھا۔ ۹/۶۳۱ میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امیرِ حج بنا کر مدینہ منورہ سے بھیجنے کی حکمت سے اس کو واضح فرما دیا۔ ۱۰/۶۳۲ کے حجۃ الوداع میں رسولِ اکرم ﷺ بنفس

نفیس امیرِ حج تھے اور نبوی امارت میں حج کے ارکان ادا کیے گئے تھے۔

خلفاء راشدین کے تیس سالہ مبارک دور میں-۱۱/۶۳۲ تا ۴۰/۶۶۰ تک امارتِ حج کی یہی دینی اور تشریعی روایت قائم رہی اور ہر خلیفۂ وقت اپنے دور میں اصل امیرِ حج ہوتا تھا اور وہی تمام مناسک ادا کراتا تھا۔کسی عذر کی بنا پر اگر امیر المومنین کسی سال حج کے موقعہ پر امارت کے فرائض انجام دینے سے قاصر رہتے تو ایک امیرِ حج کا تقرر ضرور فرماتے جو ان کی طرف سے نیابتۂ حج کے مناسک ادا کرواتا، وہ امیرِ حج ضرور ہوتا تھا مگر خلیفہ کا نائب ہی ہوتا۔اولین خلفاءِ ثلاثہ-حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم- نے اپنی اپنی خلافت کے زمانے میں بالعموم حج کی امارت کے فرائض بھی انجام دئے اگر کسی وجہ سے بنفسِ نفیس حج کے وقت نہیں پہونچ سکے تو اس موقعہ پر اپنے کسی صحابہ کو امیرِ حج مقرر کرکے بھیجا، یہ تاریخ کا عجیب جبر ہے یا قدرتِ الٰہی کی حیرت انگیز کرشمہ سازی کہ خلیفہ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے دوران بنفسِ نفیس خود اپنی امارت میں ایک بھی حج نہ کرواسکے حالانکہ کم از کم چار سال کے عرصہ میں ان کو مواقع میسر تھے۔حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حکیمانہ تعبیر کہ حضرت علیؓ کی خلافت غیر منتظمہ اور غیر مجتمعہ تھی اس گتھی کی گرہ کھولتی ہے۔تمام مورخین اور وقائع نگاروں نے اپنی تاریخوں اور تراجم میں خلفاءِ کرام کی امارتِ حج اور ان کے مقرر کردہ امراء حج کا ذکر ضرور کیا ہے۔اس سے زیادہ دلچسپ بات یہ ہے کہ متعدد نے ان خلفاء وقت کی فہرست سازی بھی کی ہے جو اپنی خلافت کے دوران بنفسِ نفیس حج نہ کرسکے اور نہ ہی امارت حج کے فرائض انجام دے سکے بلکہ ان کو صرف اپنے مقرر کردہ امراء حج کے ذریعہ ہی اس اہم دینی رکن، تشریعی کار اور اجتماعی و اجتماعی فریضہ کی ادائیگی کے لئے صرف جانشینوں اور نائبوں کی کارکردگی پر قناعت کرنی پڑی اور ان میں سرِ فہرست حضرت علیؓ ہیں۔

قدرتِ الٰہی کا کارنامہ کہئے، اجتماعیت و وحدتِ امت کا نتیجہ قرار دیجئے یا خلافتِ اموی کی اسلامیت ثابت کیجئے کہ خلافتِ اموی کے سنہری دور میں تمام خلفاءِ وقت نے کسی نہ کسی زمانے میں امارتِ حج کے فرائض خود انجام دیئے اور طویل دور میں اپنے امراء حج کا تقرر کیا اور

ان کے ذریعہ حج کی اقامت کی اور امت کو حج ادا کروایا۔ یہ اس دینی تسلسل کا حصہ ہے، بلکہ سنہری زنجیر ہے، جو نبوی عہد کو خلافتِ اموی سے وابستہ کر کے مشرف کرتی ہے۔ دوسرے زیادہ واضح الفاظ میں اموی خلافت کو خلافتِ راشدہ سے جوڑتی ہے اور اس کے ذریعہ عہدِ نبوی سے متصل کرتی ہے۔

اولین اموی خلیفہ حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کا عہدِ خلافت خاصا طویل ہے اور بیس سال پر قریب قریب محیط ہے: ۴۰/۶۶۰ تا ۶۰/۶۸۰۔ اس طویل عرصہ میں مکہ مکرمہ سے خاصے طویل فاصلے پر واقع پایۂ تخت دمشق میں قیام و سکونت کی بنا پر اور متعدد دوسرے امور بالخصوص امورِ خلافت کی انجام دہی میں انہماک کی وجہ سے خلیفۂ موصوف ہر سال امارتِ حج کے فرائض نہیں انجام دے سکے، البتہ دو سال وہ ضرور حاضر ہوئے، اور امیرِ حج رہے۔ اول بار سالِ خلافت کے چوتھے برس میں یعنی ۴۴/۶۶۴ میں اور دوسری بار ۵۰/۶۷۰ میں حضرت معاویہؓ نے حج کی اقامت کی۔ بقیہ برسوں میں خلیفہ راشد نے اپنے امراء وولاۃ میں سے کسی کو کسی مصلحت دینی یا سیاسی کی وجہ سے امیرِ حج مقرر کیا۔ مورخ یعقوبی نے حضرت معاویہؓ کی خلافت کے دوران واقع ہونے والے تمام حج / حجوں کی اقامت اور ان میں امارت کی ایک فہرست دے دی ہے۔ وہ ایک جگہ ہونے کے سبب مختصر بھی ہے اور نقل کرنے کے قابل بھی۔ مگر اس میں بعض روایات کا اختلاف نہیں ملتا، لہٰذا دوسرے اہم ترین مورخین جیسے طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر وغیرہ کے سال بہ سال واقعات کے ضمن میں بیان کردہ امور و امراء حج کا ذکر زمانی توقیت کے ساتھ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ بعد میں تجزیہ میں آسانی ہو۔

خلافتِ معاویہ اور اقامتِ حج

اگرچہ حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر ایلیاء میں پہونچتے ہی حضرت معاویہؓ کی بیعتِ خلافت کر لی گئی تھی، تاہم رمضان ۴۰/فروری ۶۶۱ تا ربیع الاول ۴۱/ اگست ۶۶۱ تک ان کی خلافت پر صحابہ کرام اور امت کا اجماع نہ ہو سکا، جس طرح حضرت علیؓ کے وارث و جانشین

حضرت حسنؓ کی خلافت پر ان کی پوری خلافت کے دوران نہیں ہوسکا تھا۔ ربیع الاول ۴۱/۶۶۱ کے بعد خلافت سے حضرت حسنؓ کی حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبرداری کے بعد حضرت معاویہؓ پر اجماع ہوگیا۔ اور اس سال سے ہی ان کی اجماعی، متفقہ اور اسلامی خلافت کا آغاز مانا جاتا ہے۔ ❶

طبری نے حضرات حسن و معاویہ رضی اللہ عنہما کی دہری خلافت کی دبدھا بھری ششماہی کے دوران ۴۰/۶۶۱ کے حج کی اقامت اور اس کی امارت کے لئے ایک عجیب و غریب روایت بیان کی ہے جو ہر لحاظ سے ناقابل قبول ہے۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ نے ایک جعلی فرمان معاویہؓ کے سبب سنہ چالیس میں لوگوں کے لئے حج قائم کیا۔ تاکہ خدانخواستہ حضرت عتبہ بن ابی سفیانؓ اس موسم حج کے امیر بن کر نہ آجائیں اور انھوں نے ایک دن قبل ہی حج ادا کرادیا۔ اس بازاری گپ کی تردید تمام دوسرے ماخذ سے ہوجاتی ہے۔ اس باب میں یہ حقیقت یاد رکھنے کی ہے کہ ایسی جعلی روایات میں دو نکتے ضرور ہوتے ہیں: ایک یہ کہ کسی امیر و والی معاویہ نے دوسرے کی روک تھام کرنے کی کوشش کی اور دوسرے جعلسازی سے کام لیا۔

بہر حال ۴۱/۶۶۱ کے حج سے اختتامِ خلافت کے سال تک تمام امراءِ حج کا ذکر مع اختلافات ملتا ہے اور ان کا ذکر سال بہ سال کی توقیت کے ساتھ کیا جارہا ہے۔

خلافت معاویہؓ کے امراءِ حج

مورخ طبری اور ان کے مقلدین، جن میں ابن اثیر بھی شامل ہیں اور ابن کثیر بھی اور بعض دوسرے بھی، ہر سال کے واقعات کے اواخر میں امراءِ حج / امیر حج کا ذکر کرتے ہیں کہ اس سال کس کی امارت میں حج کی اقامت ہوئی۔ ان مورخین یا وقائع نگاروں نے بسا اوقات مختلف رواۃ کے حوالے سے اختلافی روایات بھی نقل کی ہیں۔ ان کی سند بھی بسا اوقات بالخصوص طبری

❶ طبری ۵/۱۶۰-۱۶۱ ابن اثیر ۳/۴۰۲-۴۰۳؛ یعقوبی ۲/۲۱۶ نے ذوالقعدہ سنہ ۴۰/۶۶۵ میں کوفہ میں انعقادِ بیعت کا ذکر کیا ہے۔ جو صحیح نہیں ہے کیونکہ بیشتر مورخین نے اگلے سال ربیع الاول تک اس کو موخر کیا ہے۔ ابن کثیر ۸/۲۱ و مابعد: "وسُمی هذا العام عام الجماعة لاجماع الكلمة فيه علىٰ امير واحد بعد الفرقة....."

کے ہاں ملتی ہے لیکن ان کی بنا پر اختلاف کو دور کرنے کی کوئی سبیل نہیں نکلتی کہ وجہ ترجیح ہاتھ آسکے، بہرحال یہ واقعیت ضرور ثابت ہو جاتی ہے کہ ہر سال کے لئے ایک امیرِ حج بھی مقرر کیا جاتا تھا۔

۴۱/۶۶۲: اس سال ابو معشر کے قول کے مطابق لوگوں کو حضرت عتبہ بن ابی سفیان اموی ؓ نے حج کرایا اور واقدی کے بقول حضرت عنبسہ بن ابی سفیان نے۔ یہ طبری اور ابن کثیر کا بیان ہے اور بلا حوالہ ماخذ ابن اثیر کا بھی۔ یعقوبی نے البتہ صرف حضرت عتبہ کا ہی نام لیا ہے اور کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔ ترجیح بہرحال حضرت عتبہ کو ملتی ہے۔ ❶

۴۲/۶۶۳: حضرت عنبسہ بن ابی سفیان اموی بقول ابو معشر۔ ❷

۴۳/۶۶۴: حضرت مروان بن حکم اموی امیر مدینہ بلا اختلاف امیر حج رہے۔ ❸

۴۴/۶۶۵: حضرت معاویہ امیر المومنین ؓ نے لوگوں کو حج کرایا: وحج بالناس فی هذه السنة معاوية. ❹

۴۵/۶۶۶: حضرت مروان بن حکم اموی امیر مدینہ ❺

۴۶/۶۶۷: حضرت عتبہ بن ابی سفیان اموی ؓ ❻

۴۷/۶۶۸: حضرت عنبسہ بن ابی سفیان اموی۔ بقول دیگر رواۃ

حضرت عتبہ بن ابی سفیان اموی۔ بقول واقدی ❼

---

❶ طبری ۵/۱۷۱؛ ابن اثیر ۳/۴۱۹؛ ابن کثیر ۸/۲۲؛ یعقوبی ۲/۲۹۳ نے عتبہ بن ابی سفیان کا نام دیا ہے۔

❷ طبری ۵/۱۸۰؛ ابن اثیر ۳/۴۱۹؛ ابن کثیر ۸/۲۴ میں ذکر امیر نہیں، یعقوبی ۲/۲۳۹ عتبہ بن ابی سفیان ہے۔ اور ابن اثیر نے عتبہ کو صحیح بتایا ہے اور عنبسہ کی روایت ضعیف قرار دی ہے۔ ذہبی ۱/۲۱: اخو معاوية و هو عتبة بن ابی سفیان: عنبسہ عتبہ کی تصحیف بھی ہو سکتی ہے۔

❸ طبری ۵/۲۱۱؛ ابن اثیر ۳/۴۳۹؛ ابن کثیر ۸/۲۵؛ یعقوبی ۸/۲۳۹

❹ طبری ۵/۲۱۵؛ ابن اثیر ۳/۴۴۶؛ ابن کثیر ۸/۲۸؛ یعقوبی ۲/۲۳۹

❺ طبری ۵/۲۲۶: وقیل کی ضعیف روایت کے ساتھ؛ ابن اثیر ۳/۴۵۲؛ ابن کثیر ۸/۲۹ بروایت طبری؛ یعقوبی ۲/۲۳۹۔ دلچسپ بات ہے کہ ابن کثیر نے طبری کی ضعیف روایت کا حوالہ نہیں دیا۔

❻ طبری ۵/۲۲۸؛ ابن اثیر ۳/۴۵۴؛ ابن کثیر ۸/۳۰؛ یعقوبی ۲/۲۳۹۔ صرف ابن کثیر نے تصریح کی ہے کہ حضرت عتبہ حضرت معاویہ ؓ کے بھائی تھے۔

❼ طبری ۵/۲۳۰؛ ابن اثیر ۳/۴۵۶؛ ابن کثیر ۸/۳۱؛ یعقوبی ۲/۲۳۹: موخر الذکر کو ترجیح دی ہے۔

۴۸/ ۶۶۹: حضرت مروان بن حکم اموی والی مدینہ/ نائب المدینہ بقول ابن کثیر ❶

۴۹/ ۶۷۰ جنوری: حضرت سعید بن العاص امویؓ والی مدینہ بعد حضرت مروان ❷

۵۰/ ۶۷۰ دسمبر: حضرت معاویہ امیر المومنینؓ نے دوسری بار امارت حج کا فریضہ انجام دیا۔ ❸

۵۱/ ۶۷۱: حضرت سعید بن العاص اموی والی مدینہ/ یزید بن معاویہؓ ❹

۵۲/ ۶۷۲: حضرت سعید بن العاص اموی امیر مدینہ ❺

۵۳/ ۶۷۳: حضرت سعید بن العاص امیر مدینہ ❻

۵۴/ ۶۷۴: حضرت مروان بن حکم اموی امیر مدینہ دوبارہ تقرری در ۵۴/ ۶۷۴ ❼

۵۵/ ۶۷۵: حضرت مروان بن حکم امویؓ امیر مدینہ ❽

۵۶/ ۶۷۶: حضرت الولید بن عتبہ بن ابی سفیان امویؓ امیر مدینہ بعد معزولی حضرت مروانؓ ❾

۵۷/ ۶۷۷: حضرت الولید بن عتبہ بن ابی سفیان اموی امیر مدینہ ❿

---

❶ طبری ۵/ ۲۳۱: عام اہل سیر کے قول میں؛ ابن اثیر ۳/ ۴۵۷: ابن کثیر ۸/ ۳۲: یعقوبی ۲/ ۲۳۹

❷ طبری ۵/ ۲۳۳؛ ابن اثیر ۳/ ۴۶۰: ابن کثیر ۸/ ۳۳: یعقوبی ۸/ ۲۳۹

❸ طبری ۵/ ۲۴۰؛ ابن اثیر ۳/ ۴۷۱: ابن کثیر ۸/ ۴۵: یعقوبی ۲/ ۲۳۹۔ طبری اور ابن اثیر نے دوسری کمزور روایت یہ بھی دی ہے کہ اس سال فرزند خلیفہ حضرت یزید بن معاویہؓ نے امارت کی لیکن دوسری جگہ ۵/ ۲۸۶ پر صرف زیاد کی امارت کا ذکر کیا ہے جس پر ابو معشر اور واقدی دونوں کا اتفاق ہے۔ ذہبی ا/ ۲۲: "....فحج من دمشق وبالغ فی اکرام الحسین بن علی و اعطاه مالا ضخما... الخ."

❹ طبری ۵/ ۲۸۶؛ ابن اثیر ۳/ ۴۹۰ نے صرف حضرت یزید بن معاویہ کی امارت حج کا ذکر کیا ہے؛ ابن کثیر ۸/ ۵۸ بروایت طبری؛ یعقوبی ۲/ ۲۳۹: ابن اثیر سے متفق۔

❺ طبری ۵/ ۲۸۷: بقول ابو معشر وواقدی وغیرھما؛ ابن اثیر ۳/ ۴۹۲: ابن کثیر ۸/ ۵۸ طبری کی طرح: یعقوبی ۲/ ۲۳۹

❻ طبری ۵/ ۲۹۲؛ ابن اثیر ۳/ ۳۹۶: ابن کثیر ۸/ ۶۱؛ یعقوبی ۲/ ۲۳۹۔ ابو معشر واقدی وغیرھما کے بقول

❼ طبری ۵/ ۲۹۸، متفقہ؛ ابن اثیر ۳/ ۴۹۹؛ ابن کثیر ۸/ ۶۷: یعقوبی ۲/ ۲۳۹

❽ طبری ۵/ ۳۰۰۔ ابو معشر: ابن اثیر ۳/ ۵۰۲؛ ابن کثیر ۸/ ۷۱: یعقوبی ۲/ ۲۳۹

❾ طبری ۵/ ۳۰۱ بقول ابو معشر؛ حضرت معاویہ نے اس سال رجب میں عمرہ بھی کیا تھا؛ ابن اثیر ۳/ ۵۰۳؛ ابن کثیر ۸/ ۷۸؛ یعقوبی ۲/ ۲۳۹

❿ طبری ۵/ ۳۰۸؛ ابن اثیر ۳/ ۵۱۴: ابن کثیر ۸/ ۸۱: یعقوبی ۲/ ۲۳۹۔ ابن کثیر نے وضاحت کی ہے کہ بطور امیر مدینہ وہی امیر حج بھی رہے تھے۔

۶۷۸/۵۸: حضرت الولید بن عتبہ بن ابی سفیان اموی امیر مدینہ ❶

۶۷۹/۵۹: حضرت عثمان بن محمد بن ابی سفیان نائب المدینہ/ الولید بن عتبہ بن ابی سفیان ❷

یکم رجب/مستہل رجب سنہ ۶۰/ اکتوبر ۶۸۰ کو حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی۔ دوسری روایت ہے کہ تاریخِ وفات ۱۵/نصف رجب ۶۰/ اکتوبر ۶۸۰ تھی اور تیسری ہے کہ ۲۲/ رجب ۶۰ کو وفات ہوئی۔ ❸

بہر حال اس سالِ وفات میں حج کے موسم سے قبل امیر المومنین کی وفات ہوگئی لٰہذا وہ کسی کو امیرِ حج مقرر نہ کر سکے۔ اس کی تقرری ان کے جانشین یزید بن معاویہ کی خلافت کے زمانے کا واقعہ ہے۔

حج کی امارت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ یہ ہے کہ یعقوبی اور بعض دوسرے مورخین نے ان کی خلافت کے دوران حج کرنے کا ذکر کئی مقامات پر کیا ہے۔ مثلاً یعقوبی نے قطعیت کے ساتھ لکھا ہے کہ اپنی ولایت کے تمام برسوں میں لوگوں کو دوبار سنہ ۴۴/ ۶۶۵ اور سنہ ۵۰/ ۶۷۰ میں حج کرایا: ".... وحج بالناس فی جمیع سنی ولایتہ حجتین سنۃ ۴۴ و سنۃ ۵۰" (۲/ ۲۳۸) اور سنہ ۴۴ کے واقعات میں بھی ان کے حج کرنے کا واضح ذکر کیا ہے۔ (۲/ ۲۲۲)

دوسری طرف حافظ ابن کثیر وغیرہ کا ایسا خیال معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے صرف ایک سال یعنی سنہ ۵۰/ ۶۷۰ میں حج کیا تھا۔ ❹

خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ میں یزید کی امارتِ حج

مذکورہ بالا فہرست امراءِ حج میں کسی برس بھی امیر یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے امیر حج بننے کا ذکر

---

❶ طبری ۵/ ۳۱۴؛ ابن اثیر ۳/ ۵۲۰؛ ابن کثیر ۸/ ۸۲؛ یعقوبی ۲/ ۲۳۹

❷ طبری ۵/ ۳۲۱ متفقہ؛ ابن اثیر ۳/ ۵۲۵؛ ابن کثیر ۸/ ۹۶؛ یعقوبی ۲/ ۲۳۹۔ صرف ابن کثیر نے تصریح کی ہے کہ حضرت عثمان، حضرت ولید بن عتبہ کے جانشین و نائب امیرِ مدینہ تھے

❸ طبری ۵/ ۳۲۳۔۳۲۴؛ ابن اثیر ۴/ ؛ ابن کثیر ۸/ ۱۱۵۔۱۱۶؛ یعقوبی ۲/ ۲۳۸۔۲۳۹

❹ ابن کثیر ۸/ ۱۲۷ مناقب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

نہیں کیا گیا ہے۔ اگر کیا بھی گیا ہے تو سنہ ۵۰/ ۶۷۰ کے حج میں حضرت معاویہ کی بجائے امیر یزید کی امارت حج کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہ بھی ایک ضعیف روایت اور قول کے مطابق۔ طبری اور ابن اثیر وغیرہ نے اسے ''قیل'' کہہ کر بیان کیا ہے اور صحیح روایت اسی کو بتایا ہے جس کے مطابق حضرت معاویہؓ نے بطور خلیفہ اس سال لوگوں کو حج کا فریضہ ادا کرایا تھا۔ مشکل یہ ہے کہ بعض دوسری روایات میں اور بعض ثقہ مورخین و محدثین نے خلافت معاویہ میں امیر یزید کی امارتِ حج کا ایک واقعہ بیان کیا۔ مثلاً طبری نے ۵۱ھ کے واقعات کے اواخر میں لکھا ہے کہ اس سال لوگوں کو یزید بن معاویہ نے حج کروایا۔ اس پر ابو معشر اور واقدی دونوں کا اتفاق ہے: ''وحج بالناس فی هذه السنة یزید بن معاویة، حدثنی بذلک احمد بن ثابت عن ذکره عن اسحاق بن عیسیٰ عن ابی معشر، و کذلک قال الواقدی.'' (۵/ ۲۸۶) اس کے معاً بعد یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس سنہ میں مدینہ کے عامل حضرت سعید بن العاصؓ تھے: ''و کان العامل فی هذه السنة سعید بن العاص....'' یہی ابن اثیر نے بیان کیا ہے۔ جب کہ ابن کثیر نے بروایت طبری بیان کیا ہے کہ حضرت سعید بن العاص امیرِ حج اس سال رہے تھے۔ دلچسپ بات ہے کہ یعقوبی جیسے شیعی مورخ نے بھی امیر یزید کی امارتِ حج کا ذکر کیا ہے جو اس کی فہرستِ امراءِ حج میں ہے۔ (۲/ ۲۳۹)

حافظ ابن کثیرؒ نے ترجمہ ''یزید بن معاویہ'' میں امیر یزید کی امارتِ حج کا ذکر ایک خاص پس منظر میں کیا ہے: امیر یزید اولین تھے جنھوں نے یعقوب بن سفیان کے قول کے مطابق ۴۹ھ میں پہلی بار قسطنطنیہ کے شہر پر حملہ کیا اور خلیفہ بن خیاط کا قول ہے کہ سنہ پچاس میں کیا۔ پھر اس غزوہ سے ارض روم سے واپسی پر اسی سال لوگوں کا حج ادا کرایا: ''.... ثم حج بالناس فی تلک السنة بعد مرجعه من هذه الغزوة من ارض الروم.'' اس کے بعد وعدۂ مغفرت پر مبنی حدیث نبوی کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کو ''من اعظم دلائل النبوة'' قرار دیا ہے۔ (۸/ ۲۲۹)

ایک دوسرے دینی اور حدیثی پس منظر میں حافظ ابن عساکر کے حوالے سے بہترین

قرن "... خیر الناس قرنی الخ.." کی تشریح میں لکھا ہے کہ قرن ایک سو بیس سال کا ہوتا ہے اور اس قرن میں جس میں رسول اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تھی اس کا اختتام یزید بن معاویہ کی موت پر ہوا۔ پھر ابوبکر بن عیاش کی روایت امارتِ حج کے بارے میں دی ہے کہ یزید نے لوگوں کو سنہ ۵۱، ۵۲ اور ۵۳ میں حج کرایا: "حج بالناس یزید بن معاویة فی سنة احدی وخمسین وثنتین وخمسین وثلاث وخمسین." (البدایہ ۸/ ۲۲۹) اس کے بعد کا دوسرا پس منظر ہے جو امیر یزید کی سنتِ خلافت کی پیروی سے متعلق ہے۔

حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ اسلام میں بھی مذکورہ بالا تین برسوں میں امیر یزید کے حج کی امارت کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اب مسئلہ روایات کے تضاد کا ہے۔ حافظ ابن کثیر اور حافظ ذہبی کے ان واضح بیانات یا روایات کو تسلیم کرلیا جائے تو ان برسوں میں حج کے امیر سعید بن العاص اموی ؓ کی امارت پر سوالیہ نشان لگتا ہے اور اس سے زیادہ عجیب معاملہ کم از کم حافظ ابن کثیر کی گذشتہ روایات کا ہے جو خلافتِ معاویہؓ کے انیس برسوں کے سالانہ امیرِ حج کا ذکر کرتی ہیں۔ ان میں بھی روایات و اقوالِ ابومعشر اور واقدی کا فرق ضرور ہے تاہم وہ طبری اور ابن اثیر کی پیروی کرتی نظر آتی ہیں۔

حج کی امارتِ یزید بن معاویہؓ کے باب میں اس طرح تین قسم کی روایات ہیں: ایک ابومعشر کی روایات، دوسرے واقدی کی روایات اور تیسرے ابوبکر بن عیاش کی روایات۔ حافظ ابن کثیر نے بالخصوص ترجمۂ معاویہ میں موخر الذکر کی روایت قبول کر کے اپنی ترجیح ظاہر کردی ہے جبکہ سال بہ سال کے واقعات میں طبری کی پیروی میں اول الذکر دونوں کی روایات نقل کی ہیں۔ ان کے تقابلی مطالعہ سے بہر حال یہ ثابت ہوتا ہے کہ ایک سال سب کے نزدیک امیر یزید نے حج کی امارت کا فریضہ انجام دیا تھا۔ اور وہ سنہ ۵۱ تھا غزوۂ قسطنطنیہ سے واپسی کے معاً بعد کا۔ باقی دو برسوں میں بھی ان کی امارتِ حج رہی تھی بقول ابن کثیر و ابن عیاش و ذہبی۔ لہٰذا تین برسوں میں مسلسل امارت حج کا فریضہ انجام دینے کا سہرا ان کے سر بندھتا ہے۔ اگر صرف متفقہ امارتِ حج کی روایت ہی تسلیم کی جائے تو یہی ان کی فضیلت کے لئے کافی ہے جس طرح غزوۂ قسطنطنیہ کی اکلوتی امارت۔

تجزیاتی مطالعہ

اپنی انیس سالہ آٹھ ماہہ خلافت کے دوران دو برسوں میں حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ نے خود امارتِ حج کا فریضہ انجام دیا: ۴۴/ ۶۶۵ اور ۵۰/ ۶۷۰ میں۔ بقیہ برسوں میں سترہ امراءِ حج کا تقرر فرمایا۔ اولین برسوں میں روایات کا شدید اختلاف ہے کہ حضرت عتبہ بن ابی سفیان اموی نے حج کی امارت کی یا ان کے بھائی عنبسہ بن ابی سفیان اموی نے۔ بہرحال زیادہ رجحان اول الذکر کی طرف ملتا ہے۔ حضرت عنبسہؓ کا ذکر بطور ضعیف روایت کے ہے۔ حضرت عتبہ بن ابی سفیان امویؓ خلیفۂ وقت کے برادر حقیقی تھے۔ وہ صحابی صغیر السن تھے۔ عہد فاروقی میں امیرِ طائف بھی رہے تھے، اپنے وقت کے عظیم ترین اور بے مثال خطیب تھے۔ ان کی خطابت ضرب المثل تھی کہ کسی خطبہ کا ایک ٹکڑا ضرور سوانح میں نقل کیا جاتا ہے، حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ کی وفات اور ان کے فرزندِ گرامی حضرت عبداللہ بن عمرو سہمیؓ کی معزولی کے بعد مختصر مدت کے لئے امیر مصر بنے اور ۴۴/ ۶۶۵ میں وفات پا گئے۔ ان کے فضائل ومناقب اور سیاسی وسماجی حالات کا مزید ذکر سوانح میں ملتا ہے۔ حضرت عنبسہ بن ابی سفیان امویؓ بھی برادرِ خلیفہ تھے مگر ان کو صحابیت کا شرف نہیں ملا اگرچہ زمانۂ نبوی انھوں نے پایا تھا۔ ابن اثیر اور ابن حجر عسقلانی کی معاجم صحابہ کے یہ بیانات اگر صحیح نہیں ہیں تو حضرت عنبسہ ہی امیر حج ان برسوں میں معلوم ہوتے ہیں۔ ❶

بہرحال ان دو برادران حضرت معاویہؓ میں سے ایک یقینی امیر حج رہے تھے اور انھوں نے تین برسوں میں امارتِ حج کے فرائض انجام دیئے تھے۔ اس کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ خلیفۂ وقت نے اپنی جانشینی کے لئے اپنے ایک بھائی کو مقرر کیا تھا۔ لیکن اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ امیر حج خاندان خلافت کا ایک فرد بنایا گیا تھا۔ لہٰذا قریشی اور قرابت خلیفہ دونوں کی نسبتیں اس تقرری میں موجود تھیں اور وہ عام لوگوں کے لئے قابل قبول ہی نہیں پسندیدہ تھیں۔

حضرت مروان بن حکم امویؓ نے پانچ برسوں میں حج کی امارت کی تھی جو ۵۴-۵۵

❶ اسد الغابہ ۳/ ۳۶۰-۳۶۱؛ اصابہ۔ لیکن حضرت عنبسہ پر اختلاف زیادہ ہے اور اتفاق کم۔

میں متواتر رہی تھی۔ اس سے قبل کے برسوں میں ان کی اولین امارتِ حج ۴۳/۶۶۴ میں ہوئی، پھر سنہ ۴۵ اور ۴۸ میں وہ امیر حج رہے۔ دوسرے اہم ترین امیر حج حضرت سعید بن العاص امویؒ تھے جنھوں نے اولین بار سنہ ۴۹/۶۷۰ میں امارتِ حج کا فریضہ ادا کیا۔ پھر مسلسل تین سال تک ۵۱-۵۳ کے برسوں میں امیر حج رہے۔ اس طرح وہ چار بار امیر حج اس خلافت میں رہے۔ ان کے جانشین حضرت ولید بن عتبہ بن ابی سفیان امویؒ نے خلافت کے آخری چار برسوں میں سے تین میں اصالۃً امارت حج کا منصب سنبھالا اور آخری سنۂ خلافت میں ان کے نائب و جانشین حضرت عثمان بن محمد بن ابی سفیان اموی نے ان کی طرف سے نیابۃً حج ادا کروایا۔ کیونکہ اصل امیر کسی وجہ سے اپنے منصب پر موجود نہ تھے اور مدینہ منورہ سے باہر گئے ہوئے تھے۔

حضرت مروان بن حکم امویؒ بقول امام ابن کثیر اکثر کے نزدیک صحابی ہیں اور عظیم عالم وفاضل صحابی۔ ان کے علم وفضل پر ابھی تحقیقی کام ہونا باقی ہے تاہم خاکسار نے اپنے چند مضامین میں ان کے بعض کارناموں کو بساط بھر اجاگر کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو مقالات خاکسار)

حضرت سعید بن العاص امویؒ کے بارے میں ذکر آچکا ہے کہ وہ اس دورِ خلافت اسلامی کے عظیم ترین عالم تھے یا قرآن مجید کے علماء میں عظیم ترین میں سے ایک تھے۔ انھوں نے صحابیت کا شرف بھی پایا تھا اور عہد نبوی میں امارت و ولایت کا بھی۔ خلافتِ عثمانی میں مصاحفِ عثمانی کی تدوین کی مجلس کے وہی امیر تھے اور قرآن کے علوم کے ماہر اور قراءت کے متبحر قاری تھے۔ ان کے جانشین ولید بن عتبہ اگر چہ صحابی نہ تھے تاہم وہ اپنے فضائل ومناقب اور سیرت وکردار کے لئے معروف ومقبول تھے۔

والیانِ مدینہ منورہ ہی امراءِ حج ہوتے تھے

خلافتِ معاویہؓ کے دوران مقرر ہونے والے تمام امراءِ حج نہ سہی مگر بیشتر والیانِ مدینہ تھے۔ صراحت کے ساتھ ذکر ملتا ہے کہ حضرات مروان بن حکم اموی، سعید بن العاص اموی اور ولید بن عتبہ بن ابی سفیان امویؒ بطور امراء و ولاۃِ مدینہ حج کے امیر مقرر کئے گئے تھے۔ حضرت معاویہؓ کے دوسرے امراءِ حج بھی ایک آدھ کے سوا امراءِ مدینہ تھے۔ یہ محض اتفاق نہیں

ہے۔ حضرت معاویہؓ نے اس باب میں سنتِ نبوی کی کامل پیروی کی تھی بلکہ اس کو زندہ کیا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ۹/ ۶۳۱ میں مدینۂ منورہ سے ہی امیرِ حج مقرر کر کے روانہ فرمایا تھا۔ اولین خلفاء ثلاثہ۔ حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم۔ بطور خلیفۂ اسلام خود امارتِ حج کا فریضہ ادا کرتے یا اپنے اصحابِ شوریٰ اور ممتاز صحابہ میں سے کسی نہ کسی بزرگ کو مدینہ منورہ سے امیرِ حج مقرر کر کے بھیجا کرتے تھے۔ حضرت معاویہؓ نے سنتِ نبوی اور سنتِ خلفاء راشدین کی اس بات میں کامل پیروی کر کے اتباعِ سنت کی اور ایک بے نظیر مثال قائم کر دی تھی۔ وہ چاہتے تو اپنے پایۂ خلافت/ دارالخلافہ دمشق سے سارے امراءِ حج مقرر کر کے بھیجتے۔ عددی لحاظ سے انیس میں سے دو خلافت کی امارتِ حج نکال کر کے سترہ میں سے تیرہ بار امارتِ حج کا فریضہ مدینہ منورہ کے گورنروں نے انجام دیا تھا۔ یہ صرف حضرات مروان وسعید وولید بن عتبہ کے بارے میں صراحت سے کہا گیا ہے۔ ورنہ اولین امراءِ حج میں سے حضرات عتبہ بن ابی سفیان/ عنبسہ بن ابی سفیان نے بھی امارتِ حج کا منصب بطور امیر مدینہ ہی سنبھالا تھا۔ اس باب میں یہ بہت حیرت انگیز بات ہے کہ مکہ مکرمہ کے کسی گورنر/ والی کو یہ امارتِ حج اس دور میں نہیں سونپی گئی اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ خلافتِ راشدہ کے دور میں اولین خلفاءِ ثلاثہ نے کسی والی مکہ مکرمہ کو امیرِ حج نہیں بنایا تھا۔ حضرت عتاب بن اسید اموی نے بطور امیر مکہ عہد نبوی میں ضرور حج کی امارت کی تھی مگر وہ اذن نبوی سے تھی اور مدینہ سے امیر حج کسی وجہ سے بھیجنا ممکن نہیں ہو سکا تھا۔ ۹/ ۶۳۱ کے حج سے امیر مدینہ یا ان کے نائب ہی کی امارت کی سنت چلی اور عہد نبوی سے اموی خلافت تک برابر جاری رہی۔

❖❖❖

خلافتِ معاویہؓ میں غزوات روم

اموی خلافت کے باب میں ہمارے بیشتر قدیم مآخذ کا رویہ جانبدارانہ ہی نہیں، خاصا جارحانہ ہے۔ بالخصوص اولین دو خلفائے اموی حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ اور یزید بن معاویہؒ کے ادوارِ خلافت کے بارے میں اس عناد و بغض کی بہترین ترجمانی اردو ترجمہ محاورۂ عرب سے بخوبی ہوتی ہے یعنی حبِّ علی میں نہیں بغضِ معاویہ میں، حضرت علیؓ سے محبت وعقیدت ہو یا نہ ہو لیکن شیعان ورافضیان کو "بغض معاویہ" کا ناسور ستاتا رہتا ہے۔ ان دونوں خلفاءِ اسلام سے بنائے مخاصمت محض حضرت علی وحسین رضی اللہ عنہما سے ان کے سیاسی اختلافات تھے۔ ان سیاسی اختلافات یا مشاجراتِ صحابہ کی دھند میں یہ حقیقت بھی بھلا دی گئی کہ حضرت معاویہؓ بہرحال صحابی تھے اور ان کی خلافت کے انعقاد بالخصوص حضرت حسنؓ کی دستبرداری کے بعد ان کی خلافت پر اجماعِ صحابہ وامت ہوگیا تھا۔ اسی طرح یزید بن معاویہؒ کی خلافت پر بھی اجماع واتفاقِ امت وصحابہ کے مستحکم شواہد تاریخ وحدیث میں موجود ہیں۔ اس کے باوجود ان کے ادوار کے واقعات وحقائق کو توڑا مروڑا گیا ہے یا ان کو اپنی عناد بھری تعبیر کی سان پر چڑھایا گیا ہے۔

دوسرے واقعات، حقائق اور امور ومعاملات کے علاوہ "غزوۂ روم" کے باب میں بھی یہی وطیرہ ملتا ہے، بلکہ جناب یزید بن معاویہؒ کی امارت میں غزوۂ روم کی واقعیت اور اس کے باب میں رسول اکرم ﷺ کی بشارت کو بھی ان افترا پردازوں نے نئے نئے معانی ومفاہیم پہنا کر پوری طرح غتربود کرنے کی اپنے امکان بھر کوشش کی ہے۔ لیکن تاریخ کے مضبوط شواہد ایسے بے رحم ہوتے ہیں کہ کسی کذب وافترا کے تارو پود بکھیرنے میں کبھی کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتے، بسا اوقات عربی محاورے کے مطابق فضیلت کی شہادت دلواتے اور حق کا اعتراف دشمنوں کی زبان وقلم سے کراتے ہیں۔

مشہور شیعی مورخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن وہب ابن واضح، م ۳۱۵ کے بعد/ ۹۲۷ کے بعد) کی تاریخ الیعقوبی پوری طرح سے شیعی رنگ میں رنگی ہوئی ہے۔ وہ کسی

طرح اپنے عقیدہ و مذہب کی پردہ داری نہیں کرتے اور بسا اوقات بہت خوبصورت انداز میں اپنی شیعیت کا اظہار کرتے ہیں جیسے حضرت علی و حسن رضی اللہ عنہما کے سوا وہ تمام دوسرے خلفاءِ اسلام کے لئے خلافت کا لفظ و اصطلاح استعمال نہیں کرتے بلکہ ان کو ''ایام'' سے تعبیر کرتے ہیں جیسے ایام ابی بکر، ایامِ عمر بن الخطاب، ایامِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم، مگر جوں ہی وہ عہدِ مرتضوی پر آتے ہیں اس کے لئے ''خلافة امیر المومنین علی بن ابی طالب.'' اور ان کے فرزندِ گرامی کے لئے ''خلافة الحسن بن علی'' لکھتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دوسرے خلفاء کے ایام ہی تھے ''ایام'' کی ایک خاص اصطلاح ہے اور اس سے جاہلی نوعیت/ دور کی خانہ جنگی اور قتال وحرب اور بدامنی مراد لی جاتی ہے۔ دوسرے شیعی عقیدے کے مطابق حضرت علیؓ ''خلیفہ بلا فصل'' تھے اور ان کے بعد حضرت حسن خلیفہ تھے۔ باقی سب غاصب تھے۔ حضرت معاویہ و یزید اور دوسرے امراء و خلفاء کے لئے وہ بسا اوقات انتہائی تیز و تند لہجہ بھی اختیار کرتے ہیں اور زبان و بیان میں بھی دشنام طرازی اور افتراء و کذب بیانی کی تمام جلوہ آرائیاں سمو دیتے ہیں۔ یہ ان کی شیعیت کی دین ہے۔ ❶

بایں ہمہ مورخ یعقوبی عباسی کاتب بھی تھے اور تاریخ کے دفاتر کے علاوہ سرکاری دستاویزات کے پارکھ بھی۔ ان کے بارے میں عام تبصرہ نگاروں، تجزیہ نویسوں اور تنقید نگاروں کا عام اتفاق ہے کہ وہ واقعات وحقائق سے واقف تھے اور اپنی تاریخ میں ان کی تعبیر وتشریح کی چاہے جیسی مسلکی افترا پردازی کریں، اصل حقائق و واقعات بہر حال بیان کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ ان تاریخی واقعات کے بیان میں بھی کتر بیونت کرتے ہوں مگر بیشتر مقامات پر ان کے بیان کردہ واقعات صحیح ہیں۔ خلافتِ معاویہؓ کے ضمن میں انھوں نے تمام دستاویزات اور تاریخی واقعات کی تلخیص کر کے غزواتِ روم کی فہرست دی ہے، وہ سالانہ غزواتِ روم کی حکمت عملی اور پالیسی کو بتاتی ہے۔ اس کا تجزیہ بعد میں، پہلے ان کے بیان کردہ غزواتِ روم۔

---

❶ بحث کے لئے ملاحظہ ہو خاکسار کا مضمون ''تاریخ یعقوبی-سیرت نبوی کا ایک اہم ماخذ''، نقوش رسول نمبر لاہور دسمبر ۱۹۸۲ء ۵۶۲ و مابعد، تحقیقی کتاب ''سیرت نبوی کے مصادر'' میں یعقوبی پر مقالہ و بحث (زیرطبع) انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز، نئی دہلی۔

۴۱/ ۶۶۱-۶۶۲ میں لوگوں کے ساتھ غزوہ کیا اور حبیب بن مسلمہ کو بھیجا اور انھوں نے صاحبِ روم سے صلح کر لی اور حضرت معاویہؓ نے اس میں مشغول ہونے کو ناپسند کیا: "وغـــزا بالناس في ولاية سنة ٤١، وجّه حبيب بن مسلمة، فصالح صاحب الروم. وكره ان يشغله." اس سے قبل پیراگراف میں حالات کا پس منظر بھی بیان کر دیا ہے۔

۴۲/ ۶۶۲-۶۶۳ کسی غزوۂ روم کا ذکر نہیں کیا۔

۴۳/ ۶۶۳-۶۶۴ میں حضرت بُسر بن ابی ارطاۃ نے ارضِ روم پر حملہ کیا اور سردی کا زمانہ بھی وہیں گذارا۔ "...غزا بسر بن ابى ارطاة ارض الروم، وشتاه بها."

۴۴/ ۶۶۴-۶۶۵ میں حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید نے غزوہ کیا اور قلونیہ تک جا پہونچے: "...غزا عبدالرحمٰن بن خالد بن الوليد حتى بلغ قلونية."

۴۵/ ۶۶۵-۶۶۶ میں حضرت عبدالرحمٰن موصوف نے حملہ کیا اور ارضِ روم میں سردی گذاری: ".....وشتا بارض الروم"

۴۶/ ۶۶۶-۶۶۷ میں مالک بن عبداللہ الخثعمی انطاکیہ تک جا پہونچے اور کہا گیا کہ مالک بن ھُبَیرہ سکونی امیر تھے اور سردی کا زمانہ ارضِ روم میں گذارا۔

۴۷/ ۶۶۷-۶۶۸ مالک بن ھُبَیرہ السکونی نے حملہ کیا جو ارضِ روم میں سردی میں بھی جاری رہا۔

۴۸/ ۶۶۸-۶۶۹ میں عبدالرحمٰن القینی نے حملہ کیا اور انطاکیۃ السوداء تک جا پہونچے۔

۴۹/ ۶۶۹-۶۷۰ میں حضرت فضالہ بن عُبید نے حملہ کیا اور اللہ نے ان کے ہاتھ پر فتح عطا کی اور بہت سے قیدی بخشے۔

۵۰/ ۶۷۰: میں بسر بن ابی ارطاۃ نے حملہ کیا جبکہ موسمِ سرما کا غزوہ حضرت سفیان بن عوفؓ نے کیا۔

۵۱/ ۶۷۱ میں محمد بن عبدالرحمٰن نے حملہ کیا اور حضرت فضالہ بن عُبید الانصاری نے سرما میں غزوہ کیا۔

۵۲/۲۷۲ میں سفیان بن عوفؓ نے غزوہ کیا اور اسی میں وفات پائی تو عبداللہ بن مَسعدہ فزاری کو جانشین بنایا۔

۵۳/۲۷۲ میں محمد بن مالک نے حملہ کیا۔ کہا گیا ہے کہ اس سنہ میں طرسوس کی فتح ہوئی اور اس کو حضرت جُنادہ بن ابی امیہ ازدی نے فتح کیا تھا۔

۵۴/۲۷۳ کسی غزوۂ روم کا ذکر نہیں۔

۵۵/۲۷۴ میں مالک بن عبداللہ خثعمی نے حملہ کیا اور ارضِ روم ہی میں سردی گذاری۔

۵۶/۲۷۵ میں یزید بن معاویہ نے حملہ کیا اور قسطنطنیہ تک جاپہونچے۔ سردی کا غزوہ اس سال مسعود بن ابی مسعود نے جاری رکھا۔ بری افواج کے سالار حضرت یزید بن شجرہ تھے اور بحری کے عیاض بن حارث۔ یہ سب کہا جاتا ہے: ''کل هذا یقال''

۵۷/۲۷۶ عبداللہ بن قیس۔

۵۸/۲۷۷: مالک بن عبداللہ خثعمی، کہا جاتا ہے کہ عمرو بن یزید جہنی نے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یزید بن شجرہ نے بحری حملہ کیا۔

۵۹/۲۷۷-۲۷۸ میں عمرو بن مرہ جہنی نے بری حملہ کیا اور اس سال بحری غزوہ نہیں ہوا۔ ''لم یکن عامئذ غزوة بحر.''

مورخ یعقوبی نے پوری خلافتِ معاویہؓ میں سالانہ رومی غزوات اور ان کے امراء کا ذکر کیا ہے ان میں سے دو برسوں سنہ ۴۲/۲۶۲-۲۶۳ اور سنہ ۵۴/۲۷۳ کے سالانہ غزوات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ بقول مورخ موصوف حضرت معاویہؓ کی انیس سالہ آٹھ ماہہ خلافت میں غزواتِ روم کی کل تعداد سترہ ہے۔ ان کے بقول حضرت معاویہؓ نے یکم رجب ۶۰/۲۶۱ کو وفات پائی تھی اور کہا جاتا ہے کہ نصف رجب کو وفات پائی جبکہ ان کی عمر ستہتر سال تھی اور بروایتِ ضعیف وہ اسی سال کے تھے: ''...وكانت ولايته تسع عشره سنة وثمانية اشهر، وتوفي مستهل رجب، ويقال للنصف من رجب سنة ۶۰، وهو ابن سبع وسبعين سنة، ويقال: ثمانين سنة...'' (یعقوبی ۲/ ۲۳۸-۲۴۰)

دیگر تاریخی مآخذِ اسلامی

تیسری صدی ہجری/نویں صدی عیسوی کے دوسرے معاصر-بزرگ وخورد-مورخین اور وقائع نگار اور بھی ہیں، ان میں طبری)محمد بن جریر، ۲۲۴/ ۸۳۸-۳۱۰/۹۲۲) اور ان کی تاریخ الرسل والملوک کو شاید وقیع ترین مقام حاصل ہے۔مورخ یعقوبی کے ساتھ معاصرت کے علاوہ ان کا یہ امتیاز ہے کہ وہ اپنے آزاد وخودمختار مآخذ رکھتے ہیں جو دونوں میں مشترک بھی ہیں۔دوسرا امتیاز یہ ہے کہ وہ تاریخ کے تمام اہم واقعات کو سنہ وار بیان کرتے ہیں اور ہر سال کے وقائع ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔ان کی تاریخ میں غزوات، ولاۃ وامراء اور دیگر افسرانِ حکومت کی تقرری وغیرہ کے علاوہ ضروری واقعات بھی ملتے ہیں، ان سے یعقوبی کے بیان کردہ سالانہ غزواتِ روم کی تصدیق وتشریح بھی ہوتی ہے اور معلومات کا خلا بھی پر ہوتا ہے۔ بسا اوقات طبری کے بیانِ غزواتِ روم میں بعض بنیادی جزئیات کی کمی بھی ملتی ہے جس کو یعقوبی کے بیان سے دور کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ ابن اثیر (عزالدین محمد بن محمد عبدالکریم الشیبانی، م ۶۳۰ /۱۲۳۳)اوران کی کتاب ”الکامل فی التاریخ“ بہت متاخر تاریخ ہے مگر وہ قدیم قرونِ اسلامی کی خلافتِ اسلامی کی تاریخ کی تلخیص پیش کرتی ہے لہٰذا وہ طبری کی مقلد ہے۔دوسرے مآخذ بھی اسی طرح بالعموم طبری پر منحصر ہیں جن میں ابن کثیر (اسماعیل بن عمر دمشقی، م ۷۷۴/۱۳۷۳)اوران کی تاریخ اسلام ”البدایۃ و النہایۃ“ مذکورہ بالا اور دوسرے تاریخی مآخذ کے علاوہ حدیث کی روایت کی بھی جامع ہے۔

ان کے علاوہ بھی دوسری متعدد اہم کتبِ تاریخ اور مآخذ خلافتِ اسلامی ہیں جن کا ذکر باعث طوالت ہے۔البتہ کوشش یہ کی جارہی ہے کہ تمام بنیادی مآخذِ تاریخ وسیرت سے روم پر ہونے والے غزواتِ خلافتِ معاویہؓ کا ایک سالانہ جائزہ پیش کیا جائے اور پھر ان معلومات کی بنا پر بیانِ واقعات اور حکمتِ خلافت کا تجزیہ کیا جائے، کیونکہ بالعموم ان غزواتِ روم کے بارے میں ہماری معلومات بھی ناقص ہیں اور ہمارا افہام وتفہیم بھی ناقص تر ہے۔ظاہر ہے کہ بعد کے علماء اور مورخین نے جو تجزیے پیش کئے ہیں وہ سب کے سب ادھورے رہ گئے ہیں۔

طبری اور ان کے طریقۂ تاریخ کے مقلدین ابنِ اثیر اور ابنِ کثیر نے بالخصوص اور

دوسرے تاریخی اکابر نے بالعموم خلافتِ معاویہؓ میں اور بعد کے ادوار میں بھی روم، ارضِ روم پر اسلامی غزواتِ سالانہ کو بیان کیا ہے۔ بہت اختصار کے ساتھ ان سالانہ غزوات کا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے۔ اور دستیاب مآخذ کی معلومات کو ہم آہنگ کر کے۔ ❶

طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر اور متعدد دوسروں نے خلافتِ معاویہؓ کے اولین سال اور سنہ ۴۱/ ۶۶۱-۶۶۲ کے غزوہ روم کے بارے میں کچھ نہیں لکھا ہے۔ غالباً ان کو صاحبِ روم سے صلحِ خلیفہ کا واقعہ پسند نہیں آیا۔ البتہ اگلے سال ۴۲/۶۶۲-۶۶۳ سے روم پر غزوہ وحملہ کا ذکر اختصار کے ساتھ ملتا ہے اور تینوں میں بالکل یکساں ہی ہے۔ اور وہ صرف ایک فقرہ میں کہ مسلمانوں نے اس سال روم پر بھی حملہ کیا اور ان کو سخت ہزیمت دی اور امراء کو قتل کیا۔ ❷

۴۳/ ۶۶۳-۶۶۴ کے واقعات میں طبری نے اولین واقعہ غزوۂ روم کا لکھا ہے کہ حضرت بُسر بن ابی ارطاۃ کا اس سال غزوہ ہوا اور انھوں نے سردی کا غزوہ بھی ارضِ روم میں جاری رکھا حتی کہ وہ قسطنطنیہ تک پہونچ گئے یہ واقدی کا خیال ہے مگر اہلِ اخبار کی ایک قوم نے اس کا انکار کیا ہے کہ حضرت بُسر نے ارضِ روم میں سرما کا غزوہ کبھی نہیں کیا۔ ❸

۴۴/ ۶۶۴-۶۶۵ میں بھی اولین واقعہ غزوۂ روم کا ہے کہ مسلمان حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید کے ساتھ بلادِ روم میں داخل ہوئے اور سردی کا زمانہ بھی وہاں گذارا اور حضرت بُسر بن ابی ارطاۃ نے بحری غزوہ بلادِ روم پر کیا۔ ❹

۴۵/ ۶۶۵-۶۶۶ کا غزوۂ روم طبری میں اس سال کا آخری بیان بلکہ سطر ہے کہ اس سال عبدالرحمٰن بن خالد الولید نے ارضِ روم میں سردی کا غزوہ کیا۔ دلچسپ بات ہے کہ مقلدینِ طبری کی نظر سے یہ آخری سطر اوجھل رہ گئی۔ ❺

---

❶ مصادرِ سیرت نبوی میں طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر وغیرہ کی تاریخی مسائل کا تجزیہ پیش کیا ہے اور ان کے طریقہ نگارش پر بحث کی ہے۔

❷ طبری ۵/۱۷۲؛ ابن اثیر ۳/۴۲۰؛ ابن کثیر ۸/۲۴

❸ طبری ۵/۱۸۱؛ ابن اثیر ۳/۴۲۵؛ ابن کثیر ۸/۲۴: موخرالذکر دونوں نے طبری کی روایت نقل کی ہے؛ قسطنطنیہ تک حضرت بُسرؓ کے پہونچ جانے کی تمام مورخین نے سخت تردید کی ہے۔ واقدی کی یہ روایت شیعیت کی دین ہے۔

❹ طبری ۵/۲۱۲؛ ابن اثیر ۳/۴۴۰؛ ابن کثیر ۸/۲۷: موخرالذکر دونوں نے طبری کی روایت حرف بحرف بیان کی ہے۔

❺ طبری ۵/۲۲۶؛ ابن اثیر ۳/ ۴۴۷-۴۵۲؛ ابن کثیر ۸/ ۲۹-۳۰

۴۶/ ۶۶۶-۶۶۷ میں حسب سابق طبری نے واقعاتِ سال کا ذکر غزوۂ روم سے شروع کیا ہے اور بعض اقوال بیان کیے ہیں: اس سال ارضِ روم میں مالک بن عبداللہ نے سردی کا غزوہ کیا اور کہا گیا کہ وہ سالار حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن الولید تھے اور دوسری روایت میں یہ بھی کہا گیا کہ سالار حضرت مالک بن هُبَیرہ سکونی تھے۔ ابن اثیر نے طبری کی پوری متابعت کی ہے البتہ ابن کثیر نے حضرت عبدالرحمٰن کی امارت کا ذکر کر کے دوسری روایات کا صرف قیل سے حوالہ دیا ہے۔ ❶

۴۷/ ۶۶۷-۶۶۸ کے واقعاتِ اولین میں غزوۂ روم کا ذکر طبری میں ہے کہ مالک بن هُبَیرہ نے ارضِ روم میں موسمِ سرما گذارا اور ابوعبدالرحمٰن القَینی نے انطاکیہ میں موسمِ سرما گذارا۔ ابن اثیر نے طبری کے جملے نقل کیے ہیں اور ابن کثیر نے صرف مسلمانوں کے بلادِ روم میں موسمِ سرما کے غزوات کا ذکر عام کیا ہے اور کسی امیر و سالار کا نام نہیں لیا۔ ❷

۴۸/ ۶۶۸-۶۶۹ کے واقعات کا آغاز طبری نے حسبِ دستور غزواتِ روم سے کیا ہے اور کچھ تفصیل سے۔ ابن اثیر نے پوری پوری اور ابن کثیر نے جزوی طور سے طبری کی پیروی کی ہے۔ ان تینوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابوعبدالرحمٰن القینی نے انطاکیہ پر موسمِ سرما کا حملہ کیا اور موسمِ گرما کا غزوہ عبداللہ بن قیس فزاری نے کیا اور حضرت مالک بن هبیرہ نے بحری حملہ کیا جبکہ حضرت عتبہ بن عامر جہنی نے اہلِ مصر اور اہلِ مدینہ کے ساتھ بحری حملہ کیا۔ اہل مدینہ کے سالار حضرت منذر بن زہیرؓ تھے اور ان سب کے امیر الامراء حضرت خالد بن عبدالرحمٰن بن خالد بن الولیدؒ تھے۔ آخری بیان صرف طبری میں ہے۔ ❸

---

❶ طبری ۵/ ۲۲۷؛ ابن اثیر ۳/ ۴۵۳؛ ابن کثیر ۸/ ۳۰-۳۱: ان تینوں میں یہ بیان بھی ملتا ہے کہ اس سال حضرت عبدالرحمٰن بن خالد مخزومیؒ بلادِ روم سے حمص واپس آئے اور وہاں انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کو عیسائی زہر خورانی کا واقعہ طبری اور ابن اثیر نے بتایا ہے۔ ابن کثیر میں بھی اس کا ذکر ضرور ہے مگر حضرت عبدالرحمٰنؒ کے اوصافِ شجاعت کا زیادہ ذکر ہے، ان میں بلادِ روم پر غزواتِ سالانہ کے حوالے سے ابن سمیع کی یہ روایت اہم ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن مخزومی خلافتِ معاویہ میں موسم گرما کے غزوات کے والی ہوا کرتے تھے: "... کان یلی الصوائف زمن معاویة." یہ ایک اہم تبصرہ ہے جس پر بحث آتی ہے۔

❷ طبری ۵/ ۲۲۹؛ ابن اثیر ۳/ ۴۵۵؛ ابن کثیر ۸/ ۳۱: القَینی کی نسبت قبیلہ قین کی طرف ہے لیکن یعقوبی نے وہ غَنَمی نسبت بیان کی ہے کہ خاندانِ عتبہ سے تھے۔

❸ طبری ۵/ ۲۳۱؛ ابن اثیر ۳/ ۴۵۷؛ ابن کثیر ۸/ ۳۳: موخر الذکر کا بیان ناقص بھی ہے اور صرف اسی غزوہ پر مبنی ہے۔

۴۹/ ۶۶۹-۶۷۰ کے واقعات کا آغاز متعدد غزواتِ روم سے طبری نے نسبتاً تفصیل سے کیا ہے:

☆ مالک بن ھُبَیرہ سکونیؓ نے ارضِ روم میں موسمِ سرما گذارا اور حضرت فضالہ بن عُبیدؓ نے جربہ نامی مقام پر غزوہ کیا اور موسمِ سرما بھی وہیں گذارا اور وہ ان کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ اس فتح کے نتیجہ میں انھوں نے بہت سے قیدی گرفتار کیے۔

☆ موسمِ گرما (صائفہ) کا حملہ/ غزوہ حضرت عبداللہ بن کرز بجلیؓ نے کیا۔

☆ اسی سال حضرت یزید بن شجرہ رہاویؓ کا بحری غزوہ ہوا اور انھوں نے اہلِ شام کے ساتھ وہاں سردی گذاری۔

☆ حضرت عتبہ بن نافع فہریؓ نے بھی سمندری غزوہ کیا اور اہل مصر کے ساتھ موسمِ سرما گذارا۔

☆ اسی سال یزید بن معاویہؓ کا روم پر غزوہ ہوا تا آنکہ وہ قسطنطنیہ تک جا پہونچے اور ان کے ساتھ ابن عباسؓ ابن عمر، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم تھے۔

ابنِ اثیر نے اولین تمام غزوات کا بیان طبری سے نقل کیا ہے اور "غزوة القسطنطنية" کے ذکر کی سرخی کے تحت نسبتاً مفصل روایت نقل کی ہے جو دوسرے مآخذ سے ہے۔ ابن کثیر نے اولین غزواتِ روم کا ذکر شروع میں نہیں کیا البتہ یزید کے غزوۂ روم سے آغاز کرکے ان کے ساتھ مذکورہ بالا ساداتِ صحابہ کا ذکر کیا ہے۔ اور صحیح بخاری کی روایت وحدیث بھی نقل کی ہے جس میں شہرِ قیصر پر حملہ کرنے والے اولین جیش کی مغفرت کی نبوی پیش گوئی موجود ہے: "اول جیش یغزون مدینة قیصر مغفور لهم." اس میں قسطنطنیہ تک مسلمانوں کے اول بار پہونچنے کا بھی ذکر ہے اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات کا بھی۔ ابن اثیر نے ۴۹/ ۶۶۹ کی بجائے ۵۰/ ۶۷۰ کی روایت کا ذکر "قیـــــل" سے کیا ہے جو ضعف کی علامت ہے۔ ابن کثیر نے اسی طرح اس سال کی بجائے ۵۱/ ۶۷۰ یا ۵۲/ ۶۷۱ یا ۵۳/ ۶۷۲ کے برسوں میں اس غزوہ کے ہونے کا ذکر کیا ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔ غزوۂ یزید پر تاریخ کا اختلاف بہت پایا جاتا ہے۔ اس

پر بحث خاص تجزیہ میں آتی ہے۔ ❶

۶۷۰/۵۰ کے واقعات کا آغاز طبری نے دو غزوات سے کیا ہے: حضرت بُسر بن ابی ارطاۃؓ اور حضرت سفیان بن عوف ازدیؓ کا غزوۂ روم ہوا۔ "قیل" کے ساتھ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت فضالہ بن عبید انصاریؓ کا بحری غزوہ اسی سال ہوا۔ ابن اثیر نے دونوں غزوات کا ذکر آغاز ہی میں کیا ہے اور "قیل" کا استعمال نہیں کیا۔ یہی ابن کثیر میں ہے لیکن وہ بعد کے بیانیہ میں ہے۔ ❷

۶۷۱/۵۱ کے واقعات کے آغاز میں طبری نے پہلے ارضِ روم میں حضرت فضالہ بن عُبیدؓ کے سرمائی غزوے کا ذکر کیا ہے پھر حضرت بسر بن ابی ارطاۃؓ کے گرمائی غزوہ (الصائفۃ) کا۔ ابن اثیر میں بھی یہی ہے۔ ابن کثیر میں اس کا ذکر نہیں مل سکا۔ ❸

۶۷۲/۵۲ کے واقعاتِ مختصر میں طبری نے واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس سال حضرت سفیان بن عوف ازدیؓ نے گرمی اور سردی دونوں کے غزوات کی ارضِ روم میں قیادت کی اور وہیں وفات پائی اور عبداللہ بن مسعدہ فزاریؓ کو اپنا جانشین بنایا۔ واقدی کے علاوہ دوسرے مورخین و وقائع نگاروں کے عمومی حوالے سے مختلف روایت دی ہے کہ سرمائی غزوہ ارضِ روم میں حضرت بسرؓ بن ارطاۃ کی قیادت میں ہوا اور ان کے ساتھ دوسرے سالار سفیان بن عوف ازدیؓ تھے جب کہ گرمی کا غزوہ اس سال محمد بن عبداللہ الثقفیؒ کی قیادت میں ہوا۔ ابن اثیر نے بلا حوالۂ مورخ ان دونوں روایات کا ذکر کیا ہے۔ ابن کثیر میں بھی یہی ہے۔ ❹

۶۷۳/۵۳ کے واقعات کا ذکر بھی غزوۂ روم سے ہوتا ہے جو سرمائی تھا اور حضرت

---

❶ طبری ۵/۲۳۲؛ ابن اثیر ۳/ ۴۵۸-۴۵۹؛ ابن کثیر ۸/۳۲: اولین تینوں غزواتِ روم کا آخر میں ذکر ہے؛ ذہبی ۱/۲۲: ۵۰ھ میں اس غزوہ کے ہونے کے قائل ہیں: "....وفیھا غزا المسلمون وعلیھم یزید ولد معاویة بن ابی سفیان بلاد الروم فسار بالجیش الیٰ ان نزل علی مدینة قسطنطنیة ومعه من الکبار..... الخ."

❷ طبری ۵/۲۳۴؛ ابن اثیر ۳/ ۴۶۱؛ ابن کثیر ۸/ ۴۵

❸ طبری ۵/۲۵۳؛ ابن اثیر ۳/ ۴۷۲؛ ابن کثیر ۸/ ۴۵-۵۸: وفیاتِ صحابہ و اکابر کا بیشتر ذکر ہے۔

❹ طبری ۵/ ۲۸۷؛ ابن اثیر ۳/ ۴۹۱؛ ابن کثیر ۸/ ۵۸: واقدی کے علاوہ ابو معشر وغیرہما کا اضافہ بھی کیا ہے۔

عبدالرحمنؓ بن ام الحکم ثقفی کے زیر قیادت ہوا تھا۔طبری نے اس کے بعد بحرِ روم میں جزیرہ روڈس کی فتح کا ذکر کیا ہے جو حضرت جُنادہ بن ابی امیہ ازدیؓ کی قیادت میں ہوا تھا اور واقدی کے مطابق مسلمان اس میں نہ صرف داخل ہو گئے بلکہ سکونت پذیر بھی ہوئے اور اسے آباد کیا۔ رومیوں پر یہ فاتحانہ قبضہ بڑا شاق تھا کیونکہ مسلمان غازی ان کے جہازوں کو سمندر میں گھیر کر برباد کر دیتے تھے۔حضرت معاویہؓ جب تک زندہ رہے ان کو ''ارزاق وعطاء'' سے نوازتے رہے اور وہ مجاہدین اپنے دشمنوں کے لئے خطرہ بن گئے تھے،حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد یزیدؒ نے ان غازیوں کو واپس بلا لیا۔ابن اثیر نے طبری کا بیان تھوڑا مختصر کر دیا ہے۔البتہ ابن کثیر کے ہاں اس پر بعض اہم معلومات کا قیمتی اضافہ ملتا ہے۔ جناب یزیدؒ نے مسلمانوں کی حفاظت کی خاطر واپس بلایا تھا۔ ❶

۵۴/ ۶۷۴ کے واقعات کے آغاز میں حسبِ سابق طبری نے ارضِ روم کے دونوں سرمائی اور گرمائی غزوات کا ذکر بالترتیب حضرت محمد بن مالکؓ اور معن بن یزید سُلمی کی قیادت میں ہونے کا کیا ہے۔اس کے معاً بعد واقدی کی روایت دی ہے کہ اسی سال حضرت جُنادہ بن ابی امیہؓ نے قسطنطنیہ کے قریب سمندر میں ایک جزیرہ اَرْوَاد کو بھی فتح کیا تھا۔واقدی کا یہ بھی بیان ہے کہ مسلمانوں نے وہاں طویل مدت تک اور بعض اقوال کے مطابق سات برس سکونت رکھی۔اس غزوہ میں حضرت مجاہد بن جبرؒ بھی شریک تھے۔حضرت معاویہؓ کی وفات کی خبر کے ساتھ جناب یزیدؒ کا خط واپسی کے لئے پہونچا ''اور ہم وہاں سے لوٹ آئے۔'' وہ جزیرہ پھر کبھی آباد نہیں ہوا اور ویران ہو گیا اور رومیوں کو امن نصیب ہو گیا۔'' ابن اثیر نے اس کی اور تلخیص کر دی ہے۔ابن کثیر نے صرف اولین دو غزواتِ روم کا ذکر آغاز میں کیا ہے اور فتحِ ارواد کا

---

❶ طبری ۵/ ۲۸۸: ابن اثیر ۳/ ۴۹۳: محمد بن عمر یعنی واقدی کا حوالہ نہیں ہے، حضرت معاویہؓ کے ارزاق کو بھی ساقط کر دیا ہے۔ابن کثیر ۸/ ۶۱: نے مسلمانوں کے لئے حضرت معاویہؓ کے ''الارزاق والاعطیات الجزیلة'' کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ مسلمانوں کو فرنگیوں (الفرنج) کے خوف سے ایک عظیم قلعہ میں راتیں بسر کرنی پڑتی تھیں جہاں ان کے ''اموال کثیرہ اور زراعاتِ عزیزہ'' کے علاوہ دوسری ضروریات کی چیزیں، مویشی اور حواصل تھے۔ان سب کو خطرات لاحق تھے لہٰذا جانشین خلیفہ نے مسلمانوں کو واپس بلا لیا۔

ذکر بالکل نہیں کیا۔❶

۶۷۵/۵۵ کے واقعات میں سرِ آغاز غزوۂ روم ہے جو واقدی کے مطابق حضرت سفیان بن عوف ازدیؓ کا سرمائی غزوہ تھا۔اس کے بعد تین روایات ''بعض'' کے حوالے سے ہیں: ۱- اس غزوہ کے امیر عمرو بن مُحرزؓ تھے، ۲- عبداللہ بن قیس فزاریؓ تھے، ۳- مالک بن عبداللہؓ تھے۔ابن اثیر نے یہ ساری روایات دی ہیں اور اولین روایت میں واقدی کا ذکر نہیں کیا۔ابن کثیر نے غزوۂ روم کا سرے سے ذکر نہیں کیا۔❷

۶۷۶/۵۶ میں طبری نے پہلے بیان کیا ہے کہ جُنادہ بن ابی امیہ ازدیؓ نے ارضِ روم میں سردی کا غزوہ انجام دیا۔پھر "قیل" کے ساتھ اس کی امارت کا ذکر عبدالرحمٰن بن مسعودؓ کے حوالے سے کیا ہے۔دوسری روایت یہ بھی ہے کہ بحری غزوہ حضرت یزید بن شجرہ رہاویؓ اور بری غزوہ عیاضؓ بن حارث کی قیادت میں ہوا۔یہی ابن اثیر وابن کثیر دونوں میں ہے۔❸

۶۷۷/۵۷ کے واقعات کا سرِ نامۂ آغاز طبری میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن قیسؓ نے ارضِ روم میں سرمائی غزوہ کیا۔ابن اثیر وابن کثیر دونوں نے طبری کا بیان حرف بحرف نقل کیا ہے۔❹

۶۷۸/۵۸ کے واقعات میں طبری نے خلافِ دستور ارضِ روم پر مالک بن عبداللہ خثعمیؓ کے غزوہ کا ذکر حضرت مروانؓ کی امارتِ مدینہ سے معزولی اور ان کی جگہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان امویؓ کی تقرری کی روایات اور ان کے مآخذ کے بعد کیا ہے، لیکن ابن اثیر نے اسے اول واقعۂ سال بنایا ہے اور یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عمرو بن یزید جہنیؓ نے بحری غزوہ کیا اور کہا گیا کہ جنادہ بن ابی امیہؓ اس کے امیر تھے۔البتہ طبری میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اس سال واقدی کے قول کے مطابق حضرت یزید بن شجرہ رہاویؓ سمندری جہاز میں شہید کئے گئے اور

---

❶ طبری ۵/۲۹۳؛ ابن اثیر ۳/۴۶۷؛ ابن کثیر ۸/۶۶ ومابعد
❷ طبری ۵/۲۹۹؛ ابن اثیر ۳/۵۰۱؛ ابن کثیر ۸/۷۱ ومابعد
❸ طبری ۵/۳۰۱؛ ابن اثیر ۳/۵۰۳؛ ابن کثیر ۸/۷۸: میں یزید بن سمرہ ہے، غالباً سمرہ شجرہ کی تصحیف ہے۔
❹ طبری ۵/۳۰۹؛ ابن اثیر ۳/۵۱۴؛ ابن کثیر ۸/۸۱

سرمائی غزوہ عمرو بن یزید جہنیؓ نے کیا تھا اور دوسری روایت (قیل) کے مطابق بحری غزوہ حضرت جنادہ بن ابی امیہؓ کی قیادت میں ہوا تھا۔ ابن کثیر نے ان تمام روایاتِ طبری کو جمع کر دیا ہے اور اس میں واقدی کا حوالہ بھی ہے۔ ❶

۶۷۹/۵۹ کے واقعات کا آغاز طبری نے حسبِ دستور ارضِ روم پر بری و سرمائی غزوہ کے ذکر سے کیا ہے جو حضرت عمرو بن مرہ جہنیؓ کی قیادت میں ہوا تھا۔ واقدی کا قول نقل کیا ہے کہ اس سال بحری غزوہ نہیں ہوسکا مگر دوسروں کا بیان ہے کہ حضرت جنادہ بن ابی امیہؓ نے بحری غزوہ انجام دیا تھا۔ ابن اثیر نے واقدی کا حوالہ نہیں دیا ہے اور تمام روایات دی ہیں اور ابن کثیر کا پورا بیان طبری کی ہو بہو نقل ہے۔ ❷

۶۰/ ۶۷۹-۶۸۰ کے واقعات کے آغاز میں طبری اور ابن کثیر نے مدینہ سوریہ پر مالک بن عبداللہؓ کے غزوہ کا ذکر کیا ہے اور واقدی کے بقول اس سال جزیرہ روڈس میں حضرت جنادہ بن ابی امیہؓ کے داخلہ کا ذکر بھی کیا ہے۔ یہی سال وفاتِ حضرت معاویہ ہے۔ ❸

روایات کا موازنہ

طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر کے بیان کردہ واقعاتِ غزواتِ روم میں روایات کا اختلاف قدم قدم پر ملتا ہے، یہ اختلافِ روایات قدیم وقائع نگاروں کی اپنی اپنی معلومات کی بنا پر پیدا ہوا ہے کہ ان کے مختلف ومتنوع مآخذ تھے۔ بعض اختلاف بالخصوص جزئیات میں ان کے خاص خیال وفکر کی بنا پر بھی ہوسکتے تھے اور غالباً بعض معاملات میں ہوئے بھی تھے۔ ان تینوں مذکورہ بالا مآخذ کا ایک دلچسپ موازنہ یعقوبی کے بیان کردہ غزواتِ روم میں بھی ملتا ہے جو بعض نتائج تک لے جاتا ہے، ان میں امراءِ غزوات بالخصوص سرما (مشتی) اور گرما (الصائفۃ) کا اسماءِ گرامی پر اختلاف بھی ہوسکتا ہے۔ اور بعض غزواتِ روم کے سنین کا بھی۔ ان کے علاوہ تفصیلات

---

❶ طبری ۵/ ۳۰۹؛ ابن اثیر ۳/ ۵۱۵؛ ابن کثیر ۸/ ۸۱-۸۲

❷ طبری ۵/ ۵۱۵؛ ابن اثیر ۳/ ۵۲۱؛ ابن کثیر ۸/ ۹۴

❸ طبری ۵/ ۳۲۲؛ ابن اثیر ۴/ ؛ ابن کثیر ۸/ ۱۱۵۔

کا فرق بھی نظر آتا ہے۔ موخر الذکر کے بارے میں بیک نظر و بیک قلم کہا جا سکتا ہے کہ یعقوبی کا بیان غزواتِ روم پر بہت مختصر ہے اور وہ فہرست سازی کے قبیل سے ہے۔

دوسری بحثوں سے فی الحال قطع نظر کر کے یعقوبی کے بیانِ مختصر یا فہرستِ غزوات روم کے سنین کا بقیہ تین مذکورۂ بالا مآخذ سے موازنہ کیا جائے تو دلچسپ نکات ملتے ہیں:

اول یہ کہ خلافتِ معاویہؓ کے اولین دو برسوں میں ارضِ روم پر سالانہ غزوے ہوئے ضرور مگر ان کی تفصیل نہیں ملتی۔ یعقوبی نے اولین سال کے حملہ میں اور اس سے قبل کے فتنہ کے سال میں غزوہ کی بجائے صاحبِ روم سے حضرت معاویہؓ کے خراج و باج ادا کرنے پر زور دیا ہے۔

دوسرے یہ کہ یعقوبی اکثر و بیشتر گرمی اور سردی کے دو الگ الگ غزوات کا ذکر نہیں کرتے۔

تیسرے یہ کہ یعقوبی ایسی روایات بھی اختیار کر لیتے ہیں جو دوسرے مآخذ میں ضعیف بیان کی گئی ہیں۔

چوتھے یعقوبی متعدد تفصیلات نظر انداز کر دیتے ہیں جو ہر غزوہ کی خاص چیزیں ہیں۔

پانچویں یعقوبی ایک سال کے اندر چار پانچ افواج کے حملوں کی بجائے صرف ایک کا ذکر کر دینے پر اکتفا کرتے ہیں۔

رومی غزوات کے بنیادی حقائق

روایات کے موازنے سے تمام وقائع نگاروں کی روایات میں اختلافِ گوناگوں ملتے ہیں۔ ان سے زیادہ بحث نہیں کہ وہ بنیادی واقعات اور اصل حقائق پر زیادہ اثر انداز نہیں ہوتے کیونکہ اصل واقعات ان کی اصلاح کر دیتے ہیں۔ روایات کے اختلاف میں البتہ یہ عنصر بہت اہم ہے اور قابل قبول بھی کہ بیشتر مآخذ اور تاریخ و وقائع کے ماہرین کے نزدیک کون سی روایت صحیح ہے اور کون سی ضعیف، جسے بالعموم وہ سب "قیل" کے بعد بیان کرتے ہیں۔

طبری اور دوسرے تمام مورخین بالعموم اپنی بیان کردہ روایات میں سے اولین کو صحیح تر مان کر تسلیم کرتے ہیں کہ وہ قوی ہوتی ہے، مگر کبھی کبھی اصل قوی روایت کے بالمقابل بیان کی جانے والی ضعیف روایت دوسرا/ دوسرے واقعات کو بیان کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ابن اثیر و ابن کثیر

وغیرہ نے بعض اوقات ان روایات سے واقعات کا تعدد ثابت کیا ہے یعنی وہ سب صحیح ہوتی ہیں۔

رومی غزوات کے اس سالانہ تاریخی-روایتی جائزے سے بہت اہم حقائق کا پتہ چلتا ہے وہ بشکلِ نکات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

اول یہ کہ پورے بیس سالہ خلافتِ معاویہؓ میں اسلامی افواج وجیوش موسم کے لحاظ سے دو حملے کرتے تھے: موسمِ گرما کا حملہ اور موسمِ سرما کا غزوہ۔ اول الذکر کو صائفہ/صوائف کہا جاتا تھا اور دوسرے کو شتا/مشتا وغیرہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ بالعموم ان دونوں غزواتِ گرما وسرما کے دو الگ الگ سالار ہوتے تھے اور ان کی افواج بھی خاص ہوتی تھیں۔ دوسرے واقعات و روایات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت معاویہؓ خلفاءِ اسلام میں اولین عبقری تھے جنھوں نے رومیوں اور رومی سلطنت سے نبرد آزما ہونے کے لئے دو خاص لشکر بنائے تھے۔ عرب عام طور سے گرما کے عادی ہوتے تھے اور گرم علاقوں میں شامی افواج منظّم کی تھیں اور ان کے سپاہی و سالار دونوں موسمِ سرما کی سختی جھیل جاتے تھے۔ ان کی تربیت، سامان، اسلحہ وغیرہ بھی خاص طور سے تیار کیا گیا تھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ خالص عربی جیوش اور سالاروں کی خاص تربیت کا انتظام کیا تھا تاکہ وہ موسمِ سرما میں بھی جہاد کرسکیں۔

شام اور دوسرے ٹھنڈے علاقوں کے سالار وسپاہ دونوں مواسم میں کارگذاری کرسکتے تھے اور کرتے تھے۔ غزواتِ روم کی روایات میں متعدد سالاروں کے حوالے سے یہ وضاحت آتی ہے کہ انھوں نے ارضِ روم پر حملہ کیا اور سردی بھی وہیں گذاری۔ یہ سردی گذارنا: شتا/مشتا وغیرہ دراصل سرمائی غزوہ کرنے کا استعارہ ہے۔ سردی اور گرمی دونوں کے غزوات کے بارے میں یہ واقعہ بھی ذہن میں رکھنے کے لائق ہے کہ پورے سال ''جہادِ رومی'' کا تسلسل جاری ساری رہتا تھا۔ ایسے سالاروں میں حضرات عبدالرحمٰن بن خالد مخزومیؓ، بسر بن ارطاۃ کنانیؓ، مالک بن ھبیرہ سکونیؓ، سفیان بن عوف ازدیؓ، فضالہ بن عبید انصاریؓ، مالک بن عبداللہ خثعمیؓ، مسعود بن ابی مسعودؓ اور ان کے جیوش کے سرمائی غزوات بھی کرنے کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ وہ صوائف کے امراء وسالار رہتے تھے۔ بعض صرف سرمائی سالار وجیوش تھے۔

غالباً اس حقیقت پر اب زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ خلافتِ معاویہؓ میں ہر سال رومی غزوہ/غزوات جاری رہتے تھے اور یہ جہادِ مسلسل تھا جو بیس سال تک برابر جاری رہا۔ اس میں انقطاع نہیں آیا۔ کسی ایک موسم بالخصوص سرمائی غزوہ کے بارے میں بعض روایات البتہ بتاتی ہیں کہ کسی سال وہ نہیں ہوسکا غالباً موسم کی سختی یا اسباب کی فراہمی کی مشکل یا حالات کی نامساعدت وغیرہ ان کی اصلی وجوہ بن جاتی تھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایسی روایات نقل کرنے والوں کو ان سرمائی غزوات کی اطلاع ہی نہ مل سکی ہو۔ اس کا قوی امکان ہے۔

رومی غزوات کے بارے میں بعض روایات یہ بھی ثابت کرتی ہیں کہ کسی کسی برس یا بالعموم روم پر چہار طرفہ حملہ کیا جاتا تھا اور اس میں بری افواج ایک طرف سے حملہ آور ہوتی تھیں اور دوسری طرف سے بحری افواج دباؤ ڈالتی تھیں۔ ۴۸-۴۹/ ۶۶۸-۶۷۰ کے دو مواسم جہاد میں کم از کم یہ واقعہ ملتا ہے کہ ایک سالار نے موسمِ گرما کا بری حملہ کیا دوسرے سالار نے موسمِ سرما کا بری حملہ کیا اور دوسرے سالاروں نے بحری حملوں کی قیادت کی۔ ان بحری حملوں میں ایک خاص فوجی اور تکنیکی بات یہ ملتی ہے کہ ایک سالار۔ حضرت یزید بن شجرہ رُہاویؓ- نے شامی فوجوں کے ساتھ حملہ کیا تو حضرت عتبہ بن نافع فہری نے اہل مصر کے ساتھ بحری فوج کشی کی۔ اور تیسرے سالار خاص اہلِ مدینہ کی بحری فوج لے گئے تھے۔

بلاشبہ ان مختلف موسمی یا زمینی اور بحری فوجوں کے سالار اور ان کی سپاہ الگ الگ تھیں لیکن فوجی قیادت کے لحاظ سے یہ ضروری تھا کہ ان سب سالاروں اور امیروں کا صرف ایک ہی سالارِ اعلیٰ اور امیر الامراء ہو۔ حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید مخزومیؓ کے بارے میں وضاحت سے آتا ہے کہ وہ خلافتِ معاویہؓ میں صوائف کے والی ہوا کرتے تھے اور بسا اوقات سرمائی فوجوں کے بھی۔ ان کے فرزندِ دلبند حضرت خالد بن عبدالرحمٰن مخزومی کے بارے میں ۴۸/ ۶۶۸ ومابعد کے غزوہ کے حوالے سے صراحت ملتی ہے کہ وہ تمام بری، بحری، گرمائی اور سرمائی سالاروں کے امیر الامراء ہوتے تھے۔

متعدد رومی غزوات کے نتیجہ میں ارضِ روم کے مقبوضہ یا مفتوحہ شہروں، علاقوں وغیرہ کا

بھی ذکر ملتا ہے۔ ان میں سے خاص کسی فوج/ سالار کے کسی خاص شہر یا حدودِ علاقہ تک پہونچ جانے کا ذکر بہت اہمیت رکھتا ہے۔ مثلاً یعقوبی نے ۴۴ کے غزوۂ روم کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن خالد مخزومیؓ قلونیہ نامی علاقے تک جا پہونچے تھے اور حضرت مالک بن عبداللہ خثعمیؒ انطاکیہ تک اور ان کے جانشین سالار عبدالرحمٰن قینی انطاکیۃ السوداء تک ۴۷ اور ۴۸ کے غزوات کے دوران جا پہونچے تھے۔ یعقوبی جیسے شیعی مورخ نے بھی اعتراف کیا ہے کہ حضرت یزید بن معاویہ امویؒ اپنے رومی غزوہ میں قسطنطنیہ تک پہونچ گئے تھے اور اس کی تصدیق دوسرے تاریخی اور حدیثی مآخذ نے کی ہے اور یہ اضافہ بھی کہ وہ اولین اسلامی لشکر تھا جو مدینۂ قیصر-قسطنطنیہ- پر حملہ آور ہوا تھا اور اس کی فصیلوں تک پہونچ گیا تھا۔ طبری، ابن اثیر، ابن کثیر اور ابن حجر عسقلانی وغیرہ نے اس کی تفصیلات دی ہیں جن پر بالکل الگ بحث کی جائے گی۔ انھوں نے مذکورہ بالا علاقوں تک پہونچنے کے علاوہ یعقوبی کے بیان پر یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ اس سالانہ فوج کشی کے نتیجہ میں بعض علاقے بالخصوص جزیرے مسلمانوں کے قبضے میں آگئے اور مدتوں تک وہ مسلم مقبوضاتِ بحرِ روم رہے جیسے طرسوس کی فتح تھی یا جزیرۂ روڈس اور جزیرۂ ارواد پر مسلمانوں کے فاتحانہ قبضے تھے۔ یہ مقبوضات ان کے عسکری مراکز بھی بن گئے تھے۔ جہاں سے رومی جنگی بیڑوں پر حملے کئے جاتے تھے اور ان کی طاقت توڑی جاتی تھی۔ وہ ان اسلامی حملوں سے کافی خوفزدہ رہتے تھے۔

رومی جہاد کے سالانہ یا مسلسل غزوات کا ایک خاص زاویہ یہ ہے کہ ان میں سے متعدد کے سالار وامیر صحابہ کرام میں سے بعض ممتاز افراد تھے۔ ان کا ایک مختصر تجزیہ یہ حقیقت بھی ثابت کرے گا کہ کسی خاص غزوہ میں صحابہ کرام یا دوسرے مسلم اکابر کا جوش وخروش کے ساتھ حصہ لینا کسی خاص مقصد سے نہیں تھا اور نہ ہی اس کے پیچھے حضرت معاویہؓ کی کسی خاص مصلحت کارفرما تھی۔ جیسا کہ بعض روایات سے تاثر ابھرتا ہے اور جیسا کہ بعض خاص فکر کے مالک مفکرین ہر چیز میں نیت ومقصد تلاش کے شوق میں مصلحت ومقصد تلاش کر کے اپنا نظریہ ثابت کرتے ہیں۔ اس کا سب سے نمائندہ اظہار غزوۂ قسطنطنیہ کے بارے میں کیا گیا ہے کہ حضرت معاویہؓ نے اپنے

فرزند کو بشارتِ نبوی اور وعدۂ مغفرت کا مصداق بنانے کے لئے اس غزوہ کو ترتیب دیا تھا، حالانکہ یہ منطقی اور واقعاتی لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔

سالانہ غزواتِ روم میں جن صحابہ کرام کی قیادت و سالاری اور امیر البحری/ امارتِ بحری کا ذکر ملتا ہے خواہ وہ موسمِ گرما کے غزوات ہوں (الصوائف) یا موسم سرما کے (مشتا/شتا) یا بحری حملے، ان کے صحابی سالاروں میں شامل تھے: ۱-حضرت بسر بن ابی ارطاۃ کنانیؓ، ۲-حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید مخزومیؓ، ۳-حضرت مالک بن ھُبیرہ سکونی کندیؓ، ۴-حضرت مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمیؓ، ۵-حضرت ابوعبدالرحمٰن القینی (ان کا دوسرا نام ابو عبداللہ القینی بھی ملتا ہے: اسد الغابہ ۵/۲۴۲ صحابی اور ساکن مصر تھے لہٰذا وہ عقبی نہیں تھے۔) ۶-حضرت عبداللہ بن قیس فزاریؓ (بنو وھب بن رباب سے تھے: اسد ۳/۲۴۴؛ اصابہ-۴۹۰۸)، ۷-حضرت عتبہ بن عامر جہنیؓ (م ۸۵/۷۰۴ والی مصر بھی رہے اور ساکن مصر بھی: (اسد ۳/۴۱۷؛ اصابہ-۵۶۰۳)، ۸-حضرت سفیان بن عوف ازدیؓ (ان کو عامل الصوائف ہی بتایا گیا ہے، م ۵۳/۶۷۳: (اسد ۲/x ، اصابہ-۳۳۲۳)، ۹-حضرت فضالہ بن عبید اوسی عمریؓ (م ۵۳/۶۷۳ عام صفت امیر البحر کی ہے: (اسد ۴/۱۸۲؛ اصابہ-۶۹۹۴)، ۱۰-حضرت عبدالرحمٰن بن ام الحکم/ عبداللہ ثقفیؓ (حضرت معاویہ کے بھانجے:) (اسد ۳/۲۸۷؛ اصابہ-x/۵۳ کے غزوہ کے افسر)، ۱۱-حضرت جنادہ بن ابی امیہ ازدیؓ (م ۸۰/۶۹۹ امیر البحر روم: (اسد ۱/۲۹۷؛ اصابہ-۱۲۰۱)

۱۲-حضرت معن بن یزید سلمیؓ م مرج راہط (اسد ۴/۴۰۱؛ اصابہ-۱۸۶۳)

۱۳- حضرت یزید بن شجرہ رہاویؓ م ۵۵ یا ۵۸/۶۷۵، ۶۷۸ (اسد ۵/۱۱۴-۱۱۵؛ اصابہ-۹۲۷۵)

۱۴- حضرت عبدالرحمٰن بن مسعود خزاعیؓ (اسد ۳/x اصابہ-۵۲۰۲)

۱۵- حضرت عیاض بن حارث تیمیؓ (اسد ۴/x ، اصابہ ۶۱۲۸)

۱۶- حضرت عمرو بن مرہ جہنیؓ (کا ذکر صرف افسر حوائج الناس کے بطور کیا ہے: (اسد ۴/۱۳۱؛ اصابہ-۵۹۶۳)

مذکورہ بالا وہ صحابہ کرام ہیں جن کا ذکر معاجم صحابہ-اسد الغابہ، اصابہ وغیرہ-میں کیا گیا

ہے۔ یہ یقینی ہے کہ ان اکابر غزواتِ روم کے علاوہ متعدد دوسرے امراء وسالارانِ روم بھی صحابہ کے طبقے سے تھے۔ مگر کسی وجہ سے ان کا ذکر ان تراجم کی کتب میں بار نہیں پا سکا، اور یہ کوئی ایسی تعجب کی بات بھی نہیں کہ متعدد بلکہ بہت سے صحابہ کرام کا ذکر راویوں کی رسائی اور معاجم نگاروں کی نگارش سے پرے رہ گیا۔ اور یہ تو قطعی ہے کہ ان عظیم وجلیل سالارانِ جیش اور امراء البحر کے علاوہ متعدد بلکہ بہت سے دوسرے صحابہ کرام بھی ان رومی غزوات میں موجود تھے: ان کی دو تقسیمیں کی جا سکتی ہیں: ایک وہ جو کسی ماتحت منصب پر فائز تھے، دوسرے وہ جو بلا کسی منصب و عہدہ کے محض جہاد فی سبیل اللہ کے جذبے سے ان میں شریک رہتے تھے۔ (مثلاً حضرت عائذ بن ثعلبہ بلویؓ م ۵۳/۶۷۳ بیعت رضوان کے شریک صحابی تھے جو برلس میں رومی غزوہ میں شہید ہوئے، افسر تھے: (اسد ۳/ ۹۷: اصابہ ۴۴۴۲)

سرسری جائزے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ غزواتِ سالانہ اور مہماتِ بحری وبری کے مذکورہ بالا صحابی سالاروں، امیروں بالخصوص امراء البحر اور امراء الصوائف میں سے متعدد نے بار بار غزواتِ روم میں قیادت کی تھی۔ متعدد حضرات کا ذکر غزواتِ روم کے ساتھ بالکل جڑ سا گیا ہے کہ ان کے بغیر وہ ہوتے ہی نہ تھے اور ایک بزرگ امیر کے بارے میں یہاں تک آتا ہے کہ وہ مسلسل چالیس سال ان غزوات کی قیادت کرتے رہے۔ ان جیسے تا زندگی رومی جہاد کرنے والے صحابہ کرام اور ان کے منصب دار بہت سے تھے۔

ابتدائی عہدِ خلافتِ معاویہؓ میں رومی غزوات کے سالاروں میں حضرت بُسر بن ارطاۃ کنانیؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید مخزومیؓ کا ذکرِ خیر مستقل امراء اور سالاروں میں ہوتا ہے۔ موخر الذکر کے بارے میں وضاحت ملتی ہے کہ وہ صوائف کے مستقل امیرِ حضرت معاویہؓ تھے اور اپنی وفات ۴۶/۶۶۶ تک اس عہدے پر رہے، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ لگ بھگ پانچ چھ سال تک وہ صوائفِ رومی کے قائد رہے۔ ان کے بعض سرمائی غزوت کا بھی ذکر ملتا ہے جیسے ۴۴ تا ۴۶ تک کے غزواتِ سرما میں ان ہی کی قیادت ملتی ہے۔ اول الذکر حضرت بسر بن ابی ارطاۃ کنانیؓ کی قیادت وکمان کا ذکر ۴۳، ۴۴، ۵۰، ۵۱، ۵۲ کے غزوات کے حوالے سے ملتا

ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ کم از کم پانچ سالانہ غزواتِ روم کے قائد رہے تھے۔

ان دو اکابر صحابہ اور عظیم سالاروں کے علاوہ حضرات مالک بن ھبیرہؓ، ابو عبدالرحمٰن القینیؓ، یزید بن شجرہ رہاویؓ، سفیان بن عوف ازدیؓ جنادہ بن ابی امیہ ازدیؓ وغیرہ کا متعدد غزوات میں قیادت کرنے کا واقعہ ملتا ہے۔ان میں سے موخر الذکر صحابی اپنے وقت کے عظیم ترین امیر البحر معلوم ہوتے ہیں کہ خلافتِ معاویہ میں شروع سے آخر تک وہ امیر البحر کے عہدے پر فائز رہے، انھوں نے ہر سال اپنی جہادی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ان اکابر امراء البحر کے ساتھ ساتھ حضرت فضالہ بن عبید اوسیؓ کی مسلسل رومی قیادت کا ذکر ملتا ہے۔ان سب بری سالاروں اور بحری امیروں اور سرمائی قائدوں اور گرمائی سپہ سالاروں کا مفصل تجزیہ کرنا مقصود نہیں اگر وہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ سب یا ان میں سے بیشتر خلافتِ معاویہ کے پورے عرصہ میں کارگذار وکارفرما رہے، انھوں نے اپنی حیاتِ مستعار کے آخری لمحے تک بلکہ آخری سانس تک روم میں جہاد کیا تھا اور متعدد نے ان میں سے کسی نہ کسی میں شہادت کا مرتبہ پایا تھا۔ان کے قبائلی تجزیے کے بارے میں دو حرف یہاں کہے جاتے ہیں۔ان میں قریشی، ثقفی، ازدی،/رہاوی، کنانی، قینی وغیرہ قبیلوں اور خاندانوں کے علاوہ انصاری-اوسی وخزرجی بھی تھے اور موخر الذکر کی کارفرمائی اور ان کی شمولیت دونوں بہت اہم ہیں کہ اول الذکر ان کی بحری صلاحیتوں اور دوسری ان کی انتظامیہ معاویہ میں شمولیت کی غماز ہے۔

دوسرے امراء/صحابہ غزوات روم

اوپر ایک مختصر حوالہ گذر چکا ہے اور تبصرہ بھی کہ عام طور سے مشہور ومعروف امراء غزواتِ روم کے علاوہ بھی بعض صحابہ کرام کسی نہ کسی منصب پر فائز ہوتے تھے اور جہادِ رومی میں حصہ لیتے تھے۔ان کے منصب کا ذکر کم ملتا ہے، اسی طرح بعض عظیم الشان تابعین کرام کی بھی غزواتِ رومی میں شرکت، امارت اور برکت وغیرہ کا بھی ذکر ملتا ہے۔طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر جیسے وقائع نگاروں میں ان امراء ومجاہدینِ روم کا ذکر نہیں ملتا کہ ان کے بیانیے بہت تشنہ ہیں،

ان کا حوالہ وہ بھی سرسری صحابہ کرام کے تراجم پر مشتمل کتابوں-اسد الغابہ، اصابہ وغیرہ- میں کبھی کبھی آجاتا ہے۔

محض بطور حوالہ ایک عظیم صحابی حضرت عائذ بن ثعلبہ بلویؓ کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ وہ بیعت رضوان کے شریک صحابی تھے، لہٰذا اپنی منزلت کے اعتبار سے وہ یقینی طور سے کسی خاص منصب پر فائز تھے، البتہ اس کا ذکر یا حوالہ نہیں آسکا۔ رومی جہادِ مسلسل کے ایک معرکہ برلس میں وہ رومیوں کے ہاتھ شہید ہوئے تھے۔

حضرت ابو مسلم خولانیؒ (عبداللہ بن ثوب) اگرچہ عہدِ نبوی کے مولود تھے تاہم ان کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ نہایت عظیم وکبیر فاضل عابد ناسک وعبادت گذار اور صاحبِ فضائل کثیرہ تھے کہ صحابہ کرام بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ حضرت معاویہؓ کے ساتھ صفین میں شریک تھے اور خلافتِ معاویہؓ میں ارضِ روم میں مسلسل جہاد کرتے رہے تھے۔ وہ ہمیشہ مقدمۂ لشکر میں رہتے تھے اور تمام افسران وولاۃ ان کی موجودگی کو باعثِ برکت وتمیز خیال کرتے تھے اور نیک فال لیتے تھے، خلافتِ معاویہ میں رومی جہاد کے دوران ہی انھوں نے وفات پائی۔

(اسد الغابہ ۳/ ۱۲۹؛ ۵/ ۲۹۷-۲۹۸)

اولین غزوۂ قسطنطنیہ

اولین غزوۂ قسطنطنیہ کا مطالعہ، نقد وتجزیہ اس کے صحیح تاریخی اور دینی تناظر میں نہیں کیا گیا ہے۔ قدیم تاریخی روایات اور قدیم ومعتبر تر حدیثی آثار میں اس غزوہ کا اور اس سے قبل اولین بحری غزوۂ روم کا صحیح تناظر موجود ہے، بار بار شکوہ کیا گیا ہے اور کہاں تک اسے دہرایا جائے کہ بعد کے مفکرینِ اسلام اور مورخین انام بالخصوص صرف ایک دو روایات واحادیث کی بنا پر ان دونوں اہم ترین رومی غزوات کا ذکر کرتے ہیں بلکہ سابق اقوال کو دہراتے ہیں اور ان کی بنا پر نتائج وافکار پیش کرکے خود گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں اور اس سے بڑا ظلم تاریخ ودین پر کرتے ہیں۔

خلافت معاویہؓ میں تمام رومی غزوات کا تاریخی مواد معہ اس کے تجزیے کے اوپر پیش کیا

جا چکا ہے۔ اگرچہ اولین بحری غزوۂ روم کا تعلق خلافتِ معاویہؓ سے نہیں ہے۔ بلکہ خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفان امویؓ کے زریں عہد خلافت سے ہے جب خلیفۂ اسلام کی مرضی و ہدایت سے حضرت معاویہؓ نے بطور والی شام اسلامی بحریہ کی نیو ڈالی اور پھر خود آگے بڑھ کر امیر البحری کا منصب اور بحری جہادِ روم کا پرچم سنبھال کر ''اولیت'' کا عظیم آغاز کیا۔ بحرِ روم کے سینے پر جہازوں اور سفینوں میں حضرت معاویہؓ نے مسلسل جہاد کا آغاز کیا تو اولین بشارتِ نبوی کے مستحق بنے۔

مزید آگے بڑھنے سے پہلے چند اہم ترین اور حقیقت کشا سوالات پیش کئے جاتے ہیں جو اس صحیح و جامع تناظر کے لئے بھی ویسے ہی ناگزیر ہیں جیسے ان دونوں اولین رومی غزوات کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے لازمی ہیں۔ بنیادی سوال یہ ہے کہ بشارتِ نبوی ﷺ پر مشتمل حدیثِ حضرتِ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کا زمانہ و وقت کیا ہے۔ دوسرا اس سے مربوط سوال یہ ہے کہ مسلمان بالخصوص صحابۂ کرام کو عام طور سے ان دونوں بشارتوں کا علم کب ہوا۔ تیسرا سوال یہ ہے کہ خلفاء اسلام اور امراءِ ولایات نے ان بشارتوں کا مصداق بننے کے لئے کب تیاری کی اور کیا کی؟

ایسے ہی بعض دوسرے سوالات ہیں۔ ان کا ذکر ان کے جوابات میں خود بخود آتا جائے گا کہ تاریخ اور حدیث کے اس قیمتی اثاثے پر بحث اور بشاراتِ نبوی ﷺ کے تجزیے سے وہ بالکل اجاگر ہوتے جائیں گے۔

حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی دونوں بشاراتِ نبوی ﷺ پر مبنی حدیث صحیح کی اشاعت کا یقینی زمانہ رسولِ اکرم ﷺ کا عہدِ مبارک ہے، بلکہ قطعی طور سے کہا جاسکتا ہے کہ حضرت ام حرامؓ نے رسول اکرم ﷺ کی بشارتوں کو سننے کے معاً بعد ان کو اپنے بھانجے حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کردیا تھا اور ان دوسرے صحابی راوی نے ان کی اشاعت اسی وقت کردی تھی کیونکہ صحابہ کرام کا روایتِ حدیث وسنت کا معمول یہی تھا اور طریقہ بھی۔ وہ رسولِ اکرم ﷺ کی احادیث وسنن، افعال و اعمال اور دوسری تقاریر وخطبات کی فوری ترسیل کیا کرتے تھے۔ اس کی بہت سی مثالیں حدیث کے ذخیرے سے پیش کی جاسکتی ہیں، لیکن سردست

وہ مسئلہ زیر تحقیق نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بھی قطعی ہے کہ عہد نبوی ہی میں بلکہ اولین مدنی دور میں ہی غزوات روم سے متعلق دونوں بشارتیں معلوم و معروف تھیں۔

یہ مسئلہ کہ یہ بشاراتِ نبوی ﷺ حضرت ام حرامؓ سے صرف ان کے بھانجے حضرت انسؓ سے مروی ہے اور کسی دوسرے بعد کے یا اسی زمانے کے صحابی جلیل سے مروی نہیں اسے روایاتِ آحاد کے طبقہ میں لے جاتا ہے، اور بتاتا ہے کہ دوسرے صحابہ کرام اور مسلمان ان سے واقف نہ تھے اور وہ عوام و خواص میں مشہور و شائع نہ تھی زیادہ اہم نہیں کیونکہ وہ روایات و احادیث کی ترسیل کا فنی سقم تو ہو سکتا ہے مگر حدیث نبوی کی شہرت میں مانع نہیں ہے۔

ان احادیث غزوۂ روم کو محدثین میں امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے صحاح میں اصلاً اور دوسرے ائمہ کرام نے تبعاً نقل کیا ہے۔ دوسرے ائمہ حدیث میں امام احمد بن حنبل، ابوداؤد، عبدالرزاق اور متعدد دوسرے شامل ہیں اور شارحین کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔ ان محدثین کرام کے شیوخ و رُواۃ نے اپنے اپنے شیوخ و رواۃ کے واسطہ سے دونوں صحابہ کرام سے اس کو اخذ کیا۔ مگر اس کی شہرت عام اور ابلاغ انام کا واقعہ اپنی جگہ مسلم ہے کہ صحابہ کرام کو ان کا علم غزوات سے بہت پہلے سے تھا۔

حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کے حضرت انس بن مالکؓ سے حدیث بیان کرنے کا واضح ذکر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امام بخاری کی کتاب الجہاد والسیر کے باب-۷۵: باب رکوب البحر کے حوالے سے اور حضرت محمد بن یحییٰ بن حبان کے طریق سے حضرت انسؓ سے بیان کیا ہے۔ حضرت انسؓ کا ابتدائی بیان ہے کہ حضرت ام حرام بنت ملحان ہمشیرۂ ام سلیم نے مجھ سے بیان کیا: ".... حدثنی ام حرام بنت ملحان، اخت ام سلیم، أن النبی ﷺ قال یوما فی بیتها. الخ" اس بیان و ترسیلِ حدیث کی دوسری روایات سے بھی تصدیق ہوتی ہے۔ ❶

حضرت انسؓ نے حضرت ام حرامؓ کے اولین غزوۂ بحری رومی کے آخر میں ایک اطلاقی

---

❶ فتح الباری ۱۱/ ۷۸ و مابعد؛ نیز دیگر کتب حدیث کی شروح اور بالخصوص شروح بخاری جیسے قسطلانی، عینی وغیرہ۔

بیان دیا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ام حرامؓ حضرت معاویہؓ کے زمانے میں سمندر پر سوار ہو کر گئیں اور سمندر سے نکلتے وقت اپنی سواری سے گر پڑیں اور ہلاک ہو گئیں: "..... فركبت البحر زمن معاوية، فصُرعت عن دابتها حين خرجت من البحر، فهلكت." یہ اولین غزوۂ رومی بحری کا واقعہ ہے۔ تمام محدثین، سیرت نگاروں اور تاریخ نویسوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانے میں حضرت معاویہؓ نے روم پر بحری حملہ کیا تھا جو حدیث نبوی کے مطابق روم پر اولین بحری حملہ تھا۔ حضرت ام حرامؓ اور ان کے شوہرِ نامدار حضرت عبادہ بن صامتؓ نے اسی بشارت کے سبب اس میں شرکت کی تھی اور ان صحابہ کرام کے علاوہ اس بشارتِ نبوی کی شہرت عام کے سبب دوسرے بہت سے صحابہ اور تابعین نے بھی اس اولین بحری غزوۂ روم میں حصہ لیا تھا تا کہ اس بشارت و مغفرت کے مستحق بن سکیں اور وہ سب بن بھی گئے تھے۔ (فتح الباری ۱۱/۹۰-۹۱ بالخصوص: امام لیث کی روایت میں ہے کہ حضرت ام حرامؓ اپنے شوہر عبادہ بن صامتؓ کے ساتھ بطور غازی اس غزوہ میں نکلیں جس میں مسلمانوں نے پہلی بار حضرت معاویہؓ کے ساتھ سمندری سفر/غزوہ کیا تھا: "فخرجت مع زوجها عبادة بن الصامت غازيا اول ما ركب المسلمون البحر مع معاوية..." اس میں ایک اہم تر اضافہ یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ ان کی اہلیہ حضرت فاختہ بنت قرظہ بھی تھیں: "وفيها غزا معاوية البحر ومعه امرأته فاختة بنت قرظة ومع عبادة بن الصامت امرأته ام حرام." اس غزوہ کی تاریخ/سنہ ۲۸/ ۶۴۸-۶۴۹ بالعموم بتایا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس غزوہ کے خلافتِ عثمانی میں ہونے کی وضاحت وقطعیت پیش کی ہے۔ دوسرے مباحث بھی ہیں۔)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور دوسرے شارحین کے بیانات سے اور ان سے زیادہ حدیث نبوی کے ساتھ دوسرے صحابی حضرت انس بن مالکؓ کے "ادراج" سے واضح ہوتا ہے کہ اس اولین بحری غزوۂ روم سے قبل ان دونوں بشارات کی نہ صرف ترسیل ہو چکی تھی بلکہ ان کی شہرتِ عام صحابہ کرام اور دوسرے مسلمانوں میں موجود تھی۔ اسی وجہ سے وہ سب اس میں مشتاقانہ شریک اور جانانہ شہید ہوئے تھے۔ دوسرے شرکاء کے ذکر کے علاوہ یہ بات سب سے اہم ہے کہ کم از کم

حضرت ام حرامؓ کے واقعۂ شہادت سے بشاراتِ نبوی کی واقعاتی تصدیق ہوگئی تھی۔

حدیثِ حضرت ام حرامؓ کے ایک اور براہ راست راوی حضرت عمیر بن اسود عنسیؒ ہیں جو مخضرم ہیں یعنی وہ عہدِ جاہلیت سے عہدِ نبوت تک موجود تھے اور غالباً اسلام وہ وفاتِ نبوی کے بعد کسی وقت لائے تھے، حدیث بخاری۔۲۹۲۴ کے مطابق انھوں نے حضرت عبادہ بن صامتؓ کی خدمت میں حاضری دی جب وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ حمص کے شہر میں اولین بحری غزوۂ روم میں شرکت کے لئے مقیم تھے اور مدینہ منورہ سے دونوں چل کر شام پہونچے تھے۔ حضرت عمیر بن اسود عنسیؒ شامی نے حضرت ام حرامؓ سے ان کے شوہر کی موجودگی میں ان بشارات کو براہ راست سنا تھا، وہ اصل حدیث نبوی کی ترسیل وروایت کا راست طریق تھا اور دوسرا تھا۔ پہلے طریق میں حضرت انس وغیرہ اسے بیان کر چکے تھے۔ اس سے مزید واضح ہوتا ہے کہ اولین غزوۂ رومی بحری سنہ ۲۸/ ۶۴۸ سے پہلے ان دونوں بشارات کی شہرت عام ہو چکی تھی۔

خلافتِ معاویہؓ میں اسی طرح غزوۂ قسطنطنیہ کی اور اس میں شرکت کرنے والوں کی مغفرت عام کی بھی شہرتِ عام تھی۔ جس طرح حضرت معاویہؓ کے تحت اولین بحری غزوۂ روم کی بشارت سب میں مشہور تھی۔ ان دونوں میں واقعاتی، منطقی اور تاریخی لحاظ سے تھوڑا فرق ہے۔ جس کا بالعموم تجزیہ نگاروں نے خیال نہیں کیا ہے۔ حضرت معاویہؓ کی کمان وسالاری میں جانے والے غزوۂ رومی کے بارے میں یہ طے تھا کہ وہ اولین بحری غزوۂ اسلامی ہے جو اس سال کیا جارہا تھا۔ اس سے پہلے وہ نہیں ہوا تھا، لہذا اس کے شرکاء کو حتمی طور سے معلوم تھا کہ وہ اولین بحری غزوہ ہے، لیکن دوسرے رومی غزوہ اور اسلامی جیشِ اول کے قیصر کے شہر قسطنطنیہ پر حملے کرنے کا معاملہ اتنا قطعی نہیں تھا۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ فلاں امیرِ غزوہ اور ان کے شرکاء ومجاہدین قسطنطنیہ تک ضرور بالضرور جا پہونچیں گے، بالخصوص اس صورت میں جب کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے بعد سے بالعموم اور خلافتِ معاویہؓ میں آغاز سے بالخصوص ارضِ روم پر ہر سال سردی گرمی کے دو دو غزوات کے علاوہ برابر بحری غزوات بھی ہو رہے تھے اور کامیابیاں بھی مل رہی تھیں۔ لیکن غزوۂ جناب یزیدؒ سے قبل کوئی بھی سالارِ روا میر البحر قسطنطنیہ نہیں پہونچ سکا اور نہ اس پر

حملہ کر سکا تھا۔

غزوۂ قسطنطنیہ اور اس کی کمان کے بارے میں بعض شارحین ومفکرین نے خیالی گھوڑے بھی دوڑا دئے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت معاویہ نے اپنے فرزند یزید کو بشارتِ نبوی کا مصداق بنانے کے لئے یہ غزوہ ترتیب دیا تھا، منطقی اعتبار سے یہ ظن وتخمینِ سوء کے زمرے میں آتا ہے۔ نہ حضرت معاویہؓ کو معلوم تھا اور نہ جناب یزیدؒ اور نہ کسی اور ہی کو کہ وہ غزوۂ قسطنطنیہ تک جاپہونچے گا۔ بالخصوص اس صورتِ واقعی میں کہ کم از کم دس سال سے برابر رومی غزوات ہورہے تھے وہ بری بھی تھے اور بحری بھی مگر ان میں سے کوئی بھی قسطنطنیہ تک نہیں پہونچ سکا اور کسی اور منزل پر رہ گیا۔ صحابہ کرام اور تمام دوسرے شرکاءِ غزواتِ روم نے بالخصوص اور ان کے امراء وامراء البحر نے بالعموم رومی جہاد میں برابر حصہ اسی بشارت سے سرفراز ہونے کے لئے لیا تھا لیکن وہ تقدیر الٰہی نے یزید بن معاویہؓ کی ماتحتی میں جانے والے غزوہ کے نصیب میں لکھ دیا تھا۔

غزوۂ قسطنطنیہ کے بارے میں روایات کا کافی اختلاف کئی مسائل پر نظر آتا ہے اور متعدد مورخین وشارحین بالخصوص اموی مخالف اور یزید دشمن عناصر نے ان سے فائدہ اٹھا کر اپنا اپنا نقطۂ نظر ثابت کرنا چاہا ہے۔ ان کا طریقِ مطالعہ اور منہج تجزیہ نہ صرف جانبدارانہ ہے بلکہ منصوبہ بند سوچ پر مبنی ہے۔ روایات کا اختلاف دور کرنے کے کئی تاریخی، حدیثی اور علمی وفنی طریقے ہیں اور ان میں سے قوی ترین روایت کی قبولیت کے علاوہ صحیح تجزیاتی مطالعہ بھی ہے۔ ان ہی سے کام لے کر ان اختلافات پر محاکمہ مختصر طور سے پیش کیا جارہا ہے۔

غزوۂ قسطنطنیہ کی امارت وسالاری

اول اختلاف یہ ہے کہ غزوہ قسطنطنیہ کا سالار وامیر کون تھا؟ اس مسئلہ پر دو آراء ملتی ہیں: ایک حضرت معاویہ بن ابی سفیان امویؓ کے فرزند امیر یزیدؒ تھے اور دوسری یہ کہ یزیدؒ کے علاوہ کوئی اور صاحب تھے، خواہ یہ صاحب بھی مختلف فیہ ہوں لیکن ''غیر یزید'' امیرِ غزوہ ثابت کرنے کا ایڑی چوٹی کا زور اس رائے کے اصحاب لگاتے ہیں اور اول رائے کی حمایت میں آنے

والی تمام روایات کی تاویل وتوجیہ کرتے ہیں یا ان کو سرے سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ان دونوں آراء پر مواد پہلے جمع کیا جا چکا ہے اب محاکمہ کیا جاتا ہے۔ (صرف ایک مثال کے لئے ملاحظہ ہو: ابن اثیر ۳/ ۴۹ جنھوں نے حضرت سفیان بن عوفؓ کے سر سالاری کی دستار باندھ دی ہے۔ فتح الباری وغیرہ میں دوسرے امراء کا بھی ذکر ہے۔)

تاریخ وحدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غزوۂ قسطنطنیہ کے امیر البحر اور سالار امیر یزیدؒ ہی تھے۔ تمام مورخین ووقائع نگار جیسے طبری، ابن اثیر، ابن کثیر وغیرہ حتی کہ شیعی مورخ یعقوبی بھی اسی کے قائل ہیں۔ ان سے زیادہ قوی تر روایات حدیث کے ذخیرہ میں ملتی ہیں، بالخصوص امام بخاری کی صحیح اور ان کی شرح عسقلانی میں حدیثِ بخاری: ۱۱۸۵-۱۱۸۶ کتاب التہجد کے باب صلاۃ النوافل جماعۃ میں آئی ہے اور سب سے زیادہ اہم ہے اس کے راوی عظیم صحابی حضرت محمود بن الربیع خزرجی انصاریؓ ہیں جن کی صغرسنی کے باوجود حضرت انس بن مالکؓ ان سے روایت لیتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے ایک حدیث ایک جماعت سے بیان کی جن میں حضرت ابوایوبؓ صاحب ومیزبانِ رسول اللہ ﷺ بھی شامل تھے اور یہ اس غزوہ میں بیان کی جس میں ان کی وفات کا واقعہ پیش آیا اور جس کے امیر یزید بن معاویہ ارض روم میں تھے: "قال محمود: فحدّثتها قوما فيهم ابو ايوب صاحب رسول الله ﷺ في غزوته التي توفي فيها، ويزيد بن معاوية عليهم بارض الروم....." حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے آخری جملہ کی وضاحت میں لکھا ہے کہ "عليهم" کا معنی ہے کہ وہ امیر تھے: "اى كان اميرا" اور پھر اس کے قسطنطنیہ تک جا پہونچنے کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے: "وذلك..... في خلافة معاوية، و وصلوا في تلك الغزوة حتى حاصروا القسطنطنية." حافظ موصوف نے حدیث حضرت ام حرام بنت ملحان انصاریؓ کی شروح میں بھی امیر یزیدؒ کو ہی غزوۂ قسطنطنیہ کا امیر و سالار کئی مقامات پر قطعی طور سے بتایا ہے کہ وہ حدیث کئی ابواب وکتب میں آئی ہے۔ [1]

[1] بخاری، مذکورہ بالا، فتح الباری ۳/ ۷۸-۸۰ نیز احادیث بخاری: ۲۷۸۸، ۲۷۸۹، ۲۷۹۹، ۲۸۰۰، ۲۸۷۷، ۲۸۷۸، ۲۸۹۴، ۲۸۹۵، ۲۹۲۴، ۶۲۸۲، ۶۲۸۳، ۷۰۰۱، ۷۰۰۲، اور ان کی شروح حافظ عسقلانی وغیرہ؛ حضرت محمود بن ربیع انصاریؓ کے لئے: اسد الغابہ ۴/ ۳۳۲؛ اصابہ-۷۸۲۰: ۹۶/۱۴-۷۱۵ میں وفات پائی۔

دوسرے مورخین وشارحین اور محدثین نے بھی لکھا ہے کہ جناب یزید بن معاویہ اموی ؒ ہی غزوۂ قسطنطنیہ کے امیر تھے۔ ان میں سے ایک مذکورہ بالا کے علاوہ مورخ ابن طولون (محمد بن علی بن طولون، م ۹۵۳/۱۵۴۶) اور عظیم محدث و امام ابن تیمیہ (احمد بن عبدالحلیم حرانی، م ۶۵۲/۱۲۵۴) اور ایک عظیم طبقۂ اہلِ فکر ونظر شامل ہے۔ ❶

حضرت محمود بن ربیع انصاریؓ کی حدیثِ بخاری کی اہمیت اس وجہ سے اور زیادہ ہے کہ وہ ایک عینی شاہد اور شریک مجاہد کا قطعی بیان ہے۔ حضرت محمود انصاریؓ اس غزوہ میں شریک تھے اگر چہ ان کا نام عام صحابہ کرام کے ساتھ شامل نہیں کیا جاتا جو اس غزوہ میں شریکِ سعادت اور کارفرما رہے تھے طبری، ابن اثیر وغیرہ نے حضرات ابن عمر، ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم کی شرکت کا عام طور سے ذکر کیا ہے اور دوسرے صحابہ کرام کی شرکت کا ذکر نہیں کیا جس سے یہ سمجھ لیا گیا کہ بس مذکورہ بالا ہی صحابہ اس میں شریک تھے۔

متعدد مورخین اور محدثین نے دوسرے صحابہ کرام کا بھی ذکر کیا ہے جن میں سے ایک صحابی محبوب کا ذکر اہم ترین ہے، اور وہ ہیں حضرت حسین بن علیؓ جن کی شخصیت اور شہادت کے واقعہ کے سبب امیر یزیدؒ پر طعن وافتراء کا دروازہ مفسد اور جانبدار تاریخ نویسوں نے کھولا ہے۔ ان کی شرکت کا ذکر حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ دمشق میں کیا ہے اور امام ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کا سماجی اور تمدنی پس منظر بھی بہت دلچسپ ہے۔ اس روایت کے مطابق حضرت حسینؓ ہر سال حضرت معاویہؓ کے پاس جاتے تھے اور حضرت معاویہؓ ان کا اکرام کرتے اور ان کو عطا سے نوازتے تھے۔ حضرت حسینؓ اس غزوہ میں حضرت معاویہؓ کے فرزند یزیدؒ کے ساتھ تھے جس نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا تھا: "کان الحسین یفد الیٰ معاویة فی کل عام فیعْطیه ویکرمه، وکان فی الجیش الذین غزوا القسطنطنية ابن معاوية یزید." امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں بھی اس کو بیان کیا ہے۔ ❷

---

❶ ابن طولون، قید الشرید من اخبار یزید، دارالصحوہ قاہرہ ۱۹۸۶، ۷۱-۷۲: "... وفی تلک الغزوة مات ابو ایوب الانصاری، وکان یزید امیر ذلک الجیش بالاتفاق"؛ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ، قاہرہ ۱۹۵۸ء، ۲/۲۵۲: "واول جیش غزاها ای قسطنطنیة کان امیرهم یزید....."

❷ ابن کثیر، البدایہ، ۸/۱۵۱؛ ذہبی، تاریخ ۲/۱۱؛ مفصل بحث کے لئے: مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی اظہار حقیقت، کراچی ۱۹۹۳ء، ۳/۳۱۸ ومابعد۔ ان تمام احادیث پر بڑی سیر حاصل بحث ہے جو سو صفحات پر محیط ہے۔

اپنے پختہ شواہد اور قطعی بیانات بلکہ معاصر عینی شہادت کے بعد کسی دوسرے صاحب کے سر غزوۂ قسطنطنیہ کی سربراہی کا سہرا باندھنے والی روایات واخبار کی حیثیت کیا رہ جاتی ہے۔ یہ اہل نظر پر مخفی نہیں ہے۔ یہ بنیادی طور سے شیعی رویہ ہے اور سنیوں میں رافضیت کے زیر اثر آیا ہے۔ ورنہ اس کی کیا توجیہ کی جاسکتی ہے؟ بقول مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی صحیح احادیث اور صحیح روایات تاریخ کے اجماع واتفاق کو حدیث کے منکرین ومخالفین نے نظر انداز کر دیا اور شاذ اور غیر صحیح روایات قبول کر لیں۔ شیعی فکر سے ہمیں کوئی شکوہ نہیں کہ وہ ان کا دین وایمان ہے مگر سنی اہل علم اور مفکرین اسلام نے اسے کیوں قبول کیا؟ صرف اس لئے کہ امیر یزیدؒ کی دشمنی نے ان کو اندھا کر دیا ہے۔

تاریخ غزوہ:

دوسرا اختلاف غزوۂ قسطنطنیہ کی تاریخ پر پایا جاتا ہے۔ تاریخی روایات میں جیسا کہ گذر چکا سنہ ۴۹/ ۶۶۹-۶۷۰ پر تقریباً اجماع پایا جاتا ہے کہ بیشتر مورخین جیسے طبری، ابن اثیر، ابن کثیر وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ محدثین کا ایک طبقہ جس میں ابن حجر عسقلانی بھی شامل ہیں سنہ ۵۰/۶۷۰ کو اس عظیم غزوہ کا سال قرار دیتے ہیں۔ حیرت کی بات ہے کہ ابن حجر جیسے شارحین نے دوسری جگہ سنہ ۵۲/۶۷۲ میں اس غزوہ کے ہونے کا ذکر کیا ہے۔ یعقوبی منفرد مورخ ہیں جن کے یہاں اس غزوہ کی تاریخ ۵۶/ ۶۷۵ ملتی ہے۔ لہٰذا وہ شاذ روایت بن جاتی ہے۔ تاریخ وسنہ پر اختلاف روایات اتنا اہم نہیں ہے۔ اس کی توجیہ کی جاسکتی ہے کہ جس کو جس تاریخ وسنہ کا پتہ لگایا کسی محدث وکبیر کا قول وترجیحی طریقہ پسند آیا اس نے اسے قبول کر کے بیان کر دیا اور محاکمہ نہیں کیا۔ بہر حال ان تمام توجیہات اور اختلافات سے پرے یہ حقیقت سب کو تسلیم ہے حتی کہ شیعی مورخوں کو بھی کہ اس غزوۂ قسطنطنیہ کے امیر یزید بن معاویہؒ ہی تھے۔ بس یہ واقعیت کافی ہے۔ ❶

نبوی وعدۂ مغفرت

غزوۂ قسطنطنیہ کے شرکاء کی مغفرت اور جنت میں یقینی داخلے کا معاملہ اس کی سالاری

---

❶ ابن حجر، فتح الباری، ۳/ ۸۰: "..... وذلک فی سنة خمسین، وقیل بعدها..." اس کے بعد کی تاریخ یہ بھی ہے: فتح الباری ۶/ ۱۲۶: "قلت: وكانت غزوة يزيد المذكورة في سنة اثنتين وخمسين من الهجرة..... الخ"

سے بھی زیادہ اہم بنا دیا گیا ہے، کیونکہ متعدد مفکرین اسلام نے یزید بن معاویہ اموی کی سالاری وکمانِ غزوہ کی قطعی اور پکی شہادتوں سے مفر نہ پایا تو غزوۂ رومی کے شرکاء کی مغفرت کا بالعموم اور جناب یزید بن معاویہؒ کی مغفرت اور جنت میں داخلہ- یقینی داخلہ- کو مختلف فیہ اپنی توجیہات و تاویلات کے سبب بنانے کی ان تھک کوشش کی۔ ان میں بعض متقدمین کے نام بھی آتے ہیں اور متاخرین نے ان ہی سے سند پکڑی ہے۔

دوسرے محدثین کرام کے علاوہ صرف امام بخاری نے غزواتِ روم سے متعلق تیرہ احادیث نقل کی ہیں جو ہیں تو اصلاً دو مگر مکرراتِ بخاری کے حساب سے سندوں کے اختلاف کے سبب تیرہ بن جاتی ہیں اور اصل کی اطراف کہلاتی ہیں، ان میں دو طرح کی بشارات ہیں: ایک جنت میں یقینی داخلے کی اور دوسرے تمام شرکاءِ غزوہ کی مغفرت سے نوازے جانے کی۔ احادیثِ بخاری: ۲۷۸۸-۲۷۸۹ کے اطرافِ مذکورہ بالا میں راویہ صادقہ حضرت ام حرام بنت ملحانؓ کو ان کی درخواست پر امتِ محمدی کے ان لوگوں میں شامل ہونے کی دعا دی تھی جو آپ ﷺ کے راستے میں غازی بنا کر پیش کئے گئے تھے اور اس سمندر/ بحرِ اخضر کے سینے پر اس طرح سوار ہوں گے جس طرح ملوک و بادشاہ اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوتے ہیں: "نـاس مـن امتـی عُـرضـوا علیَّ غزاة فی سبیل الله، یرکبون ثبج هذا البحر ملوکا علی الاسرة- او مثل الملوک علی الاسرة." اس میں کسی بشارت کا ذکر نہیں ہے مگر امام بخاریؒ نے اس کے لئے جو باب قائم کیا ہے وہ معنی خیز ہے: "بـاب الـدعـاء بالجهاد والشهادة للرجال والـنـسـاء." یعنی مردوں اور عورتوں کے لئے جہاد اور شہادت کی دعا کے باب میں۔ اور اس کا لازمی نتیجہ مغفرت اور جنت میں داخلہ ہے۔ اور اسی وجہ سے حضرت راویہؓ نے دعا کی درخواست کی تھی اور صحابہ نے شرکت کی تھی۔ ❶

مغفرت کا صریح ذکر کرنے والی حدیثِ بخاری ہے: ۲۹۲۴۔ اس میں پہلے بحری لشکر

---

❶ فتح الباری ۶/ ۱۳-۱۴ و مابعد: اسی معنی کے دوسرے اطراف ہیں: ۲۷۹۹، ۲۸۰۰، ۲۸۷۷، ۲۸۷۸، ۲۸۹۴، ۲۸۹۵، ۶۲۸۲، ۶۲۸۳، ۷۰۰۱، ۷۰۰۲۔ ان اطرافِ حدیث پر اصل بحث ہے فتح الباری ۱۱/ ۸۴-۹۴، کتاب الاستئذان میں

کے شرکاء کے بارے میں یقین دہانی ہے کہ انھوں نے واجب کرلی:"اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا " اور دوسرے لشکرِ امت کے بارے میں بشارت نبوی ہے کہ وہ پہلا لشکر جو قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا ان سب کی مغفرت کردی گئی ہے، یعنی وہ مغفور ہیں۔"اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم." ان دونوں بشاراتِ نبوی کی شرح حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے یہ کی ہے کہ "اوجبوا" کا مطلب ہے کہ ان غازیانِ امتِ محمدی نے اپنے اس بحری جہاد سے جنت واجب کرلی۔ "وقوله: قد اوجبوا." ای فعلوا فعلا وجبت لهم به الجنة." یعنی انھوں نے ایسا کام کیا جس کی وجہ سے ان کے لئے جنت واجب ہوگئی اور "مغفور لهم" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قسطنطنیہ پر اول حملہ کرنے والے لشکر کی مغفرت لازمی طور سے ہوگی، امام ابن تیمیہ کے الفاظ ہیں:"اول جیش غزاها کان امیرهم یزید والجیش عدد معین لا مطلق وشمول المغفرة لاحاد هذا الجیش اقوىٰ." حافظِ موصوف نے اسی بنا پر جب دونوں غزوات پر بشارتِ نبوی کا اطلاق کیا تو امام مہلب کی رائے نقل کی کہ اس حدیث میں حضرت معاویہؓ کی منقبت ہے کہ وہی اولین تھے جنھوں نے بحری غزوہ کیا اور ان کا فرزند یزیدؒ کی منقبت ہے کہ وہی تھے جنھوں نے "مدینہ قیصر" پر پہلا حملہ کیا: "قال المهلب: فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول من غزا البحر، ومنقبة لولده یزید لانه اول من غزا مدینة قیصر." امام مہلب اس اطلاق واقعی میں منفرد و تنہا نہیں ہیں۔ ❶

---

❶ فتح الباری، ۶/ ۱۲۵-۱۲۶؛ فتح الباری ۱۱/ ۹۱ ومابعد میں امام عبدالرزاق کی حضرت عطاء بن یسار سے مروی حدیث میں ہے "... فیرجعون قلیلة غنائمهم مغفورا لهم" یعنی جب وہ واپس آئیں گے تو ان کے غنائم کم ہوں گے اور ان کی مغفرت ہوگی۔ اس کا اطلاق اولین بحری غزوہ پر کیا گیا ہے۔ حافظ موصوف نے اس موخر الذکر حدیث کے اختلافات سے بھی خوب بحث کی ہے۔ نیز مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الغزو فی البحر مع شرح نووی ۵/ ۱۵۱؛ ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی غزو البحر، ابن العربی مالکی، عارضة الاحوذی، ۷/ ۱۴۵-۱۵۰۔

متعدد دوسرے شارحین و امامانِ حدیث نے اس کی وضاحت کی ہے کہ حضرات معاویہؓ و یزیدؒ کی سالاری میں جانے والے دونوں لشکروں کے تمام شرکاء ومجاہدین کی مغفرت لازمی طور سے ہوگی اور وہ جنت ==

امام مہلبؒ کے تاریخی و قطعی اطلاق پر حافظ ابن التین اور امام ابن المنیر نے تعاقب و نقد کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ان کے نقد کا حاصل اپنے الفاظ میں یہ بیان کیا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان کہ مغفرت یافتہ ہیں: "**مغفور لھم**" اس شرط سے مشروط ہے کہ وہ اہلِ مغفرت میں سے ہوں حتی کہ وہ شخص جس نے اس غزوہ میں شرکت کی اور بعد میں وہ مرتد ہو گیا تو وہ اس عموم میں متفقہ طور سے شامل نہ ہوگا۔ لہٰذا اس سے یہ دلیل ملی کہ مغفور ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس شخص میں مغفرت کی شرط پائی جائے۔ حافظ ابن التین کے علاوہ ایک قولِ عجیب کا ذکر بھی کیا ہے کہ مدینہ قیصر سے مراد حمص ہے، بہر حال حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کو اس نقد و شرح سے اتفاق نہیں اور انھوں نے اس کی تردید کردی ہے کہ حمص تو مدتوں سے اسلامی شہر تھا، وہ مدینہ قیصر کیسے ہوسکتا ہے۔ مشروط ہونے کا معاملہ عجیب تر ہے کہ وہ عام اصول ہے، پھر وعدۂ نبوی کی کیا منزلت ہے، مولانا محمد اسحاق سندیلوی شیخ الحدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے اس حدیث بشارت پر اور ناقدین کے نقد پر خوب بحث کی ہے۔

بالخصوص مذکور بالا دونوں ناقدین - ابن التین اور ابن المنیر - اور ان کے پیروکاروں کی تنقید کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ اس کا خلاصہ کرنا ہی مشکل ہے لہٰذا صرف چند نکات کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

○ "- ان دونوں بزرگوں نے یہ فیصلہ کیسے کرلیا کہ امیر یزید کی مغفرت نہیں ہوسکتی؟ پھر حدیث مسلم سے اس کی تردید کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ اصولی طور سے ہر گناہ گار مومن و مسلم کی مغفرت ہوسکتی ہے۔ اور "امیر یزید باتفاقِ جمہور اہلسنت مسلمان تھے۔"

○ - عموم حدیث میں امیر یزید شامل ہیں اور کسی خصوصِ حدیث/مخصوص دلیل سے بھی وہ خارج نہیں ہوسکتے۔

○ - یہ مغفرت کی بشارت سید الصادقین خاتم المعصومین ﷺ کا کلام ہے..... ما

== میں قطعی طور سے داخل ہوں گے، امام ابن تیمیہ، حافظ ابن کثیر اور متعدد دوسرے شارحین نے ان دونوں کی مغفرت اور جنت میں داخلے کی لازمی شرح کی ہے اور موخر الذکر نے تو غزوۂ یزید کے بیانیہ کے معاً بعد حدیث بخاری کو بطور شہادت نقل کر کے اسے دلائل النبوۃ میں عظیم ترین قرار دیا ہے۔

و شما کا کلام نہیں۔''

○-حدیث شریف میں جو خبر دی گئی ہے اس کے مقاصد وفوائد بداہۃً سمجھ میں آتے ہیں۔

○-اگر امیر یزید کو خارجِ بشارت کیا جائے تو ان سے تعاون کرنے والے بھی خارج ہو جائیں کہ ظالم سے تعاون ظلم میں شرکت ہے۔

○-بہت سے صحابہ کرام اور تابعین عظام اور مسلمانوں نے امیر یزید سے ان کے دور میں بھی تعاون کیا تھا۔

○-''مغفور لھم'' بخشے ہوئے فرمایا گیا یہ نہیں کہا گیا کہ ان کی مغفرت کر دی جائے گی۔ یہ بتاتا ہے کہ ان کی مغفرت ہو چکی۔ یہ صرف دعائے مغرت یا وعدۂ مغفرت نہیں بلکہ خبر مغفرت ہے۔ ❶

مولانا مرحوم نے جنت میں لازمی داخلے سے بحث نہیں کی۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں لشکر اور ان کے ایک ایک شریک غازی لازمی طور سے جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر آخری بات یہ بھی ہے کہ''بہت سے اکابر و اصاغر صحابہ نے بہت اہتمام کے ساتھ اس میں شرکت کی تاکہ ''مغفور لھم'' کی بشارت وفضیلت حاصل کر سکیں۔'' کیا یہ حضرات صحابہ و تابعین حدیثِ شریف کا صحیح مطلب نہیں سمجھتے تھے؟'' منطق واستدلال اور استنباط وغیرہ کی در اصل کوئی قیمت فرمانِ نبوی کے مقابل میں نہیں۔ جس طرح رسول اکرم ﷺ کے عشرہ مبشرہ کی مغفرت اور جنت میں داخلہ تمام مشاجرات کے باوجود یقینی ہے اسی طرح حضرات معاویہؓ و یزیدؒ اور ان کے مجاہدوں کی مغفرت اور جنت میں داخلہ لازمی ہے۔ اب جو اس فرمان نبوی کی غلط توجیہ وتاویل کرتا ہے وہ انکار حدیث کر کے اپنی دنیا و عاقبت خراب کرتا ہے۔

متاخر خلافتِ اموی میں غزوات روم

حضرت معاویہؓ کی خلافت میں مسلسل بیس سال تک رومی غزوات کا سلسلہ جاری رہا۔ ان کے جانشین خلیفہ امیر یزیدؒ کے عہد خلافت میں بھی وہ جاری ساری رہا اور بعد کی مروانی

❶ اظہار حقیقت ۳/۲۸۲-۲۹۸ مبحث ثالث بالخصوص ۳۳۳-۳۶۶: مولانا مرحوم کے دلائل ومباحث بڑے طاقتور ہیں۔

خلافت کے مختلف ادوار میں بھی، ان کی تفصیلات کا خاص توڑا ہے تاہم اس مسلسل جہاد کے پکے شواہد ہر سال کی سرگرمیوں میں ملتے ہیں۔ طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر وغیرہ ان کا ذکر شروع بیان سنہ میں کرتے ہیں یا اہم ترین واقعات کے ضمن میں۔ ان کی سالانہ یا سال بہ سال شہادتوں کا ایک مختصرہ تذکرہ زمانی توقیت اور تاریخی ترتیب سے کیا جاتا ہے۔

۶۰/۶۸۰ کا اولین بیان ابن اثیر ہے کہ اس سال مالک بن عبداللہؓ نے سوریہ پر حملہ کیا اور اسی سال حضرت جنادہؓ روس میں داخل ہوئے اور اس کے شہر کو منہدم کر دیا۔ یہ بعض راویوں کا قول مختلف ہے۔ (ابن اثیر ۴/۵)

۶۱/۶۸۱ کے واقعات میں سمرقند، سجستان پر حملوں کا ذکر ہے مگر غزوۂ روم کا حوالہ نہیں دیا ہے۔ (ابن اثیر، ۴/۹۵۔ وما بعد)

۶۲/۶۸۲ میں افریقیہ میں حضرت عقبہ بن نافع کی فتوحات کا ایک باب ہے۔ ان سے افریقی سرزمین پر جنگ و قتال کرنے والوں میں "روم کے خلق کثیر" کی شرکت اور سخت جنگجوئی کا ذِکر خیر بھی ہے اور روم کی افریقیہ میں مداخلت اور سخت فوجی کارروائی کا بھی۔ اس باب میں اندلس کے بارے میں اسلامی فوجی منصوبے کا ذکر بہت اہم ہے۔ خلیفہ عبدالملک کے عہد میں حضرت زہیر بن قیس کی ولایت افریقیہ اور رومی تاخت اور شہادت زہیر کا بھی ذکر اسی جگہ کر دیا ہے۔ (ابن اثیر، ۴/۱۰۵-۱۰۶ و ما بعد)

۶۳/۶۸۳ کے واقعات میں واقعہ حرہ کی تفصیلات حاوی ہیں اور غزوات کا ذکر تقریباً صفر ہے۔ (ابن اثیر ۴/۱۱۱-۱۲۲)

۶۴/۶۸۴ وفات امیر یزید کے بعد کے سیاسی واقعات اور بعض وفیات پر ہی ارتکاز ملتا ہے۔ (ابن اثیر ۴/۱۲۳-۱۷۴)

۶۵/۶۸۵ کے واقعات میں بھی سیاسی اتھل پتھل اور خوارج کا زیادہ ذکر ہے اور غزوات کا بہت ہی کم۔ (ابن اثیر ۴/۱۷۵-۲۱۰)

۶۶/۶۸۶ فتنۂ مختار ثقفی، قتلِ قاتلینِ حسین اور دوسرے سیاسی کوائف نے ساری

بحث گھیر لی ہے۔ (ابن اثیر۴/ ۲۱۱-۲۶۰)

۶۷/ ۶۸۷ اس سال کے واقعات میں غزوہ وجہاد کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

(ابن اثیر۴/ ۲۶۱-۲۸۰)

۶۸/ ۶۸۸ مصعب بن زبیر، خوارج، عبدالملک وغیرہ کے سیاسی واقعات نے غزوات کا ذکر معدوم کر دیا۔ (ابن اثیر۴/ ۲۸۱-۲۹۶)

۶۹/ ۶۸۹ زہیر بن قیس امیر افریقیہ کے قتل کا ذکر ان کی فتوحات کے حوالے سے ہے۔ باقی سیاسی واقعات ہیں۔ (ابن اثیر۴/ ۲۹۷-۳۰۵)

۷۰/ ۶۹۰ کے واقعات آغاز ہی میں رومیوں کے شام پر حملہ اور عبدالملک کے ہر جمعہ کو ایک ہزار دینار کے خراج کے معاہدہ کا ذکر ہے۔ باقی ایام العرب کا ذکر چھایا ہوا ہے۔ البتہ اختتام پر حجاف کے بلاد روم پر طرابزندہ سے قالیقلا تک حملوں اور کارروائیوں اور پھر ان کی پسپائی کا ذکر ہے اور مسلمانوں کو رومیوں کے ہاتھوں شکست کھانے کا بھی۔ (ابن اثیر۴/ ۳۰۶-۳۲۲)

۷۱/ ۶۹۱ مصعب بن زبیر کے قتل اور عراق پر عبدالملک کے قبضہ کے علاوہ بعض دوسرے واقعات کا ذکر خاص ہے۔ (ابن اثیر۴/ ۳۲۳-۳۴۱)

۷۲/ ۶۹۲ خوارج کے خلاف اقدامات خلیفہ اور امیر خراسان عبداللہ بن خازم کا قتل اصل مباحث ہیں۔ (ابن اثیر۴/ ۳۴۲-۳۴۷)

۷۳/ ۶۹۳ حضرت عبداللہ بن زبیر کے قتل اور دوسرے سیاسی واقعات کے علاوہ استحکام خلافت کا ذکر خاص ہے۔ البتہ آخر میں روم پر محمد بن مروان کے گرمائی غزوہ کا اور آرمینیہ کے سمت سے رومی سرزمین پر حملہ اور غزوہ کا ذکر خاص ہے۔ (ابن اثیر۴/ ۳۴۸-۳۶۴)

۷۴/ ۶۹۴ سیاسی واقعات کے ساتھ غزواتِ سجستان، افریقہ کا بہت تفصیل سے بیان ہے۔ (ابن اثیر۴/ ۳۶۵-۳۷۳)

۷۵/ ۶۹۵ آغاز بیان میں حسب دستور سابق ایک سطری بیان ہے کہ محمد بن مروان نے موسم گرما میں مرعش کی جانب سے روم پر حملہ کیا۔ اواخر میں یہ اضافہ ہے کہ مرعش کے

نواحی میں غنیق نامی علاقہ پر روم پر موصوف نے غزوہ کیا تھا۔ (ابن اثیر ۴/۳۷۴-۳۹۲)

۷۶/ ۶۹۵-۶۹۶ امیر جزیرہ محمد بن مروان کی فوجی سرگرمیوں کا ذکر ہے جو خوارج وغیرہ کے خلاف کی گئی تھیں، حجاج کی فوجی کارروائیوں کی خاصی تفصیل ہے مگر بلادِ روم پر غزوہ کا حوالہ نہیں ہے۔ (ابن اثیر ۴/۳۹۳-۴۱۸)

۷۷/ ۶۹۶ شبیب خارجی، ازارقہ وغیرہ خوارج کے خلاف کارروائیوں کا بیان پورے بیانیہ پر حاوی ہے۔ (ابن اثیر ۴/۴۱۹-۴۴۷)

۷۸/ ۶۹۷ ولایات اور والیوں کی تقرری پر مختصر بیانیہ ہے اور غزوۂ روم کے ذکر سے خالی ہے۔ (ابن اثیر ۴/ ۴۴۸-۴۴۹)

۷۹-۶۹۸: کے اواخر میں یہ مختصر حوالہ ہے کہ اہل شام طاعون کے سبب ارض روم پر غزوہ نہیں کر سکے اور ان کی مصیبت سے فائدہ اٹھا کر اہل روم نے اہل انطاکیہ پر حملہ کر کے ان پر فتح پالی اور ان کو سخت آزمائش میں ڈالا۔ (ابن اثیر ۴/ ۴۵۰-۴۵۲)

۸۰/ ۶۹۹ ماوراء النہر پر مہلب بن ابی صفرہ ازدی اور عبدالرحمٰن بن الاشعث کی مہم اور بغاوت کا ذکر ہے۔ (ابن اثیر ۴۵۳-۴۵۶)

۸۱/ ۷۰۰ کے واقعات کا آغاز اس بیان سے ہوتا ہے کہ خلیفہ عبدالملک نے اپنے فرزند عبداللہ کو (ارض روم کی طرف بھیجا) اور انھوں نے قالیقلا کو فتح کر لیا۔ (ابن اثیر ۴/ ۴۵۷-۴۶۶)

۸۲/ ۷۰۱ بغاوت ابن الاشعث، وفاتِ مہلب ازدی کا ذکر ہے اور آرمینیہ پر محمد بن مروان کے حملہ کا بھی۔ (ابن اثیر ۴/ ۴۶۷-۴۷۷)

۸۳/ ۷۰۲ بغاوت مذکورہ کے واقعات، تعمیرِ شہر واسط وغیرہ کا ذکر ہے مگر غزوہ روم کا نہیں ہے۔ (ابن اثیر ۴/ ۴۷۸-۴۹۷)

۸۴/ ۷۰۳ اواخر میں یہ مختصر ذکر ہے کہ عبداللہ بن عبدالملک نے روم پر حملہ کر کے مصیصہ فتح کر لیا اور اس کا قلعہ تعمیر کر کے اس میں تین سو طاقتور اور ماہر جنگ مجاہد تعینات کئے۔ اس سے قبل مسلمان اس میں آباد نہ تھے۔ ان کے لئے مسجد بھی تعمیر کی۔ (ابن اثیر ۴/ ۴۹۸-۵۰۰) .

۸۵/ ۷۰۴ ابن الاشعث کی ہلاکت، یزید بن مہلب کی معزولی اور دوسرے سیاسی اور فوجی واقعات کا ذکر ہے، اواخر میں یہ مختصر حوالہ ہے کہ محمد بن مروان نے آرمینیہ پر حملہ کیا اور دونوں مواسم گرما و سرما وہیں پر گذارے۔ (ابن اثیر ۴/ ۵۰۱-۵۱۶)

۸۶/ ۷۰۵ کے واقعات کا آغاز وفات وسیرت خلیفہ عبدالملک سے ہوتا ہے اور خلافتِ ولید کے اولین معاملات کا ذکر آخر میں یہ اہم بیان ہے کہ مسلمہ بن عبدالملک نے ارض روم پر اس سال غزوہ کیا۔ (ابن اثیر ۴/ ۵۱۷-۵۲۵)

۸۷/ ۷۰۶ غزوالروم کی مختصر سی بحث میں یہ بیان ملتا ہے کہ مسلمہ بن عبدالملک نے روم پر اس سال حملہ کیا اور ان کے بہت لوگوں کو قتل کیا خاص طور سے مصیصہ کے نواحی میں واقع سوسنہ نامی علاقے میں اور کئی قلعے بھی فتح کیے، ایک دوسری روایت قیل کے ساتھ یہ دی ہے کہ اس سال ہشام بن عبدالملک نے حملہ کیا تھا اور قلعہ بولق، قلعہ اخرم اور بولس و قمقم کو فتح کر لیا تھا اور مستعربہ میں سے ایک لاکھ فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ان کے بال بچوں کو قیدی بنالیا۔

(ابن اثیر ۴/ ۵۲۸ بالخصوص)

۸۸/ ۷۰۷ سنہ کے واقعات کے آغاز ہی میں ارض روم کے علاقہ طوانہ کی فتح کی سرخی کے تحت غزوہ روم کا خاصا مفصل بیان ہے۔ اس کے مطابق مسلمہ بن عبدالملک اور عباس بن ولید بن عبدالملک نے ارضِ روم پر حملہ کیا، ان کو شکست فاش دی اور علاقہ آرمینیہ پر ان کے حملوں اور خرز نامی قوم کی مدد کرنے کا راستہ ہی بند کر دیا۔ اس مہم میں اہل القرآن نے خاص حصہ لیا اور حضرت ابن محیریز جمحیؒ کے ساتھ عباس بن ولید نے سخت حملہ کر کے طوانہ فتح کر لیا۔

(ابن اثیر ۴/ ۵۳۱ و مابعد)

۸۹/ ۷۰۸ ذکر غزوالروم سے ہی اس سنہ کے واقعات کے بیان کا آغاز ہوتا ہے۔ مذکورہ بالا دونوں اموی سالاروں — مسلمہ بن عبدالملک اور عباس بن ولید بن عبدالملک — نے مل کر روم پر اس برس حملہ کیا: مسلمہ نے عموریہ کا قلعہ اور عباس نے اذرولیہ کو فتح کر کے رومیوں کو سخت شکست دی اور فتوحات حاصل کیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ مسلمہ نے عموریہ کا رخ کیا اور

وہاں رومیوں کی ایک عظیم فوج سے مقابلہ کر کے ان کو ہرایا اور ہرقلہ اور قمونیہ کو فتح کیا جبکہ عباس نے اپنے موسم گرما کے غزوہ میں ''البذندون'' کے علاقہ پر حملہ کیا تھا۔ (ابن اثیر ۴/ ۵۳۵ ومابعد)

۹۰/ ۷۰۹ء فتح نجارئ، صُغد سے قُتَیبہ کی صلح اور مشرقی فتوحات اور سرگرمیوں کا زیادہ ذکر ہے۔ اواخر میں یہ بیان ضرور ہے کہ اس سال مسلمہ بن عبدالملک نے ارض روم پر حملہ کر کے سوریہ نامی علاقے میں واقع پانچ قلعوں کو فتح کیا جبکہ عباس نے ارزن کے بعد سوریہ تک کارروائی کی اور ان دونوں نے کافی فتوحات کیں۔ رومیوں نے البتہ خالد بن کیسان صاحب البحر کو قید کر لیا مگر ان کے بادشاہ نے خلیفہ ولید کو ان کا ''ہدیہ'' بھیج دیا۔ (ابن اثیر ۴/ ۵۴۷-۵۴۸)

۹۱/ ۷۱۰ء مشرقی فتوحاتِ قتیبہ کے علاوہ بعض انتظامی معاملات کا ذکر ہے اور خلیفہ کے عطایا کا بھی۔ (ابن اثیر ۴/ ۵۴۹-۵۵۵)

۹۲/ ۷۱۱ء بیانیہ کا آغاز ارضِ روم پر مسلمہ بن عبدالملک کے حملہ اور اس کے نتیجے میں تین قلعوں کی فتح اور اہل سوسنہ کی بلاد روم کی طرف جلاوطنی سے ہوتا ہے۔ باقی تفصیل فتح الاندلس کی بابت ہے۔ آخر میں غزوہ روم کا ذکر مکرر کیا ہے۔ (ابن اثیر ۴/ ۵۵۶-۵۶۹)

۹۳/ ۷۱۲ء خوارزم شاہ، سمرقند وغیرہ میں قتیبہ بن مسلم باہلی کی فتوحات سے بیانیہ شروع ہوتا ہے پھر طلیطلہ کی فتح، حجاز سے عمر بن عبدالعزیز کی معزولی کا بیان ہے اور عدۃ حوادث کے تحت ارض روم پر عباس بن ولید کے حملہ اور سبسطیہ، مرزبانین اور طرسوس کی فتح کا مختصر ذکر ہے۔ اسی سال مروان بن ولید نے خنجرہ تک فتح حاصل کی تھی۔ اور مسلمہ بن عبدالملک نے ارضِ روم میں ہی ماسیسہ، حدید کے قلعہ اور ملطیہ کے نواحی میں واقع علاقہ غزالہ کو فتح کیا تھا۔

(ابن اثیر ۴/ ۵۷۸)

۹۴/ ۷۱۳ء قتلِ سعید بن جبیر، غزوۂ شاش وفرغانہ کے ذکر کے بعد آخر میں یہ مختصر حوالہ ہے کہ اس سال عباس بن ولید نے ارض روم میں انطاکیہ فتح کیا اور عبدالعزیز بن ولید نے غزالہ کے علاقہ تک کارروائی کی۔ ولید بن ہشام معیطی نے برج الحمام تک اور یزید بن ابی کبشہ نے ارضِ سوریہ تک تاخت کی۔ (ابن اثیر ۴/ ۵۷۹-۵۸۲)

۹۵/۱۴ے فتوحاتِ مشرق، وفاتِ حجاج بن یوسف ثقفی اور سیرت وغیرہ کا ذکر خاص واقعات پر ہے، غزوۂ روم کے ضمن میں عباس بن ولید کے ہرقلہ وغیرہ کے فتح کا ذکر کیا ہے۔ ایک مختصر حوالہ یہ ہے کہ ارضِ روم میں الوضاحی قتل کئے گئے اور ان کے ساتھ تقریباً ایک لاکھ سپاہی تھے۔ (ابن اثیر/۴/۵۸۳)

۹۶/۱۵ے سنۂ وفات خلیفہ الولید بن عبدالملک اموی میں قتیبہ بن مسلم باہلی کی فتح کاشغر کا ذکر ہے مگر کسی غزوہ روم کا ذکر نہیں ہے۔ خلافتِ سلیمان کے اسی سال قتیبہ وغیرہ کے مقتل کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ (ابن اثیر/۵/۵-۱۱ومابعد)

۹۷/۱۵ے-۱۶ے ذکر عدة حوادث کے تحت اول بیان ابن اثیر غزوہ روم کے متعلق ہے۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے قسطنطنیہ افواج/جیوش روانہ کئے اور ان پر بالخصوص صائفہ پر اپنے فرزند داؤد کو امیر بنایا اور انھوں نے حصن المرأة نامی قلعہ فتح کیا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے اسی سال سرزمین وضاحیہ پر حملہ کیا اور اس قلعہ کو دوبارہ فتح کیا جس کو حضرت وضاح صاحب الوضاحیہ نے فتح کیا تھا۔ ارض روم کا بحری غزوہ موسم سرما میں حضرت عمر بن هبیرہ ثقفی نے انجام دیا۔ (ابن اثیر ۵ ۲۶)

۹۸/۱۶ے-۱۷ے اس سال کا بیان خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کے غزوۂ روم سے شروع ہوتا ہے، خود خلیفہ اموی دابق نامی علاقے تک گئے اور اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا۔ کیونکہ شاہ روم کا انتقال ہو گیا تھا اور اذربیجان سے الیون نے آ کر خبر دی تھی کہ وہ روم کی فتح کی ضمانت لیتے ہیں، لہٰذا خلیفہ اموی نے مسلمہ کو بھیجا جو کافی اندر تک پہونچ گئے۔ اس فوج میں حضرت مسلمہ کے ساتھ خالد بن معدان، مجاہد بن جبر اور عبداللہ بن ابی زکریا خزاعی جیسے اعیان ساتھ تھے۔ لیکن الیون نے بادشاہ روم بننے کے وعدہ رومی کی بنا پر غداری کی اور تمام ذخیرہ رسد برباد کروادیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی لشکر مصیبت میں پڑ گیا اور فتح قسطنطنیہ کا خواب پورا نہ کر سکا، خلیفہ سلیمان دابق میں ہی موسم سرما میں مقیم رہے اور وہیں واصل بحق ہوئے۔ اس غزوۂ روم کی تفصیلات کافی اہم ہیں، عدة حوادث کے ذکر میں داؤد بن سلیمان

کے ملطیہ کے نواح میں واقع حصن المرأۃ (ارض روم میں) فتح کرنے کا دوبارہ ذکر کیا ہے۔

(ابن اثیر، ۵/ ۲۷-۲۸، ۳۶)

۹۹/ ۷۱۷-۷۱۸ خلافتِ حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی ؒ کے اولین برس میں ارض روم پر غزوہ کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکا کیونکہ نئے خلیفہ نے بھی حضرت مسلمہ کو ارض روم سے واپسی کا حکم دیا اور پوری فوج واپس بلالی اور ان کے لئے کافی رسد بھی بھیجی۔ (ابن اثیر ۵/ ۴۳)

۱۰۰/ ۷۱۸-۷۱۹ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ نے ارض روم سے مسلم واپسی کا سلسلہ جاری رکھا۔ اہل طرندہ کو ملطیہ کی طرف پسپائی کا حکم دیا۔ طرندہ ملطیہ سے تین مراحل کی مسافت پر واقع تھا۔ عبداللہ بن عبدالملک اموی نے ۸۳/ ۷۰۲ کے غزوہ رومی میں اس کی فتح کے بعد وہاں مسلمانوں کو آباد کر دیا تھا۔ اور اس زمانے میں ملطیہ ایک خرابہ جہاں تھا۔ جزیرہ سے آنے والے سپاہی ان کے پاس قیام کرتے تھے تا آنکہ برف باری ہونے لگتی اور پھر وہ اپنے بلاد و امصار کو لوٹ آتے تھے۔ اس طرح طرندہ بھی خرابہ بن گیا اور اس خرابہ ملطیہ پر حضرت عمر اموی نے جعونہ بن حارث/ عامر بن صعصعہ کو گورنر مقرر کیا۔ ❶

۱۰۱/ ۷۲۰-۷۲۱ میں آرمینیہ کے اطراف سے عمر بن ھبیرہ کے غزوہ روم کا مختصر حوالہ ہے۔ (ابن اثیر ۵/ ۱۰۱)

۱۰۲/ ۷۲۱-۷۲۲ روم پر عباس بن ولید کے حملہ اور دلسہ نامی شہر کی فتح کو بیان کیا ہے۔

(ابن اثیر ۵/ ۱۰۵)

---

❶ ابن اثیر ۵/ ۵۴، ابن اثیر کے مطابق اسی برس حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ ؓ نے مکہ میں وفات پائی جو صحابہ کرام میں آخری تھے:.....في هذه السنة مات ابو الطفيل عامر بن واثلة بمكة، وهو آخر من مات من الصحابة... بعض دوسرے صحابہ کرام کی وفات کا بھی اسی میں ذکر ہے جیسے ابوامامہ اسعد بن سہل بن حنیف ؓ: "وكان ولد على عهد النبي صلى الله عليه وسلم فسمّاه وكناه بجده لامه ابي امامة اسعد بن زرارة..." حضرت عمر کی وفات اور خلافت یزید ثانی کا بھی یہی برس ہے)۵/ ۵۸-۶۷ و مابعد- غزوہ/ غزوات رومی کے لحاظ سے حضرت محمد بن مروان اموی، جو خلیفہ عبدالملک اموی کے بھائی تھے، کی وفات کا ذکر بہت اہم ہے۔ وہ جزیرہ آرمینیہ اور اذربیجان کے گورنر تھے اور روم اور اہل آرمینیہ سے کئی بار نبرد آزما ہو چکے تھے۔ ان سے خلیفۂ وقت کے حسد و کینہ کی کہانی آگے بیان ہوئی ہے جو قابل بحث ہے: ۵/ ۷۰۔

۱۰۳/۲۲ے-۲۳ے میں کسی غزوہ روم کا ذکر نہیں، اسی برس کے بعد ۱۰۵/۲۴ے میں خلیفہ یزید کا انتقال ہوا۔ (ابن اثیر ۵/۱۲۰)

۱۰۴/۲۳ے خلافت ہشام بن عبدالملک میں رومی غزوات کا مختصر ذکر حسب ذیل ہے:

۱۰۵/۲۳ے میں ارض روم پر سعید بن عبدالملک کا غزوہ اور ایک لاکھ مسلم کی تباہی۔ (ابن اثیر ۵/۱۲۵)

۱۰۶/ میں ارض روم پر سعید بن عبدالملک کا صائفہ غزوۂ روم (ابن اثیر ۵/۱۳۴)

۱۰۷/ کوئی غزوہ رومی نہیں۔

۱۰۸/ مسلمہ بن عبدالملک کا جزیرہ کے نواحی علاقے میں ارض روم پر حملہ اور قیساریہ کی فتح اور ابراہیم بن ہشام نے روم کے قلعوں میں سے ایک قلعہ بھی فتح کیا۔ (ابن اثیر ۵/۱۴۰)

مختصر تجزیہ

خلافتِ معاویہؓ کی غزوات روم کی پالیسی اور جہاد اسلامی کی حکمت عملی پورے اموی دورِ خلافت میں جاری رہی۔ فتوحات اور فوجی کارروائیوں کا یہ عظیم الشان سلسلہ خلافت راشدہ کے عہد صدیقی سے شروع ہوا تھا۔ خلافتِ فاروقی اور خلافتِ عثمانی میں وہ اپنی ایک معراج حاصل کر چکا تھا اور اموی خلافت میں اس کا دوسرا دور چلا۔ ان فتوحاتِ اسلامی کا گراف حالات اور احوال کے مطابق اوپر نیچے جاتا رہا اور ان کے خاص اسباب وعناصر تھے۔ اموی خلافت میں اندلس کی فتوحات اور یورپ میں فوجی کارروائیاں دراصل اسی رومی جہاد کے شاخسانے تھے، حضرت موسیٰ بن نصیر لخمیؒ اور ان کے سالارِ اعلیٰ طارق بن زیادؒ فرانس و جرمنی وغیرہ کے راستہ سے قسطنطنیہ پہونچنا چاہتے تھے، مگر ان کا یہ خواب یا منصوبہ حالات وواقعات کی دگرگونی کی بنا پر پورا نہ ہوسکا۔ بہر حال اس کے باوجود ''ارضِ روم'' کے خلاف مسلمان سالاروں کی کارروائیاں بحری اور بری دونوں راستوں سے برابر جاری رہیں۔ اموی خلافت کے مروانی دور میں غزواتِ روم کی اہم ترین جہات تجزیہ سے یوں ابھرتی ہیں:

○- غزوات روم کا سالانہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ ان میں موسم گرما (صائفہ) اور موسم سرما (شتیٰ) دونوں کے غزوات شامل تھے۔

○-اسی طرح خشکی کے راستوں سے اسلامی فوجیں مختلف مقامات اور سرحدوں سے تاخت کرتی رہیں اور سمندری راستے سے یعنی بحرِ روم کے ''پانیوں'' پر بھی کارروائی جاری رہی اور امراء البحر نے کارنامے انجام دیئے۔

○-متعدد نئے علاقے اور قلعے فتح کئے گئے اور ان میں اسلامی مجاہدین کو بسایا گیا۔ ان میں مصیصہ، طرابزندہ، قالیقیلا، مرعش کے نواح میں غنیق، بولق، اخرم، بولس، قمقم، طوانہ، عموریہ، اذرولیہ، ہرقلہ، قمونیہ، البذندون، سوریہ، ارزن، ملطیہ اور اس کے علاقہ میں واقع مختلف قلعوں جیسے سبطیہ اور غزالہ وغیرہ، ماسیسہ، حدید کا قلعہ، مرزبانین، طرسوس، خنجرہ، وغیرہ متعدد مقامات، علاقوں اور شہروں کا ذکر ملتا ہے۔

○-سیاسی عدم استحکام بالخصوص مسلم خانہ جنگی اور فتنوں کے زمانہ میں غزواتِ روم میں بھی کافی خلل پڑا جیسا کہ سنہ ۷۰/ ۶۸۹ میں خلیفہ عبدالملک کو رومیوں کو فی ہفتہ ایک ہزار دینار خراج دے کر صلح کرنی پڑی تھی تاکہ مسلمانوں کو رومی حملوں سے محفوظ رکھا جا سکے۔

○-ان فتنوں کے پرآشوب دور میں بعض اوقات مختلف علاقے اور قلعے مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل گئے اور فتوحات ومفتوحات اسلامی پھر سے رومی مقبوضات بن گئے۔ روایات میں بعض علاقوں کے بار بار فتح کئے جانے کا ذکر اسی وجہ سے پایا جاتا ہے۔

○-مشکل وقت کے گذرتے ہی سالانہ غزواتِ رومی کا سلسلہ دونوں مواسم گرما وسرما میں حسب معمول شروع کر دیا جاتا تھا اور بری راستوں کے علاوہ بحری راستوں سے اسلامی بحریہ ارضِ روم پر تاخت کرتی رہتی تھی۔

○-اموی خلافت کے دوسرے دور میں رومی غزوات کے تین تین محاذ نظر آتے ہیں: اہم ترین محاذ تو شام کے شمال میں واقع اناطولیہ وغیرہ کا علاقہ تھا۔ وہ شروع سے رومی سلطنت کے خلاف سب سے بڑا محاذ بنا رہتا تھا۔ دوسرا ارضِ روم پر حملہ کرنے کا محاذ بحرِ روم تھا جس کا ایک شمالی کنارہ رومی سلطنت کے علاقوں سے ملتا تھا اور دوسرا جنوبی کنارہ مصر وافریقہ کے سواحل سے ٹکراتا تھا۔ ان دونوں کے بیچ کئی اہم اور بہت سے چھوٹے جزیرے بھی تھے۔ اسلامی

بحریہ تو اس محاذ پر غزوات کرتا ہی رہتا تھا لیکن افریقیہ کے سواحل پر اسلامی بری سالاروں کو رومی حملہ آوروں سے بھی نبرد آزما ہونا پڑتا تھا۔ اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ وہ بھی بحریہ کی مدد سے یا اس کے بغیر رومیوں پر حملہ کرتے تھے۔ مشرقی غزوات کے ضمن میں تیسرا محاذِ رومی آرمینیہ وغیرہ کے سرحدی علاقوں میں رومی حملوں کے سبب قائم ہو جاتا تھا۔ والیانِ آرمینیہ بالخصوص محمد بن مروان اموی کو اس محاذ سے کئی بار رومیوں کے خلاف کارروائی کرنی پڑتی تھی۔

صحابہ کرام کی شمولیت کا بھی اور ان کی غزواتِ روم میں سالاری اور امیر البحری کا بھی سلسلہ اس دورِ دوم میں کم ہو چلا تھا اور وقت کے ساتھ ساتھ ختم ہوتا چلا گیا۔ حضرت جنادہ بن ابی امیہ ازدیؓ، حضرت مالک بن عبداللہ خثعمیؓ حضرت سفیان بن وھب خولانیؓ، حضرت عبداللہ بن محیریز جمحیؓ، حضرت مالک بن ھبیرہ سکونیؓ، حضرت محمود بن ربیع خزرجیؓ اور بعض دوسرے صحابہ کرام کی غزواتِ روم سے وابستگی کا ذکر واضح یا مضمر طور سے روایات و اخبار میں بالعموم کیا جاتا ہے، دوسرے صحابہ کرام کی شرکت کا امکان ہے اور سالاری کا بھی، لیکن عمر و ضعف اور قلت کے سبب ان کا جلوہ کم سے کمتر ہو رہا تھا۔

○ - دوسرے دورِ خلافت اموی میں بعض صحابہ امراء البحر کے علاوہ غزوات رومی کی سالاری کلیۃً نوجوانوں کے ہاتھ میں آ گئی تھی۔ جواں سال اور جواں ہمت تابعین کی سالاری کا آغاز خلافتِ معاویہ میں امیر یزیدؒ وغیرہ کی سالاری سے ہوا تھا اور وہ دوسرے دور میں زیادہ سے زیادہ ہوتا گیا۔ وجہ عمر و تجربہ سے زیادہ قائدانہ لیاقت و صلاحیت کی تھی۔ اور یہ عین سنتِ نبوی اور سنتِ خلفاء راشدین کے مطابق حکمت عملی تھی کہ خیر القرون میں بھی نوجوانوں کو ترجیح دی جاتی تھی، نوجوان اور جوان تابعی سالاروں نے بلا شبہ ان ہی بزرگ اور تجربہ کار صحابہ کرام سے تعلیم و تربیتِ حربی پائی تھی۔

○ - خلافت معاویہ سے ایک اور اہم حکم عملی شروع ہوئی تھی اور وہ تھی خاندانِ خلافت کے قابل جوانوں کی سالاری، خلفاء اموی نے اپنے بھائیوں اور فرزندوں کو غزوات میں بالعموم اور غزواتِ روم میں بالخصوص سالاری کا جان جوکھم فریضہ سونپ دیا تھا۔ یہ سلسلہ حضرت امیر

معاویہؓ نے فرزندِ اکبر امیر یزید کو نامزد کر کے شروع کیا تھا اور خلیفہ عبدالملک اور خلیفہ ولید بن عبدالملک نے اس کو خاندانِ خلافت کا طرۂ امتیاز اور جہادی طغریٰ بنا دیا۔ حضرت عبدالملک نے اپنے بھائیوں میں محمد بن مروان کو (اور بعض اور کو بھی) مختلف محاذوں پر کارروائی کے لئے مامور کیا اور فرزندوں میں عبداللہ بن عبدالملک، مسلمہ بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک کو اس محاذ پر تپا کر ہی کندن بنایا تھا۔

○ -حضرت مسلمہ بن عبدالملک اموی غزواتِ روم کے غالبًا اپنے دور میں عظیم ترین قائد و سالار رہے تھے وہ اپنے والد ماجد کے دورِ خلافت کے آغاز سے ہی غزوات روم کی سالاری کا فریضہ انجام دینے لگے تھے اور مدتوں بعد تک وہ رومیوں کے خلاف جہاد کی قیادت کرتے رہے۔ غزواتِ روم اور حضرت مسلمہؒ دونوں ایک دوسرے کے لازم وملزوم تھے انھوں نے بہت سے علاقوں، قلعوں اور شہروں کو فتح کیا اور عام طور سے اپنی تمام مہمات میں کامیاب ہوتے رہتے تھے۔

○ -خلیفہ ولید بن عبدالملک اموی نے اپنے والدِ ماجد کی فتوحات کی پالیسی کو کامیابی کی معراج پر پہونچا دیا۔ غزواتِ روم میں بھی اس کو جاری رکھا اور اپنے بھائی حضرت مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ ساتھ اپنے فرزند عباس بن ولید کو متعدد غزواتِ روم میں سالار و قائد بنایا اور عباس اموی نے بھی اپنے چچا کے ساتھ اور ان کی طرح بہت سی کامیابیاں حاصل کیں۔ ان کا ذکر اوپر سنہ وار جدولِ غزوات روم میں آچکا ہے جو کافی متاثر کن اور عظیم ہے۔ خلیفہ ولید امویؒ نے اپنے دوسرے فرزند عبدالعزیز کو بھی غزواتِ روم کا سالار بنایا تھا اور وہ دوسرے محاذ سے تاخت کرتے تھے، عباس بن ولید اموی بھی رومی غزوات سے اس طرح وابستہ ہوئے کہ بعد کے ادوار میں بھی سالاری کرتے رہے۔ سنہ ۱۰۳/۲۱ء میں ولسہ کو فتح کیا تھا۔

○ - دوسرے اموی خلفاء میں بھی فرزندوں کو غزواتِ روم کی سالاری دینے کا رجحان روایات سے ملتا ہے۔ خلیفہ سلیمان اموی کے ایک فرزند داؤد بن سلیمان ان ہی غزوات روم میں سے کسی میں شریک تھے اور وفات والد کے وقت جہاد میں مصروف تھے جیسا کہ خلیفہ

سلیمان کی خلافت کی وصیت اور اس سلسلہ میں مشورہ سے معلوم ہوتا ہے۔ خلافتِ یزید بن عبدالملک میں حضرت مسلمہ بن عبدالملک اور عباس بن ولید غزواتِ روم کے سالار بنتے اور فتوحات کرتے رہے آخری عظیم اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں بھی ان کی اور دوسرے افرادِ خاندان کی غزواتِ روم کی سالاری جاری رہی۔ آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد نے ۱۰۵/۷۲۳ء میں اپنی گورنری کے زمانے میں قونیہ فتح کیا تھا۔

○- دوسرے اسلامی مقبوضات کی مانند رومی مقبوضات میں بھی مسلم آبادکاری کے تمام تقاضے پورے کئے جاتے تھے۔ دینی وشرعی لحاظ سے مساجد کی تعمیر و آبادی سب سے بڑا فریضہ تھا اور رومی مقبوضات میں بھی ان کا خاص اہتمام کیا گیا، بعض بعض شہروں کے لئے نئے قلعے تعمیر کئے گئے اور بہت سے پرانے قلعوں کی مرمت اور استحکام کا کام کیا گیا۔ ان میں مسلمانوں کی عام آبادی کے علاوہ مجاہدین کی آبادکاری کی گئی، خاص کران کی جو غزواتِ روم کے ماہرین سمجھے جاتے تھے، ظاہر ہے کہ مسلم آبادی کی ضرورت کے لئے مکاتب و مدارس کا یا تعلیم و تدریس کا انتظام بھی لازمی طور سے کیا جاتا تھا۔ ان کی معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے منڈی اور بازار قائم کئے گئے اور زراعت کے ذریعہ اجناس کے مراکز فراہم کئے گئے۔ حضرت معاویہؓ اور دوسرے خلفاء بھی ان مجاہدین اور مسلم آبادکاروں کے لئے خاص عطایا، اجناس اور ضرورت کی اشیاء بھیجا کرتے تھے، اندرون قلعہ/قلعہ جات و شہر محافظ فوج کے علاوہ جزیروں میں بالخصوص حفاظتی فوجی بیڑے بحر روم میں گردش کرتے تھے اور خشکی کے علاقوں میں مواسم گرما اور سرما کی افواج اور دوسری طلائع/ ہراول فوجیں ان کی حفاظت کرتی تھیں۔ جب کبھی حالات قابو سے باہر نکل جاتے تو جزیرے اور قلعے اور شہر خالی کئے جاتے اور حفاظتی افواج ان کی پسپائی کے دوران حفاظت کرتی تھی۔ بسا اوقات خاص مرکز خلافت سے ان کی حفاظت کے لئے فوج بھیجی جاتی تھی۔

○- تمام تگ و تاز اور جنگی اقدامات کے باوجود ان ہی کے نتیجہ میں اسلامی خلافت اور رومی سلطنت کے درمیان سماجی اور تہذیبی اور اقتصادی روابط بھی قائم ہوتے تھے۔ مسلم اور ذمی تاجران خلافت رومی سلطنت کے شہروں میں جاتے اور رومی تجار مسلم علاقوں میں تجارت

کے لئے آتے تھے۔ سلاطین روم خلفاء اسلام کی خدمتِ گرامی میں تحائف وہدایا بھیجا کرتے تھے، حضرت ولید بن عبدالملک اموی ؒ کے زمانۂ خلافت میں جب مسجد نبوی کی عظیم الشان تعمیر ہوئی تو شاہ روم نے ضروری سامان تعمیر- پتھروں، تختوں وغیرہ- کے علاوہ رومی معماروں اور انجینیر وں کو بھی بھیجا تھا اور انھوں نے تعمیر مسجد میں حصہ لے کر ایک دینی جہت کا اضافہ کیا تھا، مسلمانوں نے رومیوں کے علوم وفنون کی کتابیں حاصل کی تھیں اور رومیوں نے اسلامی علوم و فنون سے استفادہ کر کے علم پایا تھا۔

○ - اموی خلافت نے رومی غزوات کے باب میں جو حکمت عملی اور پالیسی اپنائی تھی وہ ایک اسلامی وراثت بن گئی۔ پورے نوے سالہ دورِ حکومت کے بعد جب خاندانِ خلافت میں تبدیلی آئی تو عباسی خلفاء نے بھی وہی پالیسی اختیار کی اور رومی غزوات کا تسلسل ترکی خلافت میں بھی جاری رہا، تا آنکہ قسطنطنیہ کی فتح اور رومی سلطنت کے خاتمہ پر وہ اپنے لازمی اور منطقی انجام کو پہونچا۔ اس طرح ۱۴۵۲ء تک سات سو سال سے زیادہ یہ جہاد اسلامی جاری رہا۔

❖❖❖

خلافتِ یزید بن معاویہ اور صحابہ کرامؓ

خلافت یزید کو بعد کے بعض واقعات اور ان کی من چاہی تعبیر وتشریح کے دھند لکے میں دیکھا گیا ہے۔ان کے پونے چار سالہ دور کے واقعات میں صرف تین کا مسلکی بیانیہ چھایا ہوا ہے۔واقعہ کربلا، واقعہ حرہ اور واقعہ مکہ۔ان واقعات کو اتنی تاریخی، دینی اور سماجی اہمیت کم از کم معاصرین۔صحابہ وتابعین کی نگاہ میں حاصل نہ تھی۔مگر بعد کے واقعات وافکار، خیالات ونظریات بلکہ عناد بھرے پروپیگنڈے کے نتیجہ میں حد سے زیادہ ابھار دیا گیا۔تاریخ میں ایسے مطالعہ کو back-projection (پس بیں مطالعہ) کہا جاتا ہے، جب حقائق پر نظریات کا غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ دراصل اموی خلافت کے دونوں ادوارِ خلافت۔خلافت معاویہ اور خلافت یزید۔اسی پس بینی کا شکار ملامت ہیں۔حضرت علیؓ سے حضرت معاویہؓ کے سیاسی اور دینی اختلاف اور حضرت حسینؓ سے امیر یزیدؒ کے مسئلہ خلافت پر اختلاف کو رافضیوں اور شیعوں نے بڑھا چڑھا کر اور عقیدت ودین کی سان پر چڑھا کر پیش کیا کہ وہ اصل حقائق کو چھپا گیا۔بعد کے پورے اموی دور کو اسی مفروضہ بنو ہاشم کی عداوت اور قبائلی رقابت کا شاخسانہ بنایا گیا۔ ❶

ان سنہری اور زریں ادوارِ خلافت کے بارے میں اولین مواد بنیادی طور سے تین رافضی وقائع نگاروں نے پیش کیا: ابو مخنف لوط بن یحییٰ ازدی (م ۱۵۷/۷۷۳) سیف بن عمر تمیمی (م۱۵۴/۷۷۰) اور عوانہ بن حکم کلبی (م ۱۴۷/۷۶۴) وہ بنیادی حولیات نگار تھے جنھوں نے اموی دشمنی کا سارا مواد تاریخ میں بھر دیا۔حولیات نگار دراصل کسی ایک خاص واقعہ سے متعلق مواد جمع کرتے تھے جیسے حول واقعۃ کربلا، حول غزوۃ صفین وغیرہ۔ان کے علاوہ بھی کئی ایسے دشمنان دین وایمان اور اعداء خلافت واسلام تھے مگر وہ ان ''ائمۃ الکفر'' بقول قرآن

❶ مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو۔کتاب خاکسار ''تاریخ تہذیب اسلامی، قاضی پبلشرز نئی دہلی ۱۹۹۸ء، ۲/مختلف ابواب، مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی، مولانا محمد اسحاق سندیلوی، حافظ صلاح الدین یوسف وغیرہ کی مختلف کتابیں ومقالات، خاکسار کے بعض مقالات جیسے بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابت کا تاریخی پس منظر برہان دہلی ۱۹۷۸ء۔بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات۔

کے پیرو ہی تھے۔ ❶

امام طبری نے اپنی تاریخ کو ان ناپاک روایات سے ایسا بھر دیا کہ شیعیت ورافضیت کے امام بن گئے، حالانکہ وہ شیعہ تھے نہ رافضی۔ مگر ان کی تاریخ میں بازاری گپوں اور عوامی قصوں کی ایسی بھرمار ہوگئی کہ وہ تاریخ سے زیادہ افسانہ تاریخ بن گئی۔ ان کے بعد کے تمام مورخین نے جن میں متعدد ائمان حدیث بھی شامل ہیں، ان کی روایات کو بے محابا نقل کیا، اگر چہ انھوں نے اپنی طرف سے صحیح حقائق کو بھی حدیث وتاریخ کے صحیح تر اور معتبر تر ذخیرے سے متوازن بنانے کی کوشش کی مگر اصلاح وتوازن کی یہ کوشش غلاظت کے انبار میں طہارت کے چند قطروں کے مانند تھی اور غلاظت دور نہ ہوسکی بلکہ اور متعفن ہوگئی۔ ❷

خلافت یزید بن معاویہؓ کے تینوں واقعات کے بارے میں طبری کے بیانات کا ایک مختصر تجزیہ اس کو ثابت کرتا ہے۔ واقعہ کربلا، واقعہ حرہ اور واقعہ مکہ کی روایات کا تجزیہ کرنے والوں نے ابھی تک روایات کا روایتی/سندی تجزیہ نہیں کیا، چند اشارات یا بعض تصریحات سے ان روایات کا روایتی بھرم ہرگز نہیں کھل سکتا کہ وہ کامل تجزیہ کا طالب ہے۔ یہ فریضہ ابھی تک اسلامی تاریخ کے اصل ماہرین اور خلافت اموی کے متخصصین پر واجب ہے جو ان شاء اللہ ضرور ادا ہوگا۔ سردست اس کا موقعہ نہیں تاہم صرف طبری کے واقعہ کربلا کی روایات کا ایک مختصر تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔ ❸

طبری کا یہ واقعہ کربلا ستر صفحات پر پھیلا ہے اور اس میں بہت سی روایات مختلف عناوین

---

❶ نثار احمد فاروقی، Early Muslim Historiography نئی دہلی ۱۹۷۹، باب حولیات نگاری، ۲۸۱-۳۰۰۔ مقالۂ خاکسار، اسلامی تاریخ نگاری کے مسائل اور ان کا حل، مجلہ علوم اسلامیہ علیگڈھ ۱۹۸۰ء۔

❷ مولانا اسحاق سندیلوی وغیرہ کا یہ خیال کہ طبری شیعہ تھے صحیح نہیں، ان کی تاریخ میں شیعی روایات کی بنا پر یہ خیال قائم کیا گیا ہے۔ ''اظہار حقیقت'' ۳/۲۶۳-۳۶۷ وما بعد، حافظ ابن کثیر دمشقی کو کوئی شیعہ نہیں سمجھتا مگر طبری کی تمام روایات حولیات نگاران کی کتاب میں موجود اور واقعات کربلا وحرہ ومکہ ان ہی پر مبنی۔ ان کی تصحیح واقعات وروایات کی کوششیں صحیح تاریخی روایات اور احادیث پر مبنی ہیں۔

❸ مولانا عتیق الرحمن سنبھلی نے اپنی شاہکار کتاب ''واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر'' لکھنو ۲۰۰۰ء میں اس پر مختصر بحث کی ہے۔ اور بعض دوسرے بزرگوں نے بھی۔ مگر روایات کا مفصل تجزیہ کسی نے نہیں کیا۔ صرف چند روایات پر بحث کی ہے یا عمومی نقد کیا ہے۔

کے تحت ہیں اور وہ سب کی سب ابومخنف کی ہیں، صرف چند کا استثناء کیا جا سکتا ہے۔ اور ان میں بھی واقدی، ہشام کلبی اور ان جیسے جھوٹوں کی روایات ہیں: ابومخنف کی روایات کا صفحہ وار ایک مختصر جائزہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

۴۰۰، ۴۰۳، ۴۰۶، ۴۰۶، ۴۰۶، (دوبار/روایات) ۴۰۷، ۴۰۷، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۳، ۴۱۳، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۳، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۹، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۱، ۴۳۱، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۵، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۴۰، ۴۴۴، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۱، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۳، ۴۵۳، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۷، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۹۔

ابومخنف کی روایات بسا اوقات دو دو تین صفحات پر چلی جاتی ہیں۔ درمیان میں کہیں روایات ابی مخنف میں وقفہ آتا ہے تو ہشام کلبی کی روایات یا عوانہ بن حکم کا ہوتا ہے۔ اس طرح یہ سارا بیانیۂ واقعہ کربلا ابومخنف رافضی کا بنا اور گھڑا ہوا ہے اور اس کے تانے بانے میں دوسرے وضاعوں نے بھرپور حصہ لیا ہے۔

تاریخ طبری بعد کے مورخین اور وقائع نویسوں کا بنیادی ماخذ ہے۔ ابن اثیر کی ''الکامل'' بلاحوالۂ ماخذ، طبری کی تلخیص پیش کرتی ہے۔ دونوں کی روایات کا موازنہ اور بیانیہ کا واقعہ بہ واقعہ مقارنہ اس حقیقت کو ثابت کرتا ہے۔ حقیقت کا تقاضا ہے کہ یہ تقابل کیا جائے۔ حتی کہ امام حدیث وسنن ابن کثیر دمشقی اپنی تاریخ۔ البدایہ والنہایہ۔ میں ہشام کلبی ور ابومخنف لوط بن یحییٰ کوفی اخباری کے بیانات وروایات سے ان تمام ''حوادث وفتن ایام'' کا ذکر کرتے ہیں بلکہ ان ہی سے آغاز کرتے ہیں۔ وہ اس شیعی رجحان ورافضی بیان سے اس قدر مرعوب ہیں کہ خلافت معاویہؓ کو ''ایام معاویہ بن ابی سفیان'' ہی کہتے ہیں۔ واقعہ کربلا ہو یا واقعہ حرہ یا واقعہ مکہ بنیادی طور سے وہ طبری کے ان ہی مفتریوں اور کذابوں کے بیانات پر استوار ومبنی ہے، البتہ جہاں جہاں ان کی حدیثی رگ حمیت پھڑکتی ہے وہاں وہاں وہ حدیث اور صحیح روایات تاریخ سے واقعات کا اضافہ اور تبصرہ کرتے جاتے ہیں، لیکن دور یزیدی کے فتن وحوادث کا سارا نقشہ وہی

بنیادی طور سے بنتا ہے جو دشمنوں نے بنایا ہے۔ ❶

دوسرے فتن و حوادث کا بھی حال ہے اور ان کے بیانات میں ان ہی اماماں کذب وافتراء کی روایات بنیاد بنی ہیں۔ لہٰذا اس ذہنی رجحان، مسلکی میلان اور عقیدہ وعقیدت باطلہ کے فیضان کے بعد خلافت یزید بن معاویہ کے بارے میں ان روایات میں کسی صحیح تصویر کشی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، وہ خالص اموی دشمن اور خلافت اسلامی مخالف راویوں کی دین ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے البتہ جہاں جہاں حدیث اور صحیح تاریخ سے روایات لی ہیں اور واقعات عہد پر تبصرے کئے ہیں وہ دوسری تصویر پیش کرتے ہیں اور ان دونوں تصویروں کا ایک سرسری موازنہ ہی یہ ثابت کر دیتا ہے کہ کون سی تصویر اصلی ہے اور کون سی جعلی۔

یزید کی ولی عہدی کی نوعیت

حضرت معاویہؓ نے صحابہ کرام، تابعین عظام، امراء وولاۃ اور تمام شیوخ و بزرگوں سے عام تصویب کے بعد اپنے فرزند اکبر یزید کو اپنی زندگی ہی میں ولیعہد خلافت مقرر کر دیا تھا تا کہ خلافت عثمانی کے بعد کا سیاسی منظر نامہ نہ دہرایا جائے۔ اس ولیعہدی کی نوعیت اور اسلام میں جانشین کی نامزدگی اور خاص کر فرزند کی تقرری پر دو طرح کے افکار ملتے ہیں: ایک قسم کے مفکرین ومورخین اسے خلافت اسلامی سے ملوکیت کی طرف منتقلی کا آخری مرحلہ ثابت کرتے ہیں۔ دوسری قسم کے مفکرین اور علماء ومورخین اس کی اسلامی حیثیت کو صحیح سمجھتے ہیں اور تاریخ کا ایک ناگزیر مرحلہ قرار دیتے ہیں۔ ان دونوں خیالات ورجحانات کے حاملین نے اپنے اپنے دلائل

---

❶ ان تاریخی روایات کا تجزیہ درایتی طور سے مولانا محمد اسحاق صدیقی، حافظ صلاح الدین یوسف نے کیا ہے۔ اول الذکر کا تجزیہ شاندار ہے حافظ ابن کثیر کے ان تمام بیان کے دو حصے ہیں: اول تاریخی واقعات خلافت یزید اور دوم خلیفہ یزید کے ترجمہ میں صحیح روایات کا تجزیہ۔ البدایہ والنہایہ ۸/ ۱۴۶: "امارة یزید بن معاویة وما جرىٰ فی ایامه من الحوادث والفتن" ۲۰۴: راس الحسین: تک پورا واقعہ ابو مخنف ہی کی روایات پر مبنی ہے، جن کو ابن کثیر نے "ائمة هذا الشان" قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ لیکن خلافت یزید کے خاتمہ پر ترجمۃ یزید بن معاویہ" میں خلیفہ یزید کے خصال محمودہ کا بھی ذکر کیا ہے اور واقعات کربلا وحرہ وغیرہ کا خلافت کے نقطہ نظر سے بھی تجزیہ کر کے ان کو خلیفہ مقرر کی اطاعت سے خلع / نکل جانے سے تعبیر کیا ہے: ۸/ ۲۲۶۔ ۲۳۷۔

دیئے ہیں اوران پر پوری پوری کتابیں لکھی ہیں یا مقالات تحریر کیے ہیں، ان دونوں کے تجزیہ سے سردست بحث نہیں کہ وہ کسی اور موقعہ کی چیز ہے اوراس پر کافی شافی مواد موجود ہے۔ ❶

معاصرین صحابہ کرام کا نظریہ

تاریخ بالخصوص اسلامی تاریخ کے باب میں اصل فکر ورجحان کا اظہار ان کے معاصرین اورمشاہدین کا ہوتا ہے۔اس خاص دورخلافتِ اسلامی کے زمانے میں اصحاب رسول کی ایک بڑی کثیراورعدول جماعت موجودتھی۔ان کا نقطۂ نظر بالخصوص ان کی اکثریت کا نقطہ نظر اور پھران کا اجماع اس مسئلہ پر صحیح اسلامی قدر کا فیصلہ کرتا ہے۔ان کے بعد تابعین کرام کے اجماع واتفاق اوراکثریتی نقطہ نظر کا درجہ آتا ہے اور تیسراان دونوں اعلیٰ طبقات کے تعامل کا ہے۔رہے اختلافی افکاروآراءتو ان کا وجودواظہار کہاں نہیں وہ تو قرآن کی قراءت وتفسیر اور حدیث کی تعبیر میں بھی ملتا ہے۔ ❷

حدیث،تاریخ اورکلامیات کے پورے ذخیرے میں یہ اتفاق واجماع صحابہ ملتا ہے

---

❶ سید ابوالاعلیٰ مودودی، ''خلافت وملوکیت''، نئی دہلی ۱۹۶۹ء (بار دوئم) ۱۴۸، ۱۵۳؛ قاری محمد طیب قاسمی، ''شہید کربلا، اور یزید''، ادارہ تاج المعارف، دیوبند ۱۹۶۰ء؛ سید ابوالحسن علی ندوی حسنی، ''المرتضیٰ''، لکھنؤ ۱۹۸۸ء، ۳۵۲، ۳۷۴ (واقعہ کربلا) بالخصوص ۳۴۹ ومابعد:۔یزید بن معاویہ کی ولایت'' پر بحث اور دوسرے تمام واقعات خلافت یزید پر بزرگان ثلاثہ کا میلان خالص شیعی ہے اور شیعی روایات پر انحصار بھی۔دلچسپ مغالطہ یہ دیا گیا ہے کہ'' روایت'' کے ماخذ کے بطور ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ کا حوالہ دیا گیا ہے مگر یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ سب ابومخنف کی روایات ہیں۔

دوسرے رجحان وفکر کے لئے ملاحظہ ہو:۔

مفتی محمد تقی عثمانی، ''حضرت معاویہ اور سیاسی حقائق''، کراچی ۱۹۸۶ء، ۸۹۔۱۴۰۔ مولانا محمد اسحاق سندیلوی، ''اظہار حقیقت'' کراچی ۳/ ۷۷او مابعد کے مباحث۔

حافظ صلاح الدین یوسف ''خلافت وملوکیت کی تاریخی وشرعی حیثیت''، دہلی ۱۹۹۱ء، ۳۹۶۔۴۳۳ ومابعد۔احمد علی عباسی ''امیر المومنین معاویہ'' کراچی ۱۹۸۷۔ محموداحمد عباسی، ''خلافت معاویہ ویزید''، کراچی ۱۹۶۲ء۔

❷ بحث ومباحثہ میں اختلافی آراء سامنے آتی ہیں جیسے خلافت ابوبکر صدیقؓ کے ضمن میں سقیفہ بنی ساعدہ میں بعض صحابہ کرام نے پیش کی تھیں لیکن اجماع صحابہ کے بعد ان کی کیا حیثیت رہ گئی۔ایک دو حضرات نے مدتوں بیعت نہ کی اس کو کوئی وزن نہیں دیا جاتا۔پھر خلافت یزید کے باب میں کیوں؟

کہ سوائے چار پانچ حضرات کے تمام صحابہ کرام نے بڑے بحث مباحثے کے بعد یزید کی ولیعہدی کی تجویزِ خلیفہ منظور کر لی تھی۔ بعد میں صرف دو حضرات کا اختلاف رہا۔ طبری، ابن اثیر، ابن کثیر اور تمام دوسرے مورخین اور ان کے شیعی وقائع نگار اور حولیات نویس پیشروؤں نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ ان اسلام دشمن اور اموی معاند راویوں نے حضرات معاویہ ویزید کے بارے میں جو ناگفتنی کہی سو کہی انھوں نے اکابر صحابہ کو اپنی نیشتر زنی سے زخمی کرنے کی کوشش کی مگر اس کے باوجود حقیقت پر پردہ نہ ڈال سکے کہ ولیعہدی پر اتفاق ہو گیا تھا۔ ❶

خلافت یزید بن معاویہ کا آغاز

سنہ ۵٦/٦٧٦ میں ولیعہدی کی پختہ بیعت کے انعقاد کے بعد سنہ ٦٠/٦٨٠ میں ولیعہد یزید خلیفہ بن گئے اور بقول امام ذہبی تمام اقالیم وامصار کے سب لوگوں نے ان کی خلافت کی بیعت بھی کر لی، صرف دو عظیم شخصیات حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر نے ان کی بیعت سے گریز کیا: ”وبایعوہ بالخلافۃ وکتب الی الاقالیم بذلک فبایعوہ، وامتنع من بیعتہ اثنان عظیمان......“ طبری، ابن اثیر، ابن کثیر اور تمام دوسرے مورخین نے اس کی تصدیق کی ہے حتی کہ ابومخنف ازدی کی اساسی روایت میں بھی صرف ان تین اکابر کا ذکر ہے جو شروع میں بیعت سے گریزاں تھے، ان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نام کا اضافہ کیا گیا ہے جو خالص کذب وافتراء ہے۔ ان دو گریزاں بزرگوں کی بیعت خلافت سے اجتناب سے سردست

---

❶ طبری ۵/ ۳۰۱-۳۰۴؛ ابن اثیر ۳/ ۵۰۳-۵۱۱؛ ابن کثیر ۸/ ۷۹ومابعد۔ موخر الذکر کا بیان ہے کہ ۵٦/ ٦٧٦ میں حضرت معاویہؓ نے اپنے فرزند یزید کے لئے ولیعہدی کی بیعت لی اور اس کے بارے میں تمام آفاق میں فرامین ومراسلات بھیجے تو ان کی ولیعہدی کی بیعت لوگوں نے تمام اقالیم میں کر لی، سوائے عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر اور ابن عباسؓ کے......”فبایع لہ الناس فی سائر الاقالیم۔ ان روایات واخبار پر روایتی ودرایتی بحث کے لئے مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا محمد اسحاق سندیلوی، حافظ صلاح الدین یوسف اور متعدد دوسرے علماء ومورخین کی کتابوں کے متعلقہ ابواب ملاحظہ ہوں۔
مولانا مودودی، قاری محمد طیب اور مولانا ابوالحسن علی ندوی جیسے شیعی فکر کے حامی سنی علماء کا اس اجماع صحابہ کے بارے میں ان کی مبینہ بزدلی اور مداہنت کا الزام لگانا عدالت ومرتبہ صحابہ کی توہین کے مترادف ہے۔ کیا صحابہ کو بھی خاصا ڈرایا دھمکایا بھی جا سکتا تھا؟

بحث نہیں۔ اصل مدعا یہ واضح کرنا ہے کہ تمام صحابہ کرام نے اور تمام دوسرے تابعین واکابر نے بلا اختلاف بیعتِ خلافت کر لی تھی اور امیر یزید امت اسلامی کے متفقہ خلیفہ مقرر ہو گئے تھے۔ اس اتفاق واجماع صحابہ واکابرِ وقت کی اصل قیمت ہے کہ ان کے نزدیک خلیفہ یزید بن معاویہؒ خلافت کے مستحق تھے اور امت اسلامی نے ان کو غالب اکثریت سے منتخب کیا تھا۔ اس کے بعد صحابہ کرام اور دوسرے اکابر کے نہاں خانہ دل میں چھپے ہوئے اسباب وعناصر کی تلاش کا کام شیعی اور رافضی عناصر نے کیا ہے اور ان کی روایات کا ذیہ سے صحیح العقیدہ سنی علماء اور مورخین کا ایک طبقہ بھی متاثر ہو گیا ہے جس کے کوئی معنی نہیں۔ عجیب ستم ظریفی ہے کہ حضرت علیؓ کی خلافت سے صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد کے گریز اور بہت سے صحابہ کرام کی قصاصِ عثمان کی شرط پر بیعت کرنے کے واقعہ اور مشروط بیعت کے منسوخ ہونے کے معاملہ کے بعد خلافت چہارم کے خلاف تحریکِ قصاص کے برپا ہونے کے مسئلہ پر یہی عناصر اور روایت کرنے والے واویلا مچاتے ہیں کہ اکثریت نے تو بیعت کر لی تھی اور اب اقلیت کے طبقات کے گریز سے بیعت خلافت علیؓ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ یہ اصول ان کو خلافت یزید میں یاد نہیں آیا۔ ❶

خلیفہ یزید بن معاویہؒ کی خلافت پر سب سے بڑا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ وہ امت کے بہترین لوگوں میں نہ تھے۔ ان کے فسق وفجور کی داستانیں بھی سنائی جاتی ہیں وہ سب کی سب بقول امام ابن تیمیہؒ واہیات ہیں: "کلها واهية" لیکن خیار امت میں نہ ہونے کا معاملہ ایک واقعہ ہے۔ حضرت معاویہؓ اور دوسرے تمام حامیان یزید بھی اس سے متفق تھے۔ لیکن ان کے سامنے امت کی وحدت اور اسلامی خلافت کی سالمیت کا معاملہ اہم ترین تھا اور اسی اہم ترین ضرورت کی بنا پر حضرت معاویہؓ نے یزید کو خلیفہ بنایا تھا۔ واقعات بعد شہادتِ حضرت عثمان نے اس کی واقعاتی تائید کر دی تھی۔ ❷

---

❶ طبری ۵/ ۳۳۸ وما بعد؛ ابن اثیر ۴/ ۱۴ وما بعد؛ ابن کثیر ۸/ ۱۴۶۔۱۴۸؛ ذہبی ۱/ ۳۰۔

❷ خلیفہ یزید بن معاویہ کے کردار پر لعن طعن کے لئے مودودی، قاری طیب اور مولانا ندوی کے متعلقہ مباحث ملاحظہ ہوں اور ان واہی تباہی روایات کی تردید اور خلیفہ کے عمدہ اسلامی کردار وسیرت پر بحث کے لئے مولانا محمد اسحاق، محمد تقی عثمانی اور حافظ صلاح الدین وغیرہ کی بحثیں ملاحظہ ہوں۔

حضرات صحابہ میں سے بیشتر کا بھی یہی خیال تھا۔ ان میں سے ایک صحابی جلیل کا اظہار اسی امر پر ملتا ہے۔ حضرت یسیر بن عمرو انصاریؓ کے پاس خلافت یزید کے معاً بعد کچھ لوگ آئے اوران سے کہا کہ لوگ یزید کو خیارِ امت میں نہیں شمار کرتے تو حضرت یسیرؓ نے فرمایا کہ لوگ صحیح کہتے ہیں اور میں بھی یہی کہتا ہوں، لیکن اللہ تعالیٰ امت محمد ﷺ کے معاملہ پر اتحاد و اتفاق پیدا فرمادے وہ مجھے افتراق وانتشار سے زیادہ عزیز ہے اور پھر ایک حدیث نبوی سنائی۔ "قال دخلنا على يسير فدخل رجل من الصحابة حين استخلف يزيد ابن معاوية فقال: انهم يقولون ان يزيد ليس بخير امة محمد ﷺ وانا اقول ذلك ولكن لان يجمع الله امر امة محمد احب الى من ان يفترق......" (اسد الغابہ ۵/۱۲۶)

حافظ ابن کثیر دمشقیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور اہل بیت نبوت کی جماعات کے نقض عہد نہ کرنے خاص کر بیعت یزید کے بعد اور واقعہ حرہ کے ضمن میں کسی اور کی بیعت نہ کرنے کا واضح ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ بیعت یزید پر قائم رہے "وقد كان عبدالله بن عمر بن الخطاب وجماعات من اهل بيت النبوة ممن لم ينقض العهد، ولا بايع احدا بعد بيعته ليزيد" ❶

واقعہ یہ ہے کہ صرف ایک خاص جماعت مدینہ نے خلیفہ یزید کی بیعت کو توڑا تھا اور پورا مدینہ اس کے خلاف تھا اور بیعت خلیفہ پر قائم۔ خاندان حضرت علیؓ سے حضرت محمد بن الحنفیہ نے نہ صرف یزید کی بیعت نہیں توڑی بلکہ یزید کی تعریف وتوصیف بھی کی۔ ❷

یزید بن معاویہ کی بیعت خلافت سے دو بزرگوں۔ حضرات حسینؓ وعبداللہ بن زبیرؓ۔ کے اجتناب پر صحابہ کرام اور جماعت مسلمہ کا جو ردعمل ہوا تھا اس کا اظہار اور کسی نے نہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کیا تھا۔ وہ ابتدا میں بیعت ولیعہدی سے گریزاں رہے تھے مگر حضرت معاویہؓ کی

---

❶ البدایہ ۸/۲۳۲؛ امام بخاری کی مشہور حدیث کو اس سلسلہ میں مولانا سندیلوی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

❷ البدایہ ۸/۲۳۳: یہ خاصی لمبی فصل ہے اور وہ ان تمام غلط روایات کی تردید کرتی ہے جو کردار خلیفہ کے بارے میں پیش کی جاتی ہیں۔

مدینہ میں تشریف آوری کے بعد ان کے دلائل سننے کے بعد اور حضرت حفصہ ام المومنینؓ کی نصیحت کے بعد ولیعہدی کی بیعت بھی کر لی تھی اور اس سے متفق بھی ہو گئے تھے، اس کے بعد خلافت کی بیعت کرنے والوں میں وہ سب سے آگے تھے۔ اس سیاسی اور دینی پس منظر میں ان کے ردعمل اور حضرات حسین وابن زبیر سے مکالمہ کا اصل معنی ومفہوم ہویدا ہوتا ہے۔ ان کی بیعت خلافت کا واقعہ مختصراً یہ ہے:

امیر مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان امویؒ نے خلیفہ یزید کا گرامی نامہ پانے کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے بیعتِ خلیفہ کرنے کی درخواست کی۔ حضرت موصوف نے فرمایا کہ لوگ بیعت کرلیں گے تو میں بھی بیعت کرلوں گا: "اذا بایع الناس بایعت......" اور جب لوگوں نے بیعت کر لی تو انھوں نے بلاتکلف یزید کی بیعت خلافت کر لی اور پھر حضرات حسین وابن زبیرؓ سے ملاقات پر کہا تھا: اللہ سے تم دونوں ڈرو اور جماعت مسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو، "اتقیا اللہ و لا تفرقا بین جماعۃ المسلمین......" اس اظہار ابن عمرؓ میں تمام صحابہ کرام کا موقف موجود ہے۔ ❶

اسی طرح حضرت ابن زبیرؓ کے خلاف حضرت عمرو بن سعید بن العاص امویؒ کا موقف سامنے آتا ہے وہ امیر مکہ تھے اور ولید بن عتبہ اموی کے معزول ہونے کے بعد امیر مدینہ بھی بنا دیئے گئے تھے اور ان کا قیام مدینہ منورہ میں رہا کرتا تھا۔ حضرت ابن زبیرؓ کے خلاف وہ فوجی مہمات بھیجا کرتے تھے۔ حضرت ابوشریح خزاعیؓ نے ان کو مکہ مکرمہ کے حرم میں قتال نہ کرنے کی حدیث صحیح سنائی اس پر حضرت عمرو بن سعیدؒ نے فرمایا: اے ابوشریح! ہم اس کے بارے میں تم سے زیادہ جانتے ہیں حرم کسی نافرمان کو پناہ نہیں دیتا نہ ہی خون وخرابی کرنے والے کو پناہ دیتا ہے:

"ان الحرم لا یعیذ عاصیا، و لا فارا بدم، و لا فارا بخربۃ" ❷

حرم مکہ مکرمہ اور حرم مدینہ منورہ۔ حرمین شریفین۔ پر حملہ کرنے کے مسئلہ پر خوب واویلا

---

❶ ابن کثیر ۸/ ۱۴۸ بالخصوص نیز ۸/ ۲۳۲ نیز مباحث تقی عثمانی، اسحاق سندیلوی حافظ صلاح الدین وغیرہ۔

❷ ابن کثیر ۸/ ۱۴۸: دوسرے معاصرین اور صحابہ کرام بالخصوص نے حضرت ابن زبیر کے اقدام کی تائید نہیں کی اور اسے فتنہ سے تعبیر کیا۔

مچایا جاتا ہے بلا شبہ ان دونوں مقدس مقامات کی حدود میں جنگ وقتال حرام ہے اور رسول اکرم ﷺ نے اس سے روکا بھی ہے، لیکن مسئلہ یہ ہے کہ خلیفہ وقت یا حکمران عصر کی نافرمانی، خواہ بیعت سے انکار کی صورت میں ہو یا خلیفہ کے خلاف جنگ وجدال شروع کرنے کی صورت میں ہو، اس وقت حرم کے حدود میں متفقہ حکمران وخلیفہ کیا پالیسی اختیار کرے؟ بقول عمرو بن سعیدؒ باغی کو بغاوت کا، نافرمان کو جنگ وجدال کی تیاری کا، خلافت کی بیعت توڑنے اور متوازی حکومت قائم کرنے کی کوشش کا سد باب کیونکر کیا جاسکتا ہے۔ باغی اور نافرمان کو تو اجازت ہو مگر حکومت وقت کو نہ ہو۔ یہ کسی اسلامی قانون، کسی امر شریعت اور کسی فرمان نبوی اور کسی فرمان الٰہی میں بھی جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر جلیل القدر صحابی اور عالم امت اسلامی تھے مگر ان کے اس سیاسی موقف سے صحابہ نے اتفاق نہیں کیا، واقعہ حرہ میں جب عبداللہ بن مطیع اور ان کے حامی وہمنوا اصحاب کی ایک قلیل جماعت نے خلیفہ یزید کی بیعت توڑی اور خود اپنا خلیفہ مقرر کرکے متوازی حکومت قائم کرلی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے ان کو پھر سمجھایا تھا۔ انھوں نے اس موقعہ پر اپنے خدم وحشم اور فرزندوں اور عزیزوں کو جمع کرکے خلیفہ یزید کی بیعت کی تجدید از سر نو کی۔ اور اس کے ذریعہ واضح کردیا کہ وہ اس ''بغاوت'' سے نہ صرف الگ تھے بلکہ وہ اس کو اسلامی قانون کے خلاف بھی سمجھتے تھے۔ انھوں نے باغیوں کے سرخیل اور گروہ کو اس حرکت سے باز رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی اور حدیث صحیح سنائی تھی کہ قیامت کے دن ہر غادر/ بدعہدی کرنے والے شخص کی رسوائی کے لئے ایک علم ملامت لگایا جائے گا تاکہ وہ جانا جائے: انھوں نے ان باغیوں سے اپنی براءت کا اظہار کیا تھا اور اسی طرح مدینہ منورہ کے تمام صحابہ اور اکابر نے ان کا ساتھ دینے سے احتراز کیا تھا۔

''...... سمعت رسول الله ﷺ يقول: ينصب لكل غادر لواء يوم القيامة، وانا بايعنا هذا الرجل على بيعة الله ورسوله، واني لا اعلم عذرا اعم من ان يبايع رجل على بيعة الله ورسوله ثم ينصب له القتال، واني والله لااعلم احدا منكم خلعه ولا بايع في هذا الامر الا كانت الفيصل بيني وبينه''

(+فی نسخة ص: تابع=ایک روایت میں بایع ہے)❶

احادیث وروایات اور تاریخی شہادات سے ثابت ہوتا ہے کہ یزید بن معاویہ اموی کی خلافت کو روز مسند نشینی سے تمام اکابر اسلام اور تمام شیوخ اقالیم نے ہی نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا نے تسلیم کرلیا تھا۔ان میں صحابہ کرامؓ کی بیعت خلافت سب سے اہم اظہار تھا کیونکہ وہ رسول اکرم ﷺ کے تربیت یافتہ افراد تھے اور شریعت ودین کے ساتھ ساتھ امور خلافت کے ماہرین بھی تھے۔اصلاً ان ہی اکابر اسلام کے اجماع واتفاق سے خلافت کا انعقاد ہوتا تھا۔اس اجماعی خلافت سے علیحدگی اور اس سے اختلاف کو انھوں نے کبھی پسند نہیں فرمایا بلکہ اس کی مذمت کی اور خلیفہ وقت کی اطاعت کی،ان مرکز وخلافت گریز عناصر کو ہمہ وقت اور پرزور نصیحت کی۔وہ اس قسم کی اختلافی چیزوں کو امت اسلامی اور خلافت اسلامی کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے والی چیزیں سمجھتے تھے۔اس لئے تمام صحابہ کرام نے نہ صرف یزید کی بیعت خلافت کی بلکہ اس پر ہمیشہ قائم رہے اور تعاون بھی کرتے رہے۔حدیث بخاری: ۷۱۱۲ اور اس کے ایک طرف: ۷۱۷۲ کے مطابق حضرت ابو برزہ اسلمیؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سمیت تمام مخالفین خلافت کو دنیا کے لئے لڑنے والا قرار دیتے تھے''.... وان ھؤلاء الذین بین اظھرکم واللہ ان یقاتلون علیٰ دنیا، وان ذلک الذی بمکة واللہ ان یقاتل الا علی الدنیا''۔اہل شام کے لئے دنیا پر قتال کرنا تو یوں بھی مشہور ہے۔ایک اہم مگر تلخ حقیقت یہ ہے کہ خلافت یزید سے گریز کرنے والے دونوں بزرگوں۔حسین وابن زبیرؓ۔نے اپنی خلافت قائم کرنے کی کوشش کیوں کی؟ ان سے بہتر اور بزرگ تر صحابہ کرام اور ماہرین سیاست وحکومت موجود تھے،ان کی خلافت کیوں نہ قائم کرنے کی جدوجہد کی۔

---

❶ بخاری، کتاب الفتن، باب اذا قال عند قوم شیئا ثم خرج الخ؛ فتح الباری، ۱۳/ ۸۶-۹۳؛ حدیث: ۷۱۱۱-۷۱۱۲؛ ابن طولون، ۶۳ بحوالہ ابو القاسم التیمی الطلحی. الحجة فی بیان المحجة، فصل فی ذکر یزید بن معاویة وحاله؛ امام احمد بن حنبل؛ مفصل بحث کے لئے، مولانا اسحاق سندیلوی، اظہار حقیقت، ۳/ ۱۸۶-۲۴۱ ومابعد۔نیز کتب دیگر۔

مورخ ابن طولون نے حافظ عبدالغنی بن سرور المقدسی کے فتاویٰ میں سے ایک فتویٰ نقل کیا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح تھی: "خلافته صحیحة" اور بعض علماء کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کی بیعت ساٹھ اصحاب رسول نے کی تھی جن میں حضرت ابن عمرؓ بھی تھے: "......بایعه ستون من اصحاب رسول الله ومنهم ابن عمر" ایسے اور بھی شواہد ملتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد اسحاق سندیلویؒ نے بطور خاص ان کو جمع کر دیا ہے۔ اس قبول عام اور اجماعی خلافت کے بعد کہنے کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ اس کا اہم ترین نکتہ صحابہ کرام کا یزید کی خلافت پر اجماع ہے۔ متاخرین کے موقف وقول وفکر مخالف کے کوئی معنی نہیں۔ ❶

❖❖❖

❶ ابن طولون، ۷۰؛ اظہار حقیقت مذکورہ مباحث۔

خلافت یزید میں صحابہ کرام

ایک عمومی روایت ابن طولون کے حوالے سے گزر چکی ہے کہ بیعت یزید کرنے والے صحابہ کی تعداد ساٹھ تھی۔ یہ تعداد اصحاب رسول ﷺ ہی اس دور کی خیریت، میمونیت، مبارکی اور اسلامی خلافت کے لئے کافی شہادت ہے، مگر یہ لازمی طور سے صحابہ کرام کی اتنی ہی تعداد نہیں تھی۔ راوی کے علم میں جتنی تعداد آئی وہ بیان کر دی اور وہ اپنی جگہ صحیح بھی ہے۔ اس امکان سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس عہد خلافت میں صحابہ کرام کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی اور ان کی گنتی کسی وجہ سے نہیں ہو سکی۔ ظاہر ہے کہ اس عہد میں مردم شماری کے ایسے پکے طریقے نہیں تھے۔ لیکن اگر معاجم صحابہ۔ اسد الغابہ اور اصابہ وغیرہ۔ سے صحابہ کرام کی وفیات کی فہرست اسی طرح تیار کی جائے جس طرح حضرت معاویہؓ کی خلافت کے دوران وفات پانے والے صحابہ کرام کی فہرست تیار کی گئی ہے تو صحیح تعداد کا ایک تخمینہ مل سکے گا۔

طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر وغیرہ نے سنہ ۶۰/ ۶۶۱ تا ۶۴/ ۶۸۳ میں خلافت یزید کے دوران وفیات اکابر واعیان کا ذکر ضرور کیا ہے مگر وہ خاصا ناقص ہے۔ مثلاً ۶۰ھ میں صرف دو اکابر کا ذکر خیر ہے: حضرت صفوان بن معطل اور ابو مسلم خولانی کا، ۶۱ھ کے وفیات میں صرف چھ اکابر شامل ہیں: ۱۔ حضرت حسینؓ ۲۔ حضرت جابر بن عتیک بن قیسؓ ۳۔ حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ ۴۔ حضرت شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ عبدری حجبیؓ ۵۔ حضرت ولید بن عتبہ امویؓ ۶۔ حضرت ام سلمہؓ۔ اسی طرح ۶۲ھ کے وفیات میں شامل ہیں: ۱۔ حضرت بریدہ بن حصیب اسلمیؓ ۲۔ حضرت ربیع بن خثیمؒ ۳۔ حضرت علقمہ بن قیسؒ ابو شبل نخعی کوفیؒ (موخر الذکر دونوں حضرات عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب میں تھے اور علمائے وقت تھے) ۴۔ حضرت عقبہ بن نافع فہریؓ ۵۔ حضرت عمرو بن حزم انصاریؓ صحابی جلیل ۶۔ حضرت مسلم بن مخلد انصاریؓ ۷۔ حضرت نوفل بن معاویہ دیلمیؓ اور ایک خاتون گرامی ۶۳ھ میں ابن کثیر نے وفیات نہیں دیں۔ اور سنہ ۶۴/ ۶۸۳ کے ماہ ربیع الاول میں خلیفہ یزید کی وفات ہو گئی تھی لہٰذا وفیات کو چھوڑ دیا گیا۔ ❶

---

❶ ابن کثیر ۸/ ۱۴۶؛ ۲۱۲، ۲۱۶ و مابعد

انتظامیہ یزید میں صحابہ کرام

صحابہ کرام نے صرف خلیفۂ وقت کی بیعت ہی نہیں کی تھی بلکہ ان کے ساتھ بھرپور تعاون بھی کیا تھا۔ ان میں سے بلا شبہ ایسے بھی تھے جن کو انتظام وانصرام سے دلچسپی نہ تھی اور وہ صرف تعلیم وتربیت میں مشغول رہے۔ مگر بہت سے ایسے صحابہ کرام بھی تھے جنھوں نے اس دور خلافت میں مختلف علاقوں میں ہونے والے جہاد میں حصہ لیا اور مختلف ممالک اور امصار کی فتوحات میں اپنا کردار صحابی ادا کیا اور ان میں بہت سے اکابر نے وفات/شہادت پائی۔ ایسے صحابہ کی تعداد بھی کافی تھی جو خلافت یزید میں انتظامی، فوجی اور مالی مناصب سے پہلے کی طرح وابستہ رہے۔ تمام مورخین اور وقائع نگاروں مثلاً طبری، ابن اثیر، ابن کثیر وغیرہ نے برملا لکھا ہے کہ یہ یزید کی انتہائی زیرکی اور دانشمندی تھی کہ اپنے پیشرو خلیفہ حضرت معاویہؓ کے منصب دار صحابہ اور دوسرے اکابر کو ان کے مناصب پر برقرار رکھا اور ان میں سے کسی ایک کو فوری طور سے معزول یا تبدیل نہیں کیا۔ بعد میں یہ تبدیلیاں ناگزیر ہو گئیں تو ان کو عمل میں لایا گیا۔ ❶

ان تمام مورخین اور تذکرہ نویسوں نے صرف چند عمال وولاۃ کا ذکر کیا ہے۔ ان میں شامل تھے: ۱- امیر مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان امویؓ ۲- امیر کوفہ حضرت نعمان بن بشیر انصاریؓ ۳- امیر بصرہ عبیداللہ بن زیاد امویؒ ۴- امیر مکہ عمرو بن سعید بن العاصؓ۔ یہ صرف چار ولایات اور ان کے امراء کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ مشتے از خروارے ہی ہے۔ اسلامی ریاست وخلافت کے امراء وعمال اور والیوں اور فوجی افسروں اور قاضی وغیرہ کے جیسے منصب داروں کی تعداد سیکڑوں سے متجاوز تھی۔ ان سب کا ذکر نہ کیا جاتا تو کم از کم اہم ترین ولایات کے افسروں کا ذکر ہوتا لیکن ان تذکرہ نویسوں کو اس سے زیادہ بیعت یزید سے انکارِ حسینؓ کا واقعہ بیان کرنے کی جلدی تھی اور اس کا مقصد بھی بہت واضح ہے۔

---

❶ ابن کثیر، ۸/۱۴۶: "فأقر نواب ابيه على الاقاليم، لم يعزل احداً منهم، وهذا من ذكائه" نیز طبری، ۵/ ۳۳۸ وما بعد؛ ابن اثیر ۴/ ۱۴ - وما بعد۔

سالارانِ لشکر

حضرت معاویہؓ کے عہد میں مختلف محاذوں اور ممالک و امصار میں خلافت راشدہ کی حکمت عملی جاری رہی۔ فتوحات اور مہمات کا سلسلہ ان میں پھر سے جاری ہوا اور یہ اسلامی فتوحات کا دوسرا شاندار دور تھا۔ خلافت معاویہ و یزید میں خلافت راشدہ کے ہی سارے محاذ اور سیکٹر تھے جن میں فتوحات کا سلسلہ دراز و جاری رہا۔ مشرقی محاذ میں خراسان وسجستان وغیرہ پر مشتمل ممالک و امصار تھے جو وسطی ایشیا کے تمام علاقوں کو محیط تھے۔ شمالی محاذ میں رومی غزوات و مہمات کا سلسلہ تھا جو عہد معاویہ میں بیس سال اور عہد یزید میں باقی چار سال تک جاری رہا۔ مغربی محاذ میں افریقیہ میں شامل ممالک لیبیا، الجیریا، تیونس اور مراقش وغیرہ کے سارے بربر علاقے اور دیار تھے۔ ان تینوں محاذوں پر اموی دور کے اولین پچیس برسوں میں قریب قریب برابر فوجی کارروائیاں جاری رہیں اور ان میں عہد یزید میں بھی انقطاع نہیں آیا۔ بعض علاقوں مثلاً بحر روم کے جزیروں روڈس اور ارواد میں بعض ناگزیر تبدیلیاں کی گئیں تاہم جہادی سلسلے کو کسی طرح روکا نہیں گیا۔ اس تسلسل کا ذکر بعض امراء جیوش اور سالاران لشکر کے تسلسل میں بھی ملتا ہے۔ ان میں صحابہ کرام بھی شامل تھے اور دوسرے اکابر بھی۔

صحابہ کرام کے معاجم بالخصوص۔ اسد الغابہ اور اصابہ۔ میں امراء و عمال حضرت معاویہؓ کے بارے میں بالخصوص اور کبھی خلفاء راشدین کے حوالے سے بعض صحابہ کرام کی جہادی سرگرمیوں کے تسلسل کا ذکر بہت خاص امر ہے۔ وہ یہ ثابت کرتا ہے کہ خلافت راشدہ میں جو فتوحات کی پالیسی وضع کی گئی تھی اسی کو حضرات معاویہ و یزید نے بھی اپنے اپنے دور خلافت میں جاری رکھا، وہ کسی طرح سے بھی دنیاوی جنگ وجدال اور ممالک غیر کو ہڑپ لینے کا شاخسانہ نہیں تھا۔ اسی دینی، سیاسی اور سماجی وجہ سے صحابہ کرام نے ان فوجی کارروائیوں میں حصہ بھی لیا تھا اور ان کی کمان بھی کی تھی۔

مشرقی محاذ: خراسان وسجستان

وسطی ایشیا/ ایشیائے کوچک کی فتوحات اوران کے تسلسل پر بعض مستشرقین نے قابل قدر کام کیا ہے ان میں سے بعض ہیں: ہملٹن گب Hamilton R. Gibb ، فرانسسکو جبرئیلی Francisco Gabrieli ، ڈینیل سی ڈینٹ (Daniel C. Dennett) ، گلب پاشا G.B. Glubb اور ولیم میور اور ولہاسن وغیرہ ان مستشرقین نے اسلامی مآخذ پر ہی اپنی تحقیقات کی بنیاد رکھی ہے۔ان کے مطالعہ میں دو جہات ملتی ہیں: ایک تو بیانِ واقعات ہے جو بالکل صحیح ہے اور دوسری ان کی تعبیر وتشریح اور ان سے نتائج اخذ کرنے کی جہت ہے اور اس کے بارے میں محتاط رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ بسا اوقات وہ اسلامی مآخذ کی روایات کو جھٹلانے پر آمادہ ہوجاتے ہیں،اس معاملے میں ڈینیٹ کا تجزیاتی مطالعہ بہت شاندار ہے اور وہ اسلامی مآخذ کی روایات کی کل تصدیق وتائید کرتا ہے۔ ❶

عہد فاروقی سے یہ دستورِ جہاد ترقی پذیر ہوچکا تھا کہ امیرِ بصرہ اور والی کوفہ مشرقی محاذ کی فتوحات کے ذمہ دار ہوتے تھے، بصرہ-کوفہ جب حضرت زیاد بن ابی سفیان امویؒ جیسے عبقری سالار ووالی کے ماتحت مجموعی طور سے آئے تو اس مجمع البحرین نے پورے مشرقی اور جنوبی ایشیا کی فوجی، سیاسی اور انتظامی سالاری کے تمام اختیارات ووسائل حاصل کر لئے۔عہدِ خلافت معاویہ میں حضرت عبداللہ بن عامرؓ امیرِ بصرہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ امیرِ کوفہ اور ان کے جانشینوں کے زمانۂ امارت میں مشرقی محاذ کے سالاروں کی تقرری اور فتوحات کی دیکھ ریکھ کا سارا کام خلیفۂ وقت نے ان پر ہی چھوڑ دیا تھا۔یہی پالیسی عہدِ یزید میں بھی جاری رہی اور بسا اوقات ایسا بھی ہوا کہ حضرت معاویہؓ کے دور کے مقررہ کردہ امراءِ جیش اس دور میں بھی اپنے

❶ ایچ اے آر گب Studies on the girilzation of Islam، لندن ۱۹۶۲؛ The Arab conqvest of central Asia، لندن ۱۹۳۲؛ فرانسسکو جبرئیلی، اے شارٹ ہسٹری آف دی عربس، لندن ۱۹۶۵؛ Mohammad and canquert of Islam، لندن ۱۹۶۸ء؛ ڈینیٹ، Conversion 8 poll-Tax in early Islam، کیمبرج ۱۹۵۰؛ گلب پاشا، دی لائف اینڈ ٹائمز آف محمد، لندن ۱۹۷۰ء وغیرہ؛ میور The caliplate، بیروت ۱۹۶۳ء

اپنے مناصب پر کام کرتے رہے۔ بعد کے تیسرے دورِ فتوحات میں عبدالملک اوران کے فرزند ولیداول کے زمانے میں بھی یہی پالیسی رہی۔

بعض عظیم صحابہ کرام کے مشرقی محاذ کے علاقے بالخصوص خراسان میں شرکت کا ذکر عہد یزید میں بھی ملتا ہے، اگر چہ ان کے مناصب کا ذکر نہیں کیا جاتا، تاہم یہ یقینی ہے کہ وہ امیر الامراء/ سپہ سالار کے تحت کسی اکائی کے سربراہ ضرور رہے تھے۔ ان میں سے ایک حضرت بریدہ بن حصیب اسلمیؓ ہیں جو قدیم صحابی ہیں اور عہد نبوی سے خلافتِ راشدہ تک اور خلافت راشدہ سے خلافتِ امویہ کے اولین دور تک صحابہ کے تعاون و تعامل اور جہاد و فتوحات میں سرگرمی کا سرنامۂ وفا ہیں۔ وہ بقول مورخین اور سوانح نگاروں کے خراسان کے غزوے میں شریک رہے اور خلافتِ یزید میں مرو میں وفات بھی پائی۔ ❶

حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے سے مشرقی محاذ پر خراسان وسیستان وغیرہ پر فوجی کارروائیاں جاری رہیں، اگر چہ طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر وغیرہ کے بیاناتِ سنین امیر یزید پر واقعہ کربلاء، واقعہ حرہ وغیرہ کا ضرورت سے زیادہ غلبہ ہے، تاہم وہ ان واقعاتِ ہائلہ کے اواخر میں مشرقی محاذ پر فوجی کارروائیوں اوران کے سالاروں کا مختصر ذکر ضرور کرتے ہیں۔ ۶۰ھ کے اواخر میں مشرقی محاذ یا دوسرے محاذوں پر فوجی کارروائیوں کا ذکر نہیں کیا گیا ہے خاص طور سے ان تینوں مورخین کے بیاناتِ سال میں لیکن ۶۱/ ۶۶۱-۶۶۲ کے اواخر میں واقعہ کربلا کے افسانوں سے فرصت پانے کے بعد خراسان و سجستان پر سلم بن زیاد کی ولایت کی خبر کی سرخی کے بعد ان کی تقرری کے سبب اور بعض واقعات کا ذکر ضرور کیا ہے۔ امیر سلم بن زیاد نے شام سے پہلے حارث بن معاویہ حارثی کو خراسان بھیجا اور پھر بصرہ آ کر خراسان کا رخ کیا۔ ان کے علاوہ اپنے دوسرے سالاروں کو مختلف علاقوں میں روانہ کیا۔ ان سالاروں میں سلم بن زیاد کے بعض بھائی بھی شامل تھے جیسے یزید بن زیاد اوران سب کا تعلق تابعین کے طبقہ سے تھا۔ البتہ سلم بن زیاد کے لشکر میں بعض اکابر اور صحابہ و اشراف کی شمولیت کا ذکر ہے جو اشرافِ بصرہ اور شہسوارانِ قوم

❶ ابن کثیر، ۸/ ۲۱۶: بعض دوسری روایات سے واضح ہوتا ہے کہ صحابی موصوف مسلسل اس مشرقی محاذ پر مصروف جہاد رہے تھے۔

میں سے تھے۔ جیسے عمران بن فیصل البزحمی، عبداللہ بن خازم سلمی، طلحہ بن عبداللہ بن خلف خزاعی، مہلب بن ابی صفرہ ازدی، حنظلہ بن عرادہ، ابوحزابہ ولید بن نہیک / بنو ربیعہ بن حنظلہ کے امیر، یحییٰ بن یعمر عدوانی حلیفِ ہُذیل اور بہت سے دوسرے۔ اس ضمن میں یہ بھی قابل ذکر ہے کہ خلیفہ یزید بن معاویہؓ نے امیرِ کوفہ و بصرہ عبیداللہ بن زیاد اموی کو دو ہزار منتخب افراد کو مقرر کرنے کا حکم دیا۔ بعض دوسروں کا بیان ہے کہ چھ ہزار چیدہ افراد کے انتخاب کا مشورہ یا حکم اس نامۂ خلیفہ میں دیا گیا تھا۔ خود امیرِ خراسان جناب سلم بن زیاد ان وجوہ و اشراف کو چنتے تھے جن میں شہسواروں کی تعداد بھی کافی تھی۔ اور اس سے زیادہ اہم فقرہ / جملہ یہ ہے کہ لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے تھے۔ اس طرح باری باری سے وہ نکلتے رہے۔

اس پوری روایت میں یہ اہم واقعہ بھی درج کیا گیا ہے کہ اس مشرقی جہاد میں بعض مسلم خواتین بھی موجود تھیں، ان میں سے ایک معاذہ بنت عبداللہ العدویہ تھیں جو صلہ بن اشیم عدوی کی زوجہ محترمہ تھیں اور استخارہ کے بعد نکلی تھیں۔ اور حضرت سلم بن زیاد کے ساتھ ام محمد بنت عبداللہ بن عثمان بن ابی العاص ثقفی تھیں جو نہر کو عبور کرنے والی اولین خاتون عرب تھیں، ایک دوسری روایت میں ہے کہ خراسان کے یہ عمال پورے موسمِ گرما میں غزوہ کرتے رہتے تھے اور جب سردی کا موسم آتا تو اپنے میدانِ جہاد سے مروِ شاہجہان میں لوٹ آتے تھے اور سردی کا موسم وہاں گذارا کرتے تھے۔ حضرت سلم نے سمرقند کا غزوہ اس کے بعد کیا اور ان کی اہلیہ ام محمد ساتھ تھیں اور وہاں ان کا ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام صغدیٰ رکھا گیا۔ اس روایت میں حضرت مہلب بن ابی صفرہ ازدی کی مہمات، فتوحات اور اموالِ غنیمت کا بھی ذکر ہے۔ حضرت سلم کے خوارزم پر حملہ کا بھی مختصر ذکر ہے اور سمرقند والوں کی صلح کرنے کا بھی۔ اور بعض دوسرے ضمنی واقعات کا بھی۔ ❶

❶ طبری ۵/ ۴۷۱-۴۷۴: ان اکابر میں حضرت عبداللہ بن خازم سلمی صحابہ میں سے تھے اور بعض کے بقول وہ تابعی تھے۔ وہ ۷۱/ ۶۹۰-۶۹۱ تک ان حروب خراسان کے سالار رہے اور بسا اوقات امیر خراسان بھی رہے۔ اسد ۳/ ۱۴۸؛ اصابہ ۱۴۱ ۴۶۔ ان میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ تمام اشراف و اکابر حضرت معاویہؓ کے زمانے سے اس مشرقی محاذ پر کارفرما رہے تھے۔ اسی کی ایک مثال یہ ملتی ہے کہ حضرت معاویہؓ کے آخری زمانہ میں عبدالرحمٰن بن زیاد اموی خراسان کے گورنر تھے اور شہادت حسینؓ کے بعد جب وہ خلیفہ یزید سے ملاقات کے لئے دمشق گئے تو حضرت قیس بن ہیثم کو اپنا نائب مقرر کر کے گئے تھے اور وہ ایک صحابی جلیل تھے۔ طبری ۵/ ۳۱۶؛ اسد ۴/ ۲۲۹۔

مغربی محاذ: افریقیہ

حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں مصر کی فتح کے بعد والیانِ مصر حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ اور ان کے فرزند عبداللہ اور دوسرے جانشینوں کو مصر کی حدود سے مراقش کی حدود تک بلکہ بحرِ اوقیانوس کے کنارے تک بربر اقوام کے خلاف کارروائی کرنی پڑتی تھی کیونکہ وہ خود بھی اسلامی خلافت کے دشمن تھے اور رومی حکمرانوں کی شہہ پر بھی جنگیں کرتے تھے، حضرت عمرو بن العاص سہمیؓ نے اپنے بھتیجے حضرت عقبہ بن نافع مہریؒ کو افریقیہ کے محاذ کا امیر الجیوش مقرر کیا تھا اور وہ سالانہ تاخت کرتے رہتے اور اپنی طوفانی فوجی کارروائیوں میں تمام علاقوں کو روندتے ہوئے بحرِ اوقیانوس تک جاپہونچے، سمندر میں اپنے گھوڑے کو ڈال کر فریاد کی تھی کہ پروردگار! میں نہیں جانتا کہ اس سمندر کے پرے بھی کوئی زمین ہے ورنہ اسے بھی تیری راہ میں روند ڈالتا۔ اقبال کا مشہور مصرعہ ؎ "بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے" میں انھیں کی طرف تلمیح ہے۔

خلافتِ راشدہ سے جو افریقیہ کی سوغات جہاد ملی تھی وہ خلافتِ اموی میں بھی جاری رہی کیونکہ مدتوں تک یہ علاقہ اسلام کے زیرِ سایہ نہیں لایا جا سکا۔ یہ کارنامہ پہلی صدی اسلامی کے بعد حضرت موسیٰ بن نصیر لخمیؒ کے لئے مقدر تھا۔ خلافت معاویہ میں حضرت عقبہ بن نافعؓ اور ان کے متعدد صحابی اور تابعی سالاروں کی کوششوں سے مسلسل جہاد ہوتا رہا۔ اس میں صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد برابر حصہ لیتی رہی۔ اور ان کے ساتھ دوسرے مسلمان- تابعین- بھی شامل تھے۔ خلافتِ یزیدؒ میں اس جہادِ مغربی کا تسلسل بھی جاری رہا اور امراءِ جیوش اور سالارانِ فوج کا تقرر بھی جاری رہا۔ متعدد امراء و سالارانِ لشکر کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ وہ حضرت معاویہؓ کے زمانے سے امیر یزید کے زمانے تک کارگذار رہے، ان میں سے متعدد صحابہ و تابعین تو بعد کے اموی خلفاء- عبدالملک، ولید وغیرہ- کے زمانے میں بھی کارگذاری کرتے تھے۔

مغربی یا افریقی محاذ کے سپہ سالاروں کا ذکر حضرت معاویہ کے عہدِ خلافت میں آچکا ہے۔ ان میں سے ایک صحابی حضرت سفیان بن وہب خولانیؓ تھے جن سے رسول اکرم ﷺ کی

وہ حدیث منقول ہے جس کے مطابق عہدِ نبوی کے سو سال بعد کوئی بھی ذی روح زمین پر زندہ نہیں رہے گا: "لا تاتی المائة و علی الارض احد باق." اس کے الفاظ مختلف بھی مروی ہیں، حضرت سفیان خولانیؓ فتحِ مصر اور فتحِ افریقیہ میں شریک رہے تھے اور مغرب میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ان کے بارے میں یہ صراحت بھی آتی ہے کہ امیرِ جیوش بھی تھے اور ان کی وفات ۸۲/ ۷۰۱ میں مغرب ہی میں ہوئی تھی جو خلافتِ عبدالملک کا لگ بھگ اواخر ہے۔

(اسد الغابہ ۲/۳۲۳؛ اصابہ-۳۳۳۲)

حضرت مالک بن ھبیرہ کندیؓ بھی اہلِ مصر میں سے تھے اور حضرت معاویہؓ کے امیر الجیوش رہے تھے اور ان کے بعد خلافتِ یزید میں بھی وہ اس عہدے پر کارگزار رہے۔ انھوں نے حضرت مروان بن حکم امویؓ کے عہدِ خلافت میں وفات پائی۔ (اسد الغابہ ۴/۲۹۶؛ اصابہ-۷۶۹۹)

حضرت مسلمہ بن مخلد زرقیؓ حضرت معاویہ کے انصاری اعیان واکابر میں سے تھے اور وہ حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں مصر اور افریقیہ کے متحدہ ولایت کے والی تھے اور یہ اعزاز ان کو ان کی عظیم صفات کی بنا پر ملا تھا۔ وہ حضرات معاویہ و یزید دونوں کی خلافت کے زمانے میں افسرِ جند بھی رہے اور مغربی افریقیہ میں جہاد کرتے رہے تھے۔ ان کا سنہ وفات ۶۲/ ۶۸۱-۶۸۲ ترجیحی طور پر قرار دیا گیا ہے۔ بعض دوسری تاریخیں بھی دی گئی ہیں جو مجروح ہیں اور ایک روایت کے مطابق وہ مغرب ہی میں فوت ہوئے تھے اور وہیں مدفون ہیں۔ ❶

خلافت معاویہ کے بعد خلافتِ مروان بن حکمؓ تک کے عرصے میں مصر و افریقیہ کے گورنر اور والیوں کا ذکر اس تسلسل کے ساتھ نہیں ملتا جتنا اولین دورِ اموی میں ملتا ہے۔ البتہ بعض اصحاب رسول ﷺ اور دوسرے اکابر کے مصر میں داخلے اور بعض کے امیر مصر و افریقیہ کا ذکر مل ہی جاتا ہے، ان میں سے بعض کا ذکر سوانح و تراجم صحابہ کی کتابوں میں ہی ملتا ہے۔ جیسے حضرت سعد/سعید بن زید ازدیؓ کے بارے میں یہ ذکر آتا ہے کہ وہ خلافت یزید میں کسی وقت مصر کے

❶ اسد الغابہ ۴/۳۶۴-۳۶۵؛ اصابہ-۷۹۹۱: ایک روایت میں ان کو خزرجی ساعدی کہا گیا ہے۔ ہجرت نبوی کے وقت وہ دس سال یا چودہ سال کے تھے۔

والی/گورنر رہے تھے۔ فہرست صحابہ کرام میں ان کا حوالہ آتا ہے۔

اسد الغابہ اور اصابہ وغیرہ میں اور بعض کتب تاریخ میں متعدد صحابہ کرام کا ذکر ملتا ہے جو مصر اور افریقیہ میں مقیم رہے۔ ان میں سے کئی حضرات کے بارے میں یہ صراحت آتی ہے کہ وہ عمر بھر اسی مغربی علاقۂ خلافت میں مسلسل سکونت پذیر رہے۔ ان کی وفات بھی اسی وطنِ مختار میں ہوئی۔ ان میں سے متعدد کا ذکر خلافتِ یزید کے حوالے سے آتا ہے کہ اس دور میں وفات پائی۔ متعدد ایسے بھی ہیں جن کی وفات بعد کے اموی دور- مروانی دور خلافت- میں واقع ہوئی، ظاہر ہے کہ وہ خلافتِ یزید میں بھی وہیں موجود تھے اور جہاد و انتظام سے وابستہ تھے۔ ان میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جا رہا ہے کہ ان کے بارے میں صراحت ملتی ہے:

- حضرت عبداللہ بن حارث زبیدیؓ م۸۶/ ۷۰۵ مصر میں مقیم و مصروف جہاد رہے خلافت عبدالملک تک۔ ❶
- حضرت مسروح بن سند حمصی نزیلِ مصر تھے اور حضرت زنباع جذامیؓ کے مولیٰ تھے۔ مصر کی امارتِ عبدالعزیز بن مروان میں وفات پائی۔ ❷
- حضرت مطعم بن عبیدہ بلویؓ بھی مصری صحابہ میں سے تھے اور خلافتِ یزید میں زندہ تھے۔

عہد یزید میں غزواتِ روم

حضرت معاویہؓ کی خلافت میں مسلسل بیس سال تک روم/ بازنطین کے خلاف جہاد ہوتا رہا تھا۔ اس کا ایک مفصل مطالعہ اوپر آ چکا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص مقصد کے تحت نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ بعض عناد پرست اور بعض معاویہ کے ماہرین نے سمجھانا چاہا ہے کہ حضرت معاویہؓ محض اپنے فرزند کو وعدۂ مغفرت اور بشارت نبوی کا مصداق بنانے کے لئے

---

❶ اسد الغابہ ۳/ ؛ اصابہ-۴۵۹۸: حضرت ابو وداعہ سہمی کے حلیف اور حضرت محمیہ بن جزء زبیدیؓ افسر مغانم بدر نبوی کے برادر زادہ تھے۔ مصر میں سقط القدور نامی مقام پر بقول طبری وفات پائی اور وہ اس دیار کے آخری صحابی تھے۔ دوسری روایات بھی ملتی ہیں

❷ اسد الغابہ ۴/ x ؛ اصابہ-۷۹۳۳: خلافتِ فاروقی میں بطور سفیرِ خلیفہ وہاں گئے تھے۔ ان کے ولی حضرت زنباع بن سلامہ جذامی فلسطین کے نزیل تھے: اصابہ ۲۸۱۷

غزوۂ قسطنطنیہ کو مرتب کر بیٹھے تھے۔اس خیالِ خام کی تردید غزوۂ قسطنطنیہ کے بعد کے دس برسوں کے غزواتِ روم کی تاریخ اور اس کے تسلسل سے ہوتی ہے۔اور مزید تردید عہد خلافتِ یزید کے غزواتِ روم کے حوالے سے ہوتی ہے۔

خلافتِ راشدہ اور خلافتِ معاویہ ویزید کے دوران غزواتِ روم کے تسلسل کا ایک عظیم سنگ میل حضرت جنادہ بن ابی امیہ ازدیؓ کی امارتِ غزواتِ روم کے طویل تسلسل میں ملتا ہے۔ روایات کے مطابق حضرت جُنادہؓ حضرت عثمانؓ کی خلافت سے خلافتِ یزید تک مسلسل غزواتِ روم کے امیر رہے۔یہ تسلسلِ خدمت دوسروں کے نصیب میں نہیں تھا۔"وكان جنادة بن ابى امية علىٰ غزو الروم فى البحر لمعاوية زمن عثمانؓ الى ايام يزيد الاما كان من ايام الفتنة." حضرت موصوف کی امیر البحری کا تسلسل قریب قریب نصف صدی کو محیط ہے۔وہ اپنے دور کے عظیم ترین امیر البحر تھے۔ ❶

حضرت معاویہؓ کے بعض امراءِ جند اور سالارانِ لشکر کے بارے میں یہ صراحت بھی آتی ہے کہ وہ یزید کے بھی امراء تھے، ان میں اصلاً دو طرح کے امراء اور سپہ سالار تھے: ایک وہ جو حضرت معاویہؓ کی خلافت کے آخری برس میں عہدوں پر تعینات تھے ان کو خلیفہ یزید نے ان کے عہدوں پر برقرار رکھا تھا۔ان کا ذکر بالعموم صراحت کے ساتھ نہیں ملتا کہ معہود ہوتا ہے۔ دوسرے وہ سالارانِ لشکر تھے جن کے بارے میں روایات صراحت کرتی ہیں کہ وہ حضرات معاویہ ویزید دونوں کے امراء تھے بسا اوقات ان سپہ سالاروں اور افسروں کے علاوہ اور میدان

---

❶ اسد الغابہ ۱/ ۲۹۷؛ اصابہ-۱۲۰۱-صحابی موصوف نے سنہ ۸۰/ ۹۹ ۷ میں وفات پائی تھی۔اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ صحابی موصوف خلافتِ یزید کے بعد عبدالملک کے زمانے تک اس شمالی محاذ پر جہاد کرتے رہے تھے۔یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔اس محاذ پر بعض دوسرے سالارانِ جیش نے بھی مدتوں جہاد کیا تھا اور کہا جا سکتا ہے کہ وہ تا زندگی وہاں مصروفِ کارر ہے۔صحابہ کرام میں دوسری مثال حضرت مالک بن عبداللہ خثعمیؓ کی ہے جن کا ذکر ذرا آگے آرہا ہے اور دوسری مثال خود خلیفہ عبدالملک کے فرزند حضرت مسلمہ بن عبدالملک کی ہے جو نصف صدی تک اس رومی محاذ پر جہاد کرتے رہے تھے، ان کے علاوہ دوسرے اموی خلفاء عصر کے برادروں اور فرزندوں کی غزواتِ روم میں مسلسل شرکت و سالاری کا ذکر ملتا ہے جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ خلافتِ اموی میں غزواتِ روم کی بحث میں آچکا ہے۔

ہائے جہاد کا ذکر نہیں ملتا مگر ان کی تعیین کی جا سکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعدہ فزاریؓ کا دوسرا نام ابن مسعود فزاری بھی بتایا گیا ہے۔ وہ صاحب الجیوش تھے اور رومی غزوات میں ان کے امیر تھے۔ طبرانی نے ان کا اسی طرح ذکر اپنی معجمِ حدیث اوسط میں کیا ہے۔ وہ دونوں ادوارِ خلافت میں امیرِ غزواتِ روم رہے اور اپنی فوجی سرگرمیوں اور صلاحیتوں کے لئے بہت معروف و نیک نام تھے۔

بعد میں کسی وقت خلیفہ یزید نے ان کو دمشق کی فوجوں کا عامل مقرر کر دیا تھا۔ اس کا ذکر دوسرے خاکۂ صحابی میں بھی ملتا ہے۔ ان کے اپنے خاکہ میں بھی اس کا ذکر ہے اور مزید وضاحت ہے کہ حرہ کے واقعہ میں وہی دمشقی افواج کے کماندار بن کر گئے تھے۔ ❶

حضرت مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمیؓ کا شمار اہلِ فلسطین صحابہ میں ہوتا ہے کہ وہاں اقامت گزیں ہو گئے تھے، خلافتِ معاویہؓ کے اولین سال میں وہ امیر الجیوش تھے اور اس سے پہلے بھی وہ رومی محاذ پر امیر و سالار رہ چکے تھے۔ خلافتِ یزید میں وہ مسلسل چار سال تک امیر الجیوش رہے اور اس کے بعد وہ خلافتِ عبدالملک اموی تک اس عہدہ پر فائز رہے، وہ مسلسل چالیس سال تک رومیوں کے خلاف نبرد آزما رہے۔ بالعموم ان کو والی صوائف/گرمائی فوجوں کا افسر کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ موسم گرما میں رومی غزوات کی امارت و قیادت کیا کرتے تھے۔ ان کے فضائل و مناقب بہت ہیں۔ ان کی ان ہی بے نظیر خدمات کے عوض ان کی قبر مبارک پر چالیس جھنڈے جھکائے یا توڑے گئے تھے۔ یہ دراصل ان کی جہادی سرگرمیوں کی فوجی سلامی تھی۔ ❷

حضرت معاویہؓ کے زمانے کے ایک اور امیر البحر حضرت علقمہ بن جنادہ ازدی حجریؓ کے بارے میں بھی یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ وہ خلافتِ یزید میں بھی امیر البحر کے منصب پر قائم رہے تھے کیونکہ ان کی وفات بعد کے زمانے میں ہوئی تھی۔ ❸

---

❶ اسد الغابہ ۳/ ۲۵۵ نیز ۳/ ۲۵۶: انھوں نے حضرت ابن زبیرؓ کے خلاف بھی فوج کشی میں حصہ لیا تھا اور ان کے برادر سالار مصعب بن زبیر سے شدید جنگ لڑی تھی۔ وہ ابن زبیرؓ کے خلاف جنگ کرنے میں بہت سخت تھے۔ وہ حضرت مروان بن حکم امویؒ کے زمانے تک زندہ رہے اور جابیہ میں جب ان کی بیعت خلافت منعقد ہوئی تو اس میں شریک تھے۔

❷ اسد الغابہ ۴/ ۲۹۶، اصابہ-۷۶۴۹

❸ اسد الغابہ ۴/ ۱۱، اصابہ-۹۶۶۴

صحابی مذکورہ بالا کے والد کے ہمنام پیشرو اور عظیم امیر البحر حضرت جنادہ بن ابی امیہ ازدیؓ خلافتِ معاویہؓ میں جزیرہ روڈس کو فتح کر کے رومی سمندر میں ایک اسلامی بحری اڈہ قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور وہاں سے وہ رومی جہازوں پر تاخت کرتے تھے اور وہ سچ مچ رومی سلطنت اور اس کی بحری قوت کے لئے خطرہ بن گئے تھے، مگر مسلمان خود بھی چاروں طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔ لہٰذا حضرت معاویہ کے بعد ان کے جانشین یزید بن معاویہ نے ان کو واپس بلا لیا۔ اسلامی فوج اور اس کے سالارِ اعلیٰ کی تقرری اور تنصیب دوسرے محفوظ مقام پر کر دی گئی تھی۔ ❶

اسی طرح قسطنطنیہ کے قریب رومی سمندر میں واقع جزیرہ ارواد کی فتح اور قبضہ کا معاملہ ہے اس کے امیر البحر بھی حضرت جُنادہ بن ابی امیہ ازدیؓ تھے اور حضرت معاویہؓ کے زمانے میں سات سال اس پر فاتحانہ قبضہ رہا۔ ان مجاہدین میں سے ایک مجاہد تُبیع فرزندِ زوجۂ کعب بھی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ حضرت معاویہؓ کی وفات کی خبر کے ساتھ امیر یزید کا حکم واپسی کے لئے آیا اور ہم واپس آ گئے اور وہ جزیرہ پھر کبھی آباد نہیں ہوا، بلکہ خرابۂ عبرت بن گیا۔ اس مہم کے ایک افسر اور امیر البحر حضرت کعب بھی تھے جن کی اہلیہ اس میں شامل تھیں۔ بعض اور غزواتِ روم میں مسلم خواتین کی شرکت کا ذکر ملتا ہے جیسے حضرت معاویہؓ کے اولین بحری غزوہ میں ان کے زوجہ کے علاوہ بھی کچھ اور خواتین تھیں۔ ❷

رومی سالانہ غزوات کے ضمن میں ایک صحابی کا ذکر بہت معنی خیز ہے اور واقعہ حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا جلتا ہے، ان کا اسم گرامی حضرت ابو شیبہ خُدریؓ ہے۔ دوسری نسبت خضری بیان کی گئی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ وہ عام دنوں میں سبزی فروشی کرتے تھے۔ ان کے بارے میں دو روایات ہیں: ایک یہ کہ ولیعہدِ خلافت امیر یزیدؒ کے غزوۂ قسطنطنیہ واقعہ

---

❶ طبری ۵/ ۲۸۸؛ ابن اثیر ۳/ ۴۹۳؛ ابن کثیر ۸/ ۶۱ و مابعد نیز ذکر ''رومی غزوات خلافت معاویہ میں۔''
❷ طبری ۵/ ۲۹۳؛ ابن اثیر ۳/ ۴۶۷؛ ابن کثیر ۸/ ۶۶-۶۷

۴۹-۵۰/۶۶۹-۶۷۰ میں شریکِ غزوہ تھے اور اسی میں وفات پائی اور قسطنطنیہ کے حصار کے سائے تلے مدفون ہوئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ وہ خلافتِ یزید میں رومی جہاد کے ایک غازی افسر تھے اور کسی غزوہ کے دوران ارضِ روم میں وفات پا کر وہیں مدفون ہوئے۔ وہ اہلِ حجاز میں صحابی جلیل تھے اور ان کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ مشہور صحابی حضرت ابوسعید خدریؓ کے بھائی تھے۔ ان کے غزوۂ روم میں شرکت کا واقعہ ایک چشم دید راوی اور شریکِ جہاد ناقل والدِ مشرس نے بیان کیا ہے۔ ❶

یہ انفرادی صحابہ کرام اور ان کی غزواتِ روم میں شرکت یا سالاری کا ذکر تھا۔ حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت سے متاخر اموی خلافت کے زمانے تک بہت سے صحابہ و تابعین نے غزواتِ روم میں حصہ لیا تھا۔ ان کا مفصل ذکر گذشتہ بحث میں آچکا ہے۔ اس کا خاص خلافتِ یزیدؒ کے زمانے سے متعلق نکتہ یہ ہے کہ متعدد دوسرے صحابہ کرام اور ان سے کہیں زیادہ تابعین کرام نے اس دورِ خلافت میں غزواتِ رومی میں حصہ لیا تھا اور سالاری بھی کی تھی۔ ان میں صوائف کے والی بھی تھے، مشتا کے امراء بھی اور بحریہ کے کماندار و سالار بھی تھے۔ کچھ تو خلافتِ یزید کے مختصر دور کی بنا پر اور اس سے زیادہ خلافتِ یزید کے دوران بعض واقعاتِ ہائلہ کے پروپیگنڈے کی وجہ سے ان کا زیادہ مفصل ذکر نہیں ملتا ہے۔

ولایات کے ولاۃِ یزید میں صحابہ کرام

رجب ۶۰/۶۶۱ میں حضرت معاویہؓ کی وفات کے وقت جو امراءِ حکومت اور ولاۃِ ولایات تھے وہ سب برقرار رہے، اہلِ تاریخ وسیر نے صرف چند والیوں اور امیروں کا ذکر کیا ہے جو ان کے نزدیک اہم ترین تھے جیسے کوفہ، بصرہ اور مکہ و مدینہ کے امیر یا بعض بعض امراءِ خراسان کا ذکر بھی مل جاتا ہے۔ حضرت معاویہؓ کی خلافت کی مانند خلافتِ یزید میں بھی ولایاتِ کبریٰ کی تعداد کافی تھی اور ان کی ماتحت ولایات کی تعداد تو سیکڑوں سے متجاوز تھی لیکن ان کا ذکر نہیں ملتا۔

❶ اسد الغابہ ۵/ ۲۲۸: امام زرعہ سے ان صحابی ابوشیبہ خدری/خضری کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ صحابی تھے مگر ان کا نام نہیں معلوم۔

ان تمام ولایات میں خلیفۂ اموی کے امراء تھے اور ان میں صحابہ کرام بھی شامل تھے اور تابعین کرام بھی شامل تھے۔

ولایت وخلافتِ یزید کے وقت امیر مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان اموی تھے اور امیرِ مکہ عمرو بن سعید بن العاص اموی تھے۔ امیرِ بصرہ عبیداللہ بن زیاد تھے اور امیرِ کوفہ حضرت نعمان بن بشیر خزرجی انصاریؓ تھے۔ ان میں سے موخرالذکر صحابی جلیل تھے۔ ❶

حضرت عمرو بن حریث مخزومی م۸۵/۷۰۴ کے بارے میں یہ آتا ہے کہ وہ بنوامیہ کے زمانے میں کوفہ کے والی رہے تھے۔ اور وہ کوفہ ہی میں بس گئے تھے اور بنوامیہ سے ان کا تعلقِ خاطر بہت گہرا تھا اور وہ بھی ان پر اعتماد کرتے تھے۔ ان کی ولایتِ کوفہ کا زمانہ نہیں متعین کیا گیا۔ بہرحال وہ خلافتِ یزید میں نہ صرف موجود تھے بلکہ ان کے معاون بھی تھے۔ ❷

والی یمن کی حیثیت سے حضرت سائب بن خلاد بن سائب خزرجیؓ کا ذکر خلافتِ معاویہ میں ملتا ہے، ان کا ذکر ان کے والدِ ماجد کے خاکے میں بھی ملتا ہے اور ان کے اپنے خاکہ میں بھی لیکن صرف خلافتِ معاویہ کی صراحت کی گئی ہے، اس کا قوی امکان ہے کہ وہ خلافتِ یزید میں بھی والی یمن برقرار رہے ہوں جیسی کہ یزید کی پالیسی تھی۔ موصوف کا انتقال ۹۱/ ۷۰۹ میں ہوا تھا۔ ❸

حضرت ضحاک بن قیس فہری قریشیؓ بنوامیہ بالخصوص خاندانِ حضرت معاویہؓ کے زبردست حامی تھے، وہ خلافتِ معاویہ میں متعدد لشکروں کے امیر وسالار رہے اور بہت سے علاقوں کو فتح کیا اور بطور مجاہد نام کمایا، وہ بعض علاقوں اور ولایات کے والی بھی رہے تھے۔ ان میں کوفہ کی ولایت بھی شامل ہے جو ان کو زیاد بن ابی سفیان اموی کے بعد ملی۔ وہ خلیفہ یزید کے زمانے میں بھی ان کے سخت حامی اور وفادار تھے اور سالار وامیر رہے۔ وہ امیرِ شرطہ بھی رہے تھے۔ جنگِ مرج راہط میں جب بنوامیہ کے حامی دو طبقوں میں تقسیم ہو گئے تھے، اس وقت بھی وہ خاندانِ یزید بن معاویہؓ کے حامی تھے۔ ❹

---

❶ ابن کثیر، البدایہ ۸/ ۱۴۹

❷ اسد الغابہ ۴۷/ ۹۷/ ۹۸: اصابہ-۵۸۱۰

❸ اسد الغابہ ۲/ ۱۲۱: ۲/ ۱۵۱-۲۵۲: اصابہ-۳۰۶۲: ان کی کنیت ابوسہلہ تھی۔

❹ اسد الغابہ ۳/ ۳۷: اصابہ-۴۱۶۹: اور اسی حیثیت سے وہ حامیانِ یزید کے لشکر کے سپہ سالار تھے۔

ایک اور صحابی والی کوفہ رہے تھے اور ان کا نام تھا حضرت **عبدالرحمن بن ام الحکم/عبداللہ ثقفی**ؓ۔ وہ حضرت نعمان بن بشیر خزرجیؓ کی معزولی کے بعد کوفہ کے والی بنائے گئے تھے اور متعدد بار اس کے والی رہے۔ اس کے علاوہ ان کو عراق کے جزیرہ کا والی بھی مقرر کیا گیا تھا۔ وہ خلیفہ یزید کے زمانے میں بھی امیر و والی رہے اور حضرت مروان کے زمانے تک حیات تھے۔ ❶

حضرت **خلید بن عبداللہ حنفی**ؓ خلافتِ معاویہ میں خراسان کے سالار بھی تھے اور امیر بھی۔ اسلم بن زرعہؓ کے بعد والی بنے تھے۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ وہ خلافتِ معاویہ کے اواخر میں خراسان کے والی تھے اور ظاہر ہے کہ وہ ابتداء خلافتِ یزید میں بھی اس کے والی اور امیر رہے تھے۔ ان کی فوجی سالاری کا ذکر بھی اس زمانے نیں کئی مہمات میں ملتا ہے۔ ❷

ایک ہاشمی صحابی حضرت **عبداللہ بن نوفل بن حارث ہاشمی**ؓ خلافتِ معاویہ میں قاضی مدینہ مقرر کئے گئے تھے، وہ متعدد بار قاضی ہوئے اور خلافتِ یزید بن معاویہؒ میں بھی وہ کافی عرصے تک شہر رسول ﷺ کے قاضی رہے تھے۔ ❸

حضرت **مروان بن حکم اموی**ؓ خلافتِ معاویہ میں دوبار امیرِ مدینہ رہے۔ روایات میں آتا ہے کہ وہ خلافتِ یزید میں بھی امیر مدینہ رہے تھے اور سالار بھی۔ لیکن خلیفہ یزید کی سال بہ سال تاریخ میں ان کی ولایتِ مدینہ کا ذکر نہیں کیا جاتا۔ بہرحال یہ امر اپنی جگہ مسلم ہے کہ وہ خلافت یزید میں بھی حسب دستور ایوانِ حکومت میں پوری طرح فعال و کارگر تھے۔

حضرات **معن بن فضالہ اوسی** اور **معن بن یزید سُلمی** خلافت معاویہ میں بالترتیب والی یمن اور امیر رہے تھے، اور مرجِ راہط تک دونوں صحابی زندہ اور کارگر تھے۔ خیال ہے کہ وہ خلافتِ یزید میں بھی کسی نہ کسی عہدے پر ضرور تھے۔ بلا عہدہ تھے تو بھی ان کا وجودِ مسعود

❶ اسد الغابہ ۳/ ۲۸۷؛ نیز ملاحظہ ہو صحابہ کرام خلافت معاویہ میں
❷ اسد الغابہ ۵/ ۱۱۴؛ نیز صحابہ کرام خلافت معاویہ میں
❸ اسد الغابہ ۳/ ۲۶۹؛ اصابہ-۵۰۰۴: ان کی وفات کافی بعد میں سنہ ۸۴/ ۴ے میں ہوئی تھی۔

خلافتِ یزید کے عہد کو میمون بنا رہا تھا۔

حضرت نضلہ بن عبید اسلمیؓ اپنی کنیت ابو برزہ اسلمیؓ سے زیادہ مشہور تھے۔ وہ افسرِ جیوشِ خراسان رہے تھے اور ایک روایت کے مطابق دربارِ یزید میں اس وقت موجود تھے جب حضرت حسینؓ کا سر لایا گیا تھا۔ اگرچہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ وہ سنہ ۶۴/۶۸۴/ تک بعض روایات کے مطابق زندہ و تابندہ تھے۔ ❶

حضرت اسید بن ظہیر حارثی اوسیؓ خلافتِ معاویہؓ میں عاملِ یمامہ تھے۔ امکان ہے کہ وہ خلافتِ یزید میں بھی اسی منصب پر فائز رہے تھے کیونکہ وہ خلافتِ عبدالملک تک زندہ رہے اور اموی دور میں پوری طرح سے کارگذار رہے تھے۔ ❷

خلیفہ یزید کے بعض دوسرے اہم منصب داروں اور امیروں و عاملوں کا ذکر بھی ان تراجم میں مل جاتا ہے۔

حضرت عائذ اللہ جو اپنی کنیت ابو ادریس خولانی سے زیادہ مشہور ہیں، خلافتِ یزید میں قاضی رہے تھے، ان کے بھائی حضرت ابو مسلم خولانی حضرت معاویہؓ کے دور کے مشہور ترین قضاۃ اور عظیم ترین علماء و فضلاء میں شمار ہوتے ہیں۔ ان دونوں کے بارے میں صحیح روایت یہ ہے کہ وہ صحابی نہیں تھے، بلکہ تابعی تھے۔ ان دونوں کا ذکر دوسری کتب تاریخ میں بھی ملتا ہے لیکن ان کے فضائل و مناقب کا ذکر بہت ملتا ہے جن میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ حضرات صحابہ بھی ان کا احترام کرتے تھے۔

حضرت قتادہ بن اوفی / ابی اوفی عبشمیؒ کے فرزند حضرت ایاسؓ خلافتِ یزید میں علاقہ/شہر رے کے قاضی تھے اور ان کے پاس مقتولوں کی دیت کا شعبہ و منصب بھی تھا جو غالباً ان کو قاضی کے منصب کے ساتھ ملا تھا۔ ❸

---

❶ اسد الغابہ اور اصابہ دونوں کے حوالے حضرت معاویہؓ کے ولاۃ و عمال صحابہ میں گذر چکے ہیں۔

❷ اسد ۱/۹۴: اصابہ-۱۸۸: وہ مشہور صحابی حضرت رافع بن خدیج کے برادر زادہ تھے اور حضرت انس بن ظہیر کے حقیقی اور حضرت عباد بن بشر خندقی کے برادرِ مادری تھے۔ ابو ثابت ان کی کنیت تھی۔ وہ خود بھی غزوۂ خندق میں شریک رہے تھے۔

❸ اسد الغابہ ۳/۴/۱۹: اصابہ-۷۰۶۹: یہ معلومات موخر الذکر میں ہیں۔ ازد کے مقتولوں کی دیت انھوں نے خود جا کر ادا کی تھی۔

خلافتِ یزید میں امراءِ حج

امارتِ حج کی جو دینی روایت اور سنت رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں قائم و استوار ہوئی وہ خلافتِ راشدہ میں بھی جاری رہی۔ اور ان سے خلافتِ معاویہؓ کو یہ دینی اور مذہبی سوغات و روایت ملی۔ حضرت معاویہؓ نے اپنے زمانہ میں خلفاءِ راشدین کی مانند کبھی خود امارتِ حج کا فریضہ انجام دیا اور کبھی اپنی نیابت کے لئے اپنے امراءِ ولایات میں سے کسی کو یا دمشق سے براہ راست امیرِ حج مقرر کر کے بھیجا اور لوگوں کو حج کرایا۔ اس خاص الخاص دینی روایت کی پاسداری خلافتِ یزید میں بھی پوری طرح کی گئی۔ اور تسلسلِ تاریخ و دین کا دھارا آگے بڑھتا رہا۔

خلافت کے پہلے سال خلیفہ یزید نے حضرت عمرو بن سعید بن العاص امویؓ کو رمضان میں والی مدینہ مقرر کیا اور ان کو امیرِ حج بھی مقرر کیا۔ یہ امام ابومعشر کی روایت ہے جو ان کے راویوں کے ذریعہ طبری تک پہونچی تھی۔ امام ابن کثیرؒ نے یہ اضافہ کیا ہے کہ حضرت عمرو بن سعید امویؓ خلیفہ یزید کے مدینہ اور مکہ دونوں -حرمین- کے عامل تھے۔ (طبری ۵/ ۳۹۹، البدایہ ۸/ ۱۶۱)

سنہ ۶۱/ ۶۸۲ یعنی خلافت کے دوسرے سال اگرچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا معاملہ کافی گرم ہو گیا تھا۔ اور ان کی طاقت بڑھ گئی تھی تاہم اس سال حج کی امارت کا فریضہ حضرت الولید بن عتبہ نے انجام دیا تھا اور بقول طبری اس باب میں اہلِ سیر کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ ابن کثیرؒ نے اس کی تائید کرتے ہوئے صراحت کی ہے کہ حضرت ولید بن عتبہ امیر الحرمین تھے۔ دونوں کے بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ ان کی تقرری حضرت عمرو بن سعید امویؓ کی جگہ کی گئی تھی کیونکہ وہ حضرت ابن زبیرؓ کے معاملہ میں چابکدستی کا مظاہرہ نہیں کر سکے تھے۔

(طبری ۵/ ۴۷۷، ابن کثیر، البدایہ ۸/ ۲۱۲)

خلافت کے تیسرے برس یعنی ۶۲/ ۶۸۳ میں بھی حضرت ولید بن عتبہ امویؓ نے لوگوں کو حج کرایا تھا۔ یہ طبری کا بیان ہے اور بلا حوالہ ہے۔ امام ابن کثیر نے اس کو صحیح نہیں سمجھا اور اس کو مشتبہ قرار دیا: "وفیہ نظر" کیونکہ ان کے خیال میں حضرت ولید مدینہ منورہ کے وفد میں شامل تھے جو خلیفہ یزید کے پاس دمشق گیا تھا اور وہ سنہ ۶۳ کے آغاز سے قبل واپس نہیں آیا تھا۔

امام موصوف نے یہ نہیں بتایا کہ پھر اس سال کس نے حج کی امارت انجام دی تھی۔

(طبری ۵/۴۸۱؛ البدایہ ۸/۲۱۶)

طبری کے مطابق سنہ ۶۳/ ۶۸۴ میں خلافتِ یزید کے آخری حج کی امارت حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے کی تھی، جو اس زمانے میں عائذ (پناہ گزیں) کہلاتے تھے کہ وہ خلیفہ یزید کی بیعت سے گریزاں مکہ مکرمہ میں مقیم تھے۔ (طبری ۵/۴۹۴؛ ابن کثیر ۸/۲۲۴ میں اس کا ذکر نہیں ہے۔)

اگلے سال یعنی ۶۴/ ۶۸۴ کے ماہ ربیع الاول کی ۱۴/ تاریخ کو خلیفہ یزید کا انتقال ہو گیا، لہٰذا اس سال کا حج زمانۂ فتنہ کا تھا، جب عالمِ اسلام میں دو خلیفہ بیک وقت تھے: ایک حضرت ابن زبیرؓ جو مکہ مکرمہ میں موجود تھے اور دوسرے حضرت مروان اموی جن کا انتخاب جلد ہی دمشق کے پایۂ تخت کے لئے حضرت معاویہ و یزید کے جانشین کے بطور ہوا تھا۔

❖❖❖

اموی خلافت میں صحابہ کرام

مورخین خاص کر جدید دور کے مورخین اموی خلافت کے دو الگ الگ ادوار ان کے خاندانوں کے لحاظ سے بناتے ہیں۔قدیم مورخین اور وقائع نگاروں نے بھی ان دو ادوار کی واضح نشاندہی کی ہے اور اسی نے تقسیمِ خلافت کا نظریہ پیش کیا۔ایک اور اولین دور سفیانی خاندان کی حکومت کا کہا جاتا ہے جس کے تین حکمرانوں نے یکے بعد دیگرے حکومت وخلافت کی۔حضرت معاویہ بن ابی سفیان اموی ؓ (۴۱/ ۶۶۱-۶۶۰ / ۶۸۰) امیر یزید بن معاویہ اموی (۶۰/ ۶۸۰-۶۴/ ۶۸۳) اور معاویہ بن یزید اموی (۶۴ / ۶۸۴-کل چھ ماہ) اس سفیانی خاندان کے حکمراں تھے جن کی کل مدتِ حکومت ۲۴ سال تھی۔

دوسرا اموی خاندان مروانی کہلاتا ہے جس کی حکمرانی کا آغاز حضرت مروان بن حکم اموی ؓ نے کیا تھا۔اس خاندان میں کل گیارہ حکمراں ہوئے جن کی مدت خلافت ۶۴/ ۶۸۳ سے ۱۳۲/ ۷۵۰ تک وسیع ہے اور کل سرسٹھ برسوں پر محیط ہے۔ ان میں عظیم ترین خلفاء تھے: عبدالملک بن مروان، ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز بن مروان، یزید بن عبدالملک، اور ہشام بن عبدالملک۔ آخر کار چار حکمراں کمزور تھے اور خاتمِ خاندان مروان بن محمد تمام لیاقتوں کے باوجود ناکام رہے کہ تمام ادارے کھوکھلے ہو چکے تھے۔

خاندانوں میں اموی خلافت کی تقسیم کے باوجود یہ حقیقت سب کو معلوم بھی ہے اور سب اس کا اعتراف بھی کرتے ہیں کہ وہ بہر حال اموی خلافت تھی جو مسلسل نوے برسوں تک جاری رہی اور خاندانوں کی تبدیلی کوئی معنی نہیں رکھتی۔بعض اموی مخالف عناصر اور مرکز گریز طبقات وافراد نے اموی اقتدار کو بے دخل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ کامیاب نہ ہوئی۔اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ اقتدار کا مرکز اموی خاندان۔ بنوامیہ۔ میں منتقل ہی نہیں مستحکم ومضبوط اور مقبول ومحبوب ہو چکا تھا۔امتِ مسلمہ کی اجتماعیت صرف اسی کی حکمرانی میں قائم رہ سکتی تھی اس لئے عام افراد وطبقات کے علاوہ صحابہ کرام بھی اسی کے حق میں تھے۔

اموی خلافت کا اصل مرکزِ اقتدار شام اور اس کا پایۂ تخت دمشق تھا۔ اس کے عرب قبائل، ان کے شیوخ، ان کے عام ارکان کی انتہائی وفادارانہ حمایت ونصرت اور مادی وفوجی قوت خاندانِ بنوامیہ کو حاصل تھی۔ ان میں صحابہ کرام کی بھی ایک بڑی تعداد اپنا موثر کردار ادا کررہی تھی۔ جو ان کے مقام وجلالت صحابیت کی خاص دین تھی۔ خلیفۂ سوم حضرت عثمان بن عفان امویؓ کی باغیوں کے ہاتھوں مظلومانہ شہادت نے اقتدارِ سیاسی کی باگ ڈور مدینہ منورہ سے منتقل کرنی شروع کردی تھی۔ قصاصِ خلیفہ مظلوم کے اولین طالب جماعتِ صحابہ۔ حضرت عائشہ وطلحہ وزبیر کے اتحادِ ثلاثہ نے اسے بصرہ کے صوبائی مقام ومرکز کی طرف منتقل کیا ہی تھا کہ واقعۂ جمل (۳۶/۶۵۶) کی ناکامی نے اسے وہاں سے دمشق کی طرف منتقل کردیا کیونکہ حضرت معاویہؓ شہید خلیفہ کے خون کے طالب بن کر اٹھے تھے اور ان کو قرآنی الفاظ میں قصاص کے ولی وسلطان کا درجہ مل گیا تھا۔ پوری امتِ اسلامی اور صحابہ کرام کی تمام تر جماعت قصاصِ عثمان کے مسئلہ پر متفق تھی۔ مگر خلیفۂ چہارم کی مدنی حکومت اور بعد میں کوفی مرکزیت بھی اس مسئلہ کا حل نہ نکال سکی اور اقتدار سے بے دخل ہوگئی۔ حضرت معاویہؓ صرف اموی رشتہ داری کے لحاظ سے قصاصِ عثمان کے طالب نہیں تھے، وہ اس معاملہ میں امت کے قائد بن گئے تھے۔ اقتدار وسلطانی بلکہ خلافت کی قوت کی اس منتقلی اور شام ودمشق میں اس کے استحکام و پیوستگی نے ان کو خلافت کا حقدار بنادیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اسی حقیقت کے پیشِ نظر ان کی خلافت کی یقینی واقعیت ذہن نشین کرلی تھی۔

حضرت معاویہؓ کی عظیم الشان خلافت اور اس کی طویل مدت نے ان کو اسلامی خلافت کا معمارِ ثانی بنادیا۔ اس سے زیادہ عوام وخواص کے دلوں میں یہ یقین بٹھادیا کہ اب اسلامی خلافت کا شیرازہ صرف بنوامیہ کی حکمرانی ہی متحد رکھ سکتی ہے۔ خلیفۂ وقت کے سیاسی، فوجی، مالی اور دینی کارناموں کے علاوہ بنوامیہ کے رسول اکرم ﷺ کے خاندان/قبیلۂ قریش سے تعلق نے بھی اس یقین کو گہرائی بخشی تھی۔ وہ بہرحال خاندانِ رسالتمآب ﷺ کے اسی طرح عزیز وقریب تھے جس طرح دوسرے مدعی تھے۔ خلافتِ اسلامی اور خلفاءِ قریش کی اسلامیت سے متعلق صحیح

احادیثِ نبوی نے بھی اور ان کے سبب صحابہ کرام کے تعامل نے اس کو تقویت بخشی تھی۔

عوام وخواص کے دلوں میں بہر حال رسولِ اکرم ﷺ کے صحابہ کرام کی عظیم وعمیق قدر ومنزلت تھی۔ وہ ان کو دین کا محرم راز، شریعت کا نبض شناس، علوم اسلامی کا حامل اور دین ودنیا کا مقتدا سمجھتے تھے اور صحیح سمجھتے تھے۔ سماج میں بھی ان کی خاص منزلت تھی کہ وہ اسلامی معاشرے میں ان کو سرخیل طبقات ہونے کا مقام حاصل تھا۔ سیاست بھی ابھی تک دین وشریعت کی تو اُم تھی اور اس میں بھی عوام وخواص کی نظریں قیادت کے لئے ان ہی کی طرف اٹھتی تھیں۔ حضرت معاویہؓ بطور والی وامیرِ شام بھی ان کے لئے محترم مقتدا ور ہنما تھے کہ اپنی ذات سے عظیم صحابی اور کاتبِ نبوی تھے۔ دورِ فتنہ ومشاجرات میں ان کو خلیفۂ سوم حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ والی وامیر کی حیثیت سے دستوری وآئینی اعتبار حاصل تھا۔ اسی بنا پر جب وہ پوری امتِ اسلامی کی طرف سے قصاصِ عثمانؓ کا مطالبہ لے کر اٹھے تو ان کی قوت وحشمت مزید بڑھ گئی۔ بطور خلیفہ ان کا انتخاب محض چھ ماہ تک نزاعی رہا اور وہ بھی صرف اس بنا پر کہ صحابہ کرام اور امتِ اسلامی منقسم تھی۔ جیسے ہی ایک خلیفۂ وقت-حسن بن علی ہاشمیؓ- نے دستبرداری کا اعلان کیا امّتِ اسلامی حضرت معاویہؓ پر متفق ہوگئی۔ اس اجماع واتحادِ امت کے پیچھے اصلاً صحابہ کرام کے اتفاق واجماع کا عنصرِ اسلامی ونبوی کارفرمائی کررہا تھا۔

خلافتِ معاویہؓ دراصل صحابہ کرام کا دور ہے اگرچہ دوسری نسل کے مسلمان-تابعین- بھی ابھر رہے تھے، بعد کے ادوارِ خلافت میں صحابہ کرام کی تعداد بلاشبہ کم ہوتی گئی اور تابعین کرام اور نسلِ ثانی کی برابر تعداد بڑھتی گئی۔ تاہم صحابہ کرام کی قدر ت و قیمت اور مقام ومنزلت میں کچھ کمی نہ آئی بلکہ وہ اور بھی جنس گراں مایہ اور دولتِ بے بہا بنتی گئی۔ پہلے بہت سے صحابہ کرام تھے اور ہر علاقے میں تھے، رفتہ رفتہ ان کے وجودِ مسعود سمٹتے گئے اور پورے پورے علاقے میں ایک دورہ گئے۔

یہ اکادکا اصحاب رسول ﷺ مرجع خلائق بنتے گئے اور لوگ ان کی زیارت اور ان سے استفادہ کے لئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ حتی کہ غزوات وجہاد اسلامی میں صحابہ کرام کی شرکت باعثِ

برکت سمجھی جانے لگی جیسا کہ غزواتِ روم میں اس کا مشاہدہ کیا گیا، یہ اصل میں صحبتِ نبوی اور اس کے شرف کی برکت تھی اور اموی دورِ خلافت کا بیشتر حصہ کسی نہ کسی صحابی کی برکت سے مستفید تھا تا آنکہ آخری صحابی رسول ﷺ اپنی برکات سمیٹ کر واصل بحق ہوا تو معاشرہ وخلافت سے نورِ نبوت اٹھ گیا۔

اموی خلافت کے دوراول میں صحابہ کرام

خلافتِ معاویہؓ اور خلافتِ یزیدؒ پر دو الگ الگ مباحث میں صحابہ کرام کے ان کے ادوار میں تفاعل وتعامل کا ایک تجزیاتی مطالعہ کافی تفصیل کے ساتھ پیش کیا جا چکا ہے اور اس کی کئی جہات سامنے لائی گئی ہیں، محض ان اصحابِ رسول اللہ ﷺ کا وجودِ مسعود نہ صرف کافی تھا بلکہ ان کی برکات صحبت نے اسے عہد صحابہ بنایا تھا۔ ان صحابہ کرام میں سے بہت سوں نے اموی خلافت کے دورِ اول میں مختلف محاذوں پر اسلامی جہاد میں حصہ لیا تھا۔ دراصل ان کی شرکت نے ہی ان عالمی فتوحات کی مہموں کو اسلامی جہاد کا مقامِ جلیل اور مرتبۂ عظیم عطا کیا تھا۔ اس تعامل و شراکت نے خلافتِ معاویہ و یزید کی فوجی مہمات کو خلافتِ راشدہ کی فتوحات کے سلسلے سے وابستہ کر دیا۔ اور ان کو دوسری طرف صرف زمین کو ہڑپنے کی مادی بھوک اور سیاسی اور فوجی اقتدار و تسلط سے بلند تر کر دیا۔ صحابہ کرام نے ان جہادی سرگرمیوں کو خلافتِ راشدہ کی فوجی اسلامی کارروائیوں سے کبھی الگ اور مختلف نہیں سمجھا، ان صحابہ کرام کے سامنے رسول اکرم ﷺ کی احادیث تھیں جن میں اموی غزوات کو اسلامی جہاد وغزوہ کا درجہ دیا گیا ہے۔ یہ صرف بعد کے خود ساختہ اسلامی مفکرین اور بغض و عناد کے مارے مورخین ہیں جنھوں نے اموی کارروائیوں کو دنیاوی جانا ہے اور ان جانبدار مورخین ومفکرین نے اپنے خود ساختہ نظریات کی خاطر احادیث نبوی کو نظر انداز کر دیا اور صحابہ کرام کا تعامل بھلا دیا۔

اس اول دورِ اموی خلافت میں صحابہ کرام نے انتظامیہ کے مختلف مناصب اور عہدوں کو قبول کیا۔ وہ ولایات کے والی اور گورنر رہے، فوجی دستوں کے سالار وامیر رہے، عظیم جیوش کے سپہ سالار اور امیر البحر رہے۔ صدقات و اموال کے عامل و محصل رہے، قضا و افتاء کے

مناصب پر شریعت اسلامی کا نفاذ کرتے رہے اور انصاف کرتے رہے، مسلمانوں کی تعلیم و تربیت وتزکیہ کرتے رہے، غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہے، اور امصارِ غیر کو مسلمان بناتے رہے۔ علوم اسلامی اور فنونِ حقیقی کی نشو ونما کرتے رہے۔ ان کی مساعی نے اسلامی معاشرہ وحکومت کو خالص اسلامی بنائے رکھا۔

خلافتِ معاویہ ویزید کے دیگر صحابہ کرام

مورخین طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر وغیرہ کے بیانات میں صرف ان صحابہ کرام کا ذکر آیا ہے جو حکومت سے وابستہ تھے یا وفیات کے تحت ان کے اعیان ومشاہیر کا ذکر بھی کیا گیا ہے، جیسا کہ ان مورخین نے کہا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان ''اعیان ومشاہیر صحابہ کرام'' کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ کرام تھے جو ان میں بار نہیں پا سکے۔ مورخین اور وفیات نگاروں نے بالخصوص اپنے اپنے انتخاب سے کام لیا ہے اور وہ اکثر وبیشتر کسی اہم تذکرہ نگار یا پیشرو مورخ و وفیات نگار کی تفصیلات پر مبنی ہے۔ مثلاً ابن کثیر نے اپنی وفیاتِ صحابہ کرام میں بالعموم امام ابن الجوزی (عبدالرحمٰن بن علی، م ۵۹۷/۱۲۰۰) کی کتاب ''المنتظم فی التاریخ'' پر بہت انحصار کیا ہے اور طبری نے ابومعشر اور واقدی کی روایات پر زیادہ تکیہ کیا ہے۔ ان دو انحصارات نے صحابہ کرام کی تعداد محدود کر دی ہے۔

صحابہ کرام کی کل تعداد کا احاطہ تو ان پر مبنی معاجم اور تراجم کی کتابوں میں بھی نہیں کیا جا سکا ہے۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کتبِ تراجم - اسد الغابہ، اصابہ، استیعاب وغیرہ - میں بہت مختصر تعداد قیدِ نوشت میں آئی ہے، جسے آٹے میں نمک کے برابر کہا جا سکتا ہے۔ ان کے مؤلفینِ کرام کا قصور بھی نہیں کہ ان کے مآخذ و رُواۃ ہی ناکافی تھے۔ البتہ ایک آگاہی دینی ضروری ہے کہ ابن اثیر اور ابن حجر عسقلانی ہوں یا ابن عبدالبر قرطبی وہ اپنے پیشرؤوں کے خیالات وآراء کے بھی پابند اور بسا اوقات اموی مخالف ہو گئے ہیں اور ان کی روایات کو من وعن قبول کرنے کا وہ نتیجۂ بد ہے۔ وہ خود جب ان کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں تو ان روایات کے سقم/اسقام کی نشاندہی کرتے ہیں اور غلط کی اصلاح بھی کرتے ہیں۔ بایں ہمہ وہ بہت سے

دوسرے صحابہ کرام کے اموی خلافت کے دونوں ادوار سے وابستہ ہونے کی حقیقت بھی ظاہر کرتے ہیں۔ان کی بنا پر خلافتِ معاویہ و یزید کے دورِ اول کے صحابہ کرام اور بعد کے دورِ دوم کے صحابہ کرام کی فہرستیں ذیل میں دی جارہی ہیں جو حروفِ تہجی کے اعتبار سے اسد الغابہ اور اصابہ سے دی جارہی ہیں۔

خلافتِ معاویہ کے دیگر صحابہ کرام

حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ کی خلافتِ اسلامی کے دوران دیگر صحابہ کرام کی موجودگی اور کارکردگی کا ذکر کبھی واقعات کے حوالے سے ملتا ہے۔اور کبھی محض ان کی وفیات میں کہ وہ خلافتِ معاویہ میں وفات پا گئے۔اس کو بالعموم ''م خلافۃ معاویہ ؓ'' کے معروف طریقے سے بیان کیا جاتا ہے۔حروفِ تہجی کے اعتبار کی بنا پر زمانی توقیت اور تاریخی ترتیب کا لحاظ کرنا مشکل ہے۔البتہ تجزیہ میں اس کا پورا لحاظ رکھا جائے گا تا کہ نتائج اخذ کرنے میں سہولت ہو۔اس علامتی فقرہ سے بہر حال صحابی موصوف و متعلق کی زمانی تعیین و تحدید پکی ہو جاتی ہے۔اس فہرست میں ان صحابہ کرام کو شامل نہیں کیا گیا ہے جو خلافت یزید میں موجود تھے یا بعد کے ادوارِ خلافت اموی میں۔محض تکرار کی خاطر، ورنہ ان کی موجودگی اس دورِ سعادت میں ویسے ہی لازمی ہے جیسی دوسری سانس سے قبل پہلی سانس کی۔

- حضرت اسید بن اصیحہ جمحیؓ صاحب معاویہؓ برادرزادۂ صفوان بن امیہؓ
- حضرت بلال بن حارث مزنیؓ م ۶۰/۶۸۱ آخر ایام معاویہؓ
- حضرت ثابت بن ضحاک اشہلیؓ م ۴۵/۶۶۵
- حضرت ثابت بن قیس ظفری اوسیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت ثور بن تلیدہ اسدیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت جعدہ بن ھُبیرہ مخزومیؓ م خلافۃ معاویہ فرزندِ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب ہاشمی
- حضرت جعفر بن ابی سفیان بن حارث ہاشمیؓ م خلافۃ معاویہ

- حضرت جندب بن کعب غامدی ازدیؓ م خلافۃ معاویہ ۵۱/۶۷۱
- حضرت حارث بن ازمع ہمدانیؓ م خلافۃ معاویہ/ اواخر میں
- حضرت حارث بن ربعی خزرجی سلمیؓ م۵۴/۶۷۴
- حضرت حارث بن عبداللہ بن وھب دوسیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت حتات بن یزید تمیمیؓ م خلافۃ معاویہ مواخاۃ کے برادرِ حضرت معاویہؓ
- حضرت حسن بن علی ہاشمیؓ م خلافۃ معاویہ/ ۵۰/۶۷۰
- حضرت حوشب بن طخمہ حمیریؓ م در صفین/ معاویہ
- حضرت حوط بن عبداللہ عامریؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ عامریؓ م۶۰/۶۸۱ اواخر عہد معاویہ
- حضرت خالد بن زید خزرجیؓ م۵۱/۶۷۱ حضرت ابوایوب انصاری کے علاوہ بزرگ تھے۔
- حضرت خالد بن العاص مخزومیؓ خلافتِ معاویہ تک زندہ تھے۔
- حضرت خالد بن عرفطہ لیثیؓ م۶۰/۶۸۱ معاویہ/ یزید
- حضرت خراش بن امیہ کعبی خزاعیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت زیاد بن لبید خزرجیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت زید بن سہل نجاری خزرجیؓ م۵۱/۶۷۱
- حضرت سائب بن حارث سہمیؓ م۵۷/۶۷۷
- حضرت سائب بن ابی حبیش اسدیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت سبرہ بن معبدؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت سراقہ بن کعب نجاری خزرجیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت سعید بن یربوع مخزومیؓ م۵۴/۶۷۴
- حضرت سفیان بن عبد شمس زہریؓ م × سفیر معاویہ تھے جو حضرت عمرو بن العاص سہمی کے پاس حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر لے کر مصر گئے تھے۔

- حضرت سلمہ بن سلامہ اشہلیؓ م ۴۵/ ۶۶۵ امام بنی عبدالاشہل تھے۔
- حضرت سمرہ بن معیر جمحیؓ م ۵۹/ ۶۷۹ یا ۷۹/ ۶۹۸ خلافۃ معاویہ/عبدالملک
- حضرت سہل بن الحنظلیہ اوسیؓ م اول خلافۃ معاویہ
- حضرت سہل بن ابی حثمہ اوسیؓ م اول خلافۃ معاویہ
- حضرت شداد بن اوس خزرجیؓ م ۵۸/ ۶۷۸
- حضرت شیبہ بن عثمان عبدریؓ م ۵۷/ ۶۷۷
- حضرت شیبہ بن عتبہ بن ربیعہ عبشمیؓ م خلافۃ معاویہ حضرت معاویہ کے ماموں (خال) تھے۔
- حضرت صعصعہ بن صوحان عبدریؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت عاصم بن عدی بلویؓ م ۴۵/ ۶۶۵
- حضرت عامر بن حذیفہ عدویؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت عامر بن حذیفہ عدوی/ابوجہمؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت عامر بن ساعدہ حارثیؓ م ۴۱/ ۶۶۱
- حضرت عائذ بن ثعلبہ بلویؓ م ۵۳/ ۶۷۳ امیر/شریکِ غزوۂ روم
- حضرت عبداللہ بن بدر جہنیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت عبداللہ بن ثوب خولانیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت عبداللہ بن حارث بن امیہ اصغرؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت عبداللہ بن حارث عدویؓ م ۴۴/ ۶۶۴ شہید درکابل
- حضرت عبداللہ بن خالد بن اسید امویؓ حضرت معاویہ کے امیرِ فارس تھے
- حضرت عبداللہ بن السعدی عامریؓ م ۵۷/ ۶۷۷
- حضرت عبداللہ بن عباس بن علقمہؓ خلافۃ معاویہ
- حضرت عبداللہ بن عمرو/ابوھریرہ دوسیؓ م ۵۹/ ۶۷۹ خلافۃ معاویہ
- حضرت عبداللہ بن قیس/ابوموسیٰ اشعریؓ م ۴۲/ ۶۶۲

- حضرت عبداللہ بن قیس عتقیؓ م۴۹/۶۶۹
- حضرت عبداللہ بن کعب حمیری ازدیؓ م ۵۸/۶۷۸
- حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہ ازدیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت عبدالرحمٰن بن حارث مخزومیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت عبدالرحمٰن بن سعد بن المنذر خزرجیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت عبدالرحمٰن بن سہل بن زید انصاریؓ عاملِ عثمان و معاویہ/ امیرِ شام و امیر جیش
- حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیقی تیمیؓ م۵۳/۶۷۳
- حضرت عبدالرحمٰن بن عبد/عبیدؓ خلافۃ معاویہ میں تھے عاملِ جندِ فلسطین، محاسبہ
- حضرت عتبان بن مالک خزرجیؓ م خلافۃ معاویہ

بدری صحابی ہیں، حضرت عمر بن خطابؓ کے مواخاۃ کے برادر، گھریلو مسجد کی حدیث سے مشہور، آخر میں نابینا ہو گئے۔

- حضرت عثمان بن حنیف اوسی انصاریؓ م خلافۃ عمر
- حضرت عثمان بن طلحہ عبدریؓ م۴۲/۶۶۲
- حضرت عدی بن عمیرہ کندیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت عصیمہ اشجعیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت عقبہ بن عمرو خزرجیؓ م۶۰/۶۸۱ خلافتِ معاویہ درکوفہ
- حضرت عقیل بن ابی طالب ہاشمیؓ م خلافۃ معاویہ/ اول خلافۃ یزید قبل حرہ بقول بخاری
- حضرت عمر بن حکم سلمیؓ م۵۷/۶۷۷
- معاویہ بن حکم کے برادر تھے اور دوسرے برادران بھی تھے۔ سب صحابہ میں شامل تھے۔
- حضرت عمرو بن حزم نجاری خزرجیؓ م۵۱/۶۷۱

بیعتِ یزید سے حضرت عمرو کا اختلاف اور حضرت معاویہؓ سے سخت کلام بھی کیا مگر بعد میں بیعت بھی کر لی تھی۔

- حضرت عمرو بن الحمق خزاعیؓ م۵۰/۶۷۰
- حضرت عمرو بن سبیع رہاویؓ صفین میں حضرت معاویہؓ کے ساتھ
- حضرت عمرو بن سفیان سُلمیؓ

کنیت ابوالاعور سے زیادہ مشہور تھے۔اعیان اصحاب معاویہ میں تھے اور حضرت علیؓ کے سخت مخالف، صفین کے بعد بھی ساتھ رہے۔

- حضرت عمرو بن مسعود ثقفیؓ خلافۃ معاویہ میں شیخ کبیر

حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ کے برادر تھے، حضرت ابوسفیان اموی کے دوست تھے اور حضرت ابوسفیان طائف میں ان ہی کے گھر میں ٹھہرتے، حضرت معاویہ سے خاندانی تعلق تھا۔دمشق میں حضرت معاویہ کے پاس آتے تھے: وافد

- حضرت عمیر بن سعیدؓ م خلافۃ معاویہ

زہاد صحابہ میں شامل تھے اور حمص کے نزیل طبقہ کے اولین میں تھے۔

- حضرت عمیر بن قرہ لیثیؓ خلافۃ معاویہ میں تھے

صفین میں شریک صحابہ میں تھے۔حضرت معاویہ اور اہل شام کے سخت ناقد تھے۔

- حضرت عمیر بن مساحق عامری قرشی م خلافۃ معاویہ

حضرت درہ بنت ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص کے شوہر تھے اور شریف وسید قوم تھے۔

- حضرت غالب بن عبداللہ لیثی کنانیؓ م۴۸/۶۶۸

فتح مکہ کے سفر میں دلیل نبوی تھے اور بعض سرایا کے افسر بھی رہے تھے۔مرو میں سکونت پذیر تھے۔حضرت معاویہ/زیاد کی طرف سے والی خراسان تھے۔بخاری کے مطابق یہ دوسرے صحابی تھے۔

- حضرت قرظہ بن کعب خزرجیؓ م خلافۃ معاویہ

حضرت عبداللہ بن ایاس کے برادر مادری تھے۔غزوہ احد اور بعد کے مشاہد نبوی کے شریک تھے۔خلافت فاروقی میں حضرت عمار بن یاسر کے بطور والی کوفہ جانے والے قافلہ کے اس

فضلاء انصار میں شامل تھے۔فاتح رے ۲۳/۶۴۴ تھے، حضرت علی کے والی کوفہ تھے اور جمل وصفین میں ان کے ساتھ تھے۔ایک روایت کے مطابق حضرت مغیرہ کی امارت کوفہ میں وفات پائی۔

- حضرت قرہ بن ایاس مزنیؓ	م خلافۃ معاویہ ۶۴/۶۸۴

والد کے ساتھ خدمت نبوی میں وافد تھے۔دعائے نبوی سے سرفراز ہوئے، رویت خاتم نبوی سے مشرف تھے اور راوی بھی، حضرت عبدالرحمٰن بن عبس عبشمی قرشی کے ساتھ ازارقہ کے خلاف جنگ میں حصہ لیا اور شہید ہوئے۔وفات کا سنہ ۶۴ صحیح نہیں ہے۔

- حضرت قعقاع بن عمرو تمیمیؓ	م خلافۃ معاویہ

بہادر وشجاع صحابی تھے اور خوبصورت آواز کے مالک، وفات نبوی کے وقت حاضر تھے۔فتوح عراق وشام میں شریک تھے اور افسر جیش بھی۔حضرت علیؓ کے ساتھ جمل وصفین وغیرہ میں شریک تھے اور حضرات طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے صلح میں سفیر علیؓ بھی تھے۔

- حضرت قیس بن عبایہ خولانیؓ	م خلافۃ معاویہ

اوس کے بنو حارث کے حلیف تھے۔صحابہ کے طبقہ اول میں تھے۔اور شریک فتوح شام۔

- حضرت کثیر بن شہاب مازنیؓ	خلافۃ معاویۃ میں

ابو عبدالرحمٰن کنیت تھی، کوفہ میں قبیلہ مذحج کے سردار تھے، اور خلافت معاویہ میں رے وغیرہ کے والی رہے تھے۔

- حضرت کعب بن مرہ سلمی بہزیؓ	م ۵۹/ ۶۷۹	خلافۃ معاویہ

ساکن اردن/ شام، راوی احادیث در فضل جہاد وامداد الٰہی، وفات در شام۔

- حضرت مالک بن بُحینہؓ	م ۵۶/۶۷۶	خلافۃ معاویہ

نمازِ فجر فرض کی اقامت کے باوجود دو سنتیں ادا کیں۔بحینہ ماں کا نام تھا، فرزند بھی صحابی تھے، نام تھا عبداللہ۔

- حضرت مالک بن ربیعہ ساعدی خزرجیؓ	م ۶۰/ ۶۸۱	سنۂ وفات معاویہ

اپنی کنیت ابو اسید ساعدی سے زیادہ معروف ہیں، بدری تھے اور دوسرے تمام مشاہد

نبوی میں شریک رہے تھے، حضرت عثمانؓ کی شہادت سے قبل نابینا ہو گئے تھے، مدینہ میں بعمر ۷۵ سال وفات پائی۔

○ حضرت مالک بن ربیعہ سلولیؓ خلافۃ معاویہ میں تھے۔

ابو مریم کنیت تھی، حدیبیہ اور بیعت رضوان میں شریک تھے، اہل کوفہ میں تھے، زیاد بن ابی سفیان اموی کے نسب کے ایک شاہد تھے۔ دوسرے صحابہ بھی شاہد تھے۔

○ حضرت مالک بن ضمرہ ضمریؓ م خلافۃ معاویہ

نزیل کوفہ، مہاجرین کے اسلحہ کی عاریت کی روایت کے راوی تھے کہ ان سے اہل بیت نبوت سے جنگ نہ کی جائے۔

○ حضرت مالک بن عبادہ غافقیؓ م ۵۸/ ۶۷۸ خلافۃ معاویہ

شامی صحابی اور رسول اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنے کی ممانعت کرنے والی حدیث کے راوی۔

○ حضرت مجاعہ بن مرارہ حنفی یمامیؓ م خلافۃ معاویہ

وفد قوم میں حاضر خدمت نبوی، کتاب و اقطاع نبوی سے سرفراز، بہت فصاحت و بلاغت وحکمت والے تھے۔

○ حضرت محجن بن ادرع اسلمیؓ م خلافۃ معاویہ

قدیم الاسلام تھے، حدیث: ارموا وانا مع ابن الادرع کےمصداق تھے، ساکن وبانی مسجد بصرہ۔ طویل عمر پائی، حضرت بریدہ اسلمی کی معاصرت وصحبت حاصل تھی۔ مدینہ منتقل ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔

○ حضرت محمد بن جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ م خلافۃ معاویہ

حضرت عبداللہ بن جعفر کے برادر تھے اور حبشہ میں والدہ حضرت اسماء بنت عمیس خثعمی کی مہاجرت کے دوران پیدا ہوئے تھے۔ حضرت جعفر کی وفات پر رسول اکرم ﷺ نے ان کو تعزیت کے وقت گود میں لیا تھا، فتح تستر میں شریک تھے۔

○ حضرت مخرمہ بن نوفل زہری قرشیؓ م۵۴/ ۶۷۴ خلافۃ معاویہ

مشہور راوی حضرت مسور کے والد ماجد تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص زہری کے عم زاد تھے، فتح مکہ کے مسلمان تھے اور مولفۃ القلوب میں شامل۔ تاریخ، ایام الناس اور نسب قریش کے عظیم ترین علماء میں تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں انصاب حرم کی تجدید کی، ان کے رفقاء کار تھے: ازہر بن عوف، سعید بن یربوع، اور حویطب بن عبدالعزیٰ۔ کلام میں سختی تھی اور زبان کے جارح تھے۔ وفات در مدینہ بعمر ۱۱۵ سال۔ نابینا ہو گئے تھے۔

- حضرت مدلج/مدلاج بن عمرو بن سلمیؓ م۵۰/۶۷۰

حلیف بنو عبد شمس تھے اور اپنے برادران ثقف و مالک کے ساتھ بدری تھے اور دوسرے مشاہد نبوی کے شریک بھی۔

- حضرت مرہ بن کعب سلمی بھزیؓ م۵۷/۶۷۷

نزیل بصرہ تھے پھر شام منتقل ہو گئے، اردن میں وفات پائی۔ شامی خطباء میں صحابی حضرت مرہ آخری خطیب صحابہ تھے۔

- حضرت مستورد بن شداد فہری قرشیؓ م۴۵/۶۶۵

بوقت وفات نبوی غلام (نوجوان) تھے، سماعت حاصل ہے، کوفہ میں سکونت تھی پھر مصر چلے گئے اور فتوحات میں حصہ لیا۔ اسکندریہ میں وفات پائی۔

- حضرت معتب بن الحمراء خزاعی سلولیؓ م۵۷/۶۷۷

حلیف بنی مخزوم تھے اور ابن الحمراء سے معروف، مہاجر حبشہ و مدینہ تھے، حضرت ثعلبہ بن حاطب کے مواخاۃ مدنی کے بھائی تھے، ۸۷ سال کی عمر وفات پائی۔

- حضرت معقل بن ابی الھیثم اسدیؓ م خلافۃ معاویہ

حلیف بنوالاسد تھے اور مدنی، عمرۂ رمضان اور حج برابر کرتے رہے، راوی احادیث ہیں۔

- حضرت منجاب بن راشد ضبیؓ خلافۃ معاویہ میں تھے۔

اشراف کوفہ میں تھے، زیاد بن ابی سفیان اموی نے اپنی وفات کے وقت تین وصی مقرر کئے تھے یہ ان میں سے ایک تھے۔

- حضرت منذر بن سعد بن منذرؓ م خلافۃ معاویہ

یہ اصلاً ابوحمید الساعدی ہیں۔نام میں اختلاف ہے۔عبدالرحمٰن میں ذکر آچکا ہے۔

- حضرت ناجیہ بن اعجم اسلمیؓ م خلافۃ معاویہ
- حضرت ناجیہ بن جندب اسلمیؓ م خلافۃ معاویہ

رسول اکرم ﷺ کے ہدی کے جانوروں کو مکہ مکرمہ قربانی کے لئے لے جانے والے عامل، اہل مدینہ میں، شریک حدیبیہ و بیعت رضوان، اصل نام ذکوان تھا رسول اکرم ﷺ نے ناجیہ رکھا۔مدینہ میں وفات پائی۔

- حضرت نعیمان بن عمرو نجاری خزرجیؓ م خلافۃ معاویہ

ابوعمرو کنیت تھی، بدری تھے اور تمام مشاہد نبوی کے شریک، کثیر المزاح تھے اور رسول اکرم ﷺ کو ہنساتے تھے۔اپنے ساتھی حضرت سویبط بن حرملہ کو مذاق مذاق میں بطور غلام بیچ دیا۔شراب خوری کی لت تھی۔مگر محبت الٰہی و نبوی سے بھی سرشار تھے۔

- نفیع بن حارث ثقفیؓ م ۵۱/۶۷۱

حضرت ابوبکر ثقفی کی کنیت سے مشہور تھے، سمیہ کے فرزند ہونے کے سبب زیاد بن ابی سفیان کے برادر مادری تھے، فضلاء صحابہ میں شمار تھا، کثیر العبادۃ تھے۔ذکر آچکا ہے۔

- حضرت ہند بن اسماء بن حارثہ اسلمیؓ م خلافۃ معاویہ

بخاری کے مطابق صحابی تھے۔حضرت ہند بن حارثہ اسلمی اور ان کے ساتوں برادران کے بھتیجے تھے۔تمام اعمام شرکاء بیعت رضوان تھے۔

- حضرت ولید بن عقبہ امویؓ م خلافۃ معاویہ

حضرت عثمانؓ کے برادر مادری، مسلم فتح مکہ تھے یا قبل کے۔عہد نبوی میں بنوالمصطلق کے عامل صدقات تھے اور بنو قضاعہ کے بھی۔خلافت راشدہ میں امیر جیش و سالار رہے۔خلافت فاروقی میں والی جزیرہ تھے اور خلافت عثمانی میں والی کوفہ، شراب نوشی کے الزام میں معزول کئے گئے۔رجال و اکابر قریش میں تھے، شاعر بھی تھے اور ظریف و فطین بھی۔فتنہ میں عزلت گزیں

رہے، حضرت معاویہؓ کے حامی تھے۔ رقہ میں وفات پائی۔

○ حضرت ابوثعلبہ خشنیؓ م خلافۃ معاویہ

نام میں اختلاف شدید، صحابیت پر اجماع، شریک بیعت رضوان، شام میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔

○ حضرت ابوعیاش زرقیؓ م خلافۃ معاویہ

نام میں شدید اختلاف، مشاہد نبوی میں شریک رہے۔ والدہ کا نام تھا: خولہ بنت زید بن نعمان زرقی۔

○ حضرت بریرہؓ م خلافۃ معاویہ

مولاۃ حضرت عائشہ، مشہور صحابیہ، عبدالملک بن مروان مدینہ میں ان کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اور وہ عبدالملک کو ان کے خصال حمیدہ کے سبب خلافت کا مستحق سمجھتی تھیں۔

○ حضرت الشفاء بنت عبداللہ عدوی قرشیؓ خلافۃ معاویہ میں تھیں۔

قدیم مسلم تھیں اور مبایعات مہاجرات میں شامل، عاقل و فاضل خواتین میں تھیں، رسول اکرم ﷺ ان کے ہاں قیلولہ فرماتے تو آپ ﷺ کا پسینہ ایک شیشی میں جمع کر لیتیں۔ قیلولہ کے لئے ایک بستر وازار بنا رکھا تھا جسے حضرت مروان نے مانگ لیا تھا، وہ نملہ کی جھاڑ پھونک کرتی تھیں اور رسول اکرم ﷺ نے حضرت حفصہ کو ان سے سیکھنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت عمرؓ ان کی توقیر کرتے تھے۔

خلافتِ یزید کے دیگر صحابہ کرام

انتظامی مناصب سے وابستہ اور دوسرے مباحث میں مذکورہ صحابہ کرام کے علاوہ اس فہرست میں ان اصحاب رسول ﷺ کا ذکر لایا جارہا ہے جو معاجم مذکورہ بالخصوص اسد الغابہ میں حروف تہجی کے اعتبار سے ملتے ہیں، ان صحابہ کرام کے بارے میں دور خلافت یزید سے متعلق ہونے کی کئی علامات ہیں: اول صراحت ملتی ہے کہ وہ خلافت یزید میں تھے/ یا وفات پا گئے۔ دوم ان کی تاریخ / سنہ وفات کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس میں بسا اوقات مروانی دور کا کوئی سنہ ہوتا ہے، جو

ان کے خلافت یزید کے بعد خلافتِ بنو مروان کے دور/ ادوار میں بھی وجود و تفاعل کا پتہ دیتا ہے۔ اس طرح وہ بالواسطہ خلافت یزید میں ان کی موجودگی، برکت، سعادت اور کارکردگی کی شہادت بن جاتا ہے۔ لہٰذا اس فہرست میں دونوں طرح کے صحابہ کرام کا ذکرِ خیر شامل کیا گیا ہے۔

- حضرت احنف بن قیس تمیمیؓ م ٦٧/ ٦٨٧
- حضرت اصیحہ بن امیہ جمحیؓ خلافۃ عبدالملک تک موجود برادر صفوان بن امیہؓ
- حضرت اسعد بن سہل بن حنیف اوسیؓ م ١٠٠/ ٧١٨
- حضرت اسلم مولیٰ حضرت عمرؓ م ٨٠/ ٦٩٩
- حضرت اسماء بنت حارثہؓ م ٦٦/ ٦٨٥ در بصرہ بعمر ٨٠ سال
- حضرت اسود بن ہلال محاربی کوفیؓ م ٨٥/ ٧٠٤ مقتول دیر الجماجم
- حضرت اسود بن یزید نخعیؓ م ٧٥/ ٦٩٤ صاحب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
- حضرت انس بن مالک خزرجیؓ م ٩١/ ٧٠٩ یا ٩٣/ ٧١١ بصرہ کے آخری صحابی
- حضرت اوس حضرمیؓ م ٧٣/ ٦٩٢
- حضرت ایفع بن عبدالکلاعیؓ م ١٠٦/ ٧٢٤
- حضرت ایمن بن خریم اسدیؓ عبدالعزیز بن مروان والی مصر کے صاحب
- حضرت براء بن عازب اوسی حارثیؓ م ایام مصعب بن زبیر خلافۃ عبدالملک

(اسد ا/ ١٧١)

- حضرت بشیر بن عمروؓ م ٨٥/ ٧٠٤ در ایام حجاج۔ عریف قوم تھے
- حضرت بلال بن حارث مزنیؓ م اواخر خلافۃ معاویہ یا اوائل خلافتِ یزید
- حضرت جابر بن عبداللہ سلمی انصاریؓ م ٧٤/ ٦٩٣
- حضرت جابر بن عتیک اوسی معاویؓ م ٦١/ ٦٨٢
- حضرت جبر بن عبداللہ قبطیؓ م ٦٣/ ٦٨٤
- حضرت جبر بن عتیک اوسیؓ م ٦١/ ٦٨٢

- حضرت جنادہ بن ابی امیہ کثیرؓ م ۶۷/۶۸۶ امام نماز تھے۔
- حضرت جندب بن عبداللہ بن سفیان بجلیؓ م ایام مصعب بن زبیر/خلافۃ عبدالملک
- حضرت حارث بن عمر ہذلیؓ م ۷۰/۶۸۹
- حضرت حارث بن غزیہ مزنیؓ م ۷۰/۶۸۹
- حضرت حارث بن عوف کنانیؓ/ابو واقد لیثی م ۶۸/۶۸۷
- حضرت حارث بن ابی ہالہؓ /معاویہ، یزید برادرِ حضرت ہند بنت ابی ہالہ تمیمیؓ
- حضرت حبیب بن ابی الیسر عمرو انصاریؓ م/مقتول حرہ مع برادران یزید و عمیر وغیرہ
- حضرت حریز بن شراحیل کندیؓ م ۶۶/۶۸۵
- حضرت حسین بن علیؓ ہاشمیؓ م ۶۱/۶۸۲ شہید کربلاء
- حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ م ۶۱/۶۸۲ درعہد یزید
- حضرت خویلد بن عمرو ربعیؓ م ۶۸/۶۸۷
- حضرت رافع بن خدیج اوسیؓ م ۷۴/۶۹۳
- حضرت ربیعہ بن عباد کنانیؓ م خلافۃ الولید
- حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ م ۶۳/۶۸۳
- حضرت زید بن ارقم خزرجیؓ م ۶۸/۶۸۷
- حضرت زید بن خالد جہنیؓ م ۷۸/۶۹۷
- حضرت سائب بن خبابؓ م ۷۷/۶۹۶
- حضرت سائب بن خلاد خزرجیؓ م ۹۱/۷۱۰
- حضرت سائب بن یزید کندیؓ م ۸۰/۶۹۹ کے بعد
- حضرت سخر ور بن مالک حضرمیؓ م ۶۵/۶۸۴
- حضرت سعد بن ایاس شیبانیؓ م ۹۵/۷۱۴
- حضرت سعد بن حبان مازنیؓ م ۶۳/۶۸۳

- حضرت سعد بن زید انصاریؓ م آخر خلافۃ عبدالملک
- حضرت سعد بن مالک/ابوسعید خدریؓ م ۷۴/۶۹۳
- حضرت سعید بن یزید ازدیؓ م یزید بن معاویہ امیر مصر تھے خلافت یزید میں
- حضرت سفیان بن وہب خولانیؓ م ۸۲/۷۰۱ افریقیہ پر والی از طرف عبدالعزیز بن مروان
- حضرت سلامہ بن عمیر/ابوحداد اسلمیؓ م ۷۱/۶۹۰
- حضرت سلمہ بن اکوع اسلمیؓ م ۷۴/۶۹۳
- حضرت سلیمان بن صرد خزاعیؓ م ۶۵/۶۸۴
- حضرت سمرہ بن جنادہ سوائیؓ م خلافۃ عبدالملک دربصرہ
- حضرت سنان بن سلمہ ہذلیؓ م آخر ایام حجاج/خلافۃ ولید
- حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ م ۸۸/۷۰۷ ایام حجاج/خلافۃ ولید
- حضرت سُوید بن غفلہ جعفیؓ م ۸۰/۶۹۹ ایام حجاج/خلافۃ عبدالملک
- حضرت شرحبیل بن غیلان ثقفیؓ م ۶۰/۶۸۱ خلافۃ یزید
- حضرت شریح بن ہانی حارثیؓ م ۷۸/۶۹۷ غزوۃ سجستان میں
- حضرت شقیق بن سلمہ اسدیؓ م ۹۹/۷۱۷
- حضرت صدی بن عجلانؓ م ۸۱/۷۰۰ یا ۸۶/۷۰۵

شام کے آخری صحابی ایک روایت میں۔ دوسری روایت حضرت عبداللہ بن بسر آخری صحابی تھے اور اسی کو ترجیح حاصل ہے۔

- حضرت طارق بن سوید حضرمیؓ م ۸۳/۷۰۲ خلافۃ عبدالملک
- حضرت عامر بن ابی عامر اشعریؓ م خلافۃ عبدالملک
- حضرت عامر بن واثلہ کنانیؓ/ابوالطفیل م ۱۰۰/۷۱۸ یا ۱۱۰/۷۲۸ مکہ مکرمہ کے آخری صحابی۔
- حضرت عائذ بن عمرو مزنیؓ/ابوھبیرہ م خلافۃ یزید
- عائذ اللہ/ابوادریس خولانیؓ قاضی یزید/م آخر خلافۃ عبدالمک

- حضرت عبداللہ بن انیس جہنیؓ م ۷۴/۶۹۳
- حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اسلمیؓ م ۸۶/۷۰۵ یا ۸۷/۷۰۶ خلافت عبدالملک/ولید
- حضرت عبداللہ بن بسر مازنیؓ ۸۸/۷۰۶ م خلافۃ سلیمان شام کے آخری صحابی
- حضرت عبداللہ بن ثعلبہؓ م ۸۹/۷۰۸
- حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ م ۸۰/۶۹۹ خلافۃ عبدالملک

حضرت معاویہ ویزید سے ان کے نہایت قریبی روابط تھے۔موصوف ان دونوں اموی خلفاء کے زبردست موید وحامی تھے۔

- حضرت عبداللہ بن حارث ہاشمیؓ وفاتِ یزید کے بعد اکابر بصرہ نے ان کو امیر بصرہ مقرر کیا تھا۔
- حضرت عبداللہ بن حارث زبیدیؓ م ۸۶/۷۰۵ درمصر خلافۃ عبدالملک/ولید
- حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل ہاشمیؓ م ۸۴/۷۰۳ خلافۃ عبدالملک
- حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ م ۷۱/۶۹۰ خلافۃ عبدالملک
- حضرت عبداللہ بن حنظلہ اوسیؓ م ۶۳/۶۸۳ شہید حرہ

خلیفہ یزید کے پاس اپنے دس فرزندوں کے ساتھ دمشق جایا کرتے تھے اور خلیفہ اموی کے عطایائے جزیل سے متمتع ہوتے تھے۔

- حضرت عبداللہ بن حوالہ ازدیؓ م ۸۰/۶۹۹ خلافۃ عبدالملک
- حضرت عبداللہ بن خیثمہ خزرجیؓ م خلافۃ یزید
- حضرت عبداللہ بن زبیر اسدی قریشیؓ م ۷۲/۶۹۱ خلافۃ عبدالملک
- حضرت عبداللہ بن زید خزرجی مازنیؓ م ۶۳/۶۸۳ شہید حرہ
- حضرت عبداللہ بن ساعدہ اوسیؓ م ۱۰۰/۷۱۸
- حضرت عبداللہ بن ساعدہ ہذلیؓ م ۱۰۰/۷۱۸
- حضرت عبداللہ بن سائب مخزومیؓ م ۷۲/۶۹۱ خلافۃ عبدالملک
- حضرت عبداللہ بن ابی طلحہ نجاری خزرجیؓ م خلافۃ الولید

- حضرت عبداللہ بن صفوان بن امیہ جمحیؓ م ۷۳/۶۹۲
- حضرت عبداللہ بن عامر غزیؓ م ۸۵/۷۰۴
- حضرت عبداللہ بن عباس ہاشمیؓ م ۶۸/ ۶۸۷
- حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب عدویؓ م ۷۳/۶۹۲ خلافۃ عبدالملک
- حضرت عبداللہ بن عصام اشعریؓ شامی صحابی اور غالباً سفیر خلیفہ یزید تھے، نام میں اختلاف ہے۔
- حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سہمیؓ م ۶۳/۶۸۳ خلافۃ یزید یا خلافۃ عبدالملک میں
- حضرت عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ مخزومیؓ م ۶۴/۶۸۴ بعد وفات یزید
- حضرت عبداللہ بن محیریز جمحیؓ م خلافۃ ولید ا/ عمر ثانی
- حضرت عبداللہ بن ابی مطرف ازدیؓ خلافۃ عبدالملک/ حجاج تک زندہ
- حضرت عبداللہ بن مطیع عدویؓ م ۶۳/۶۸۳ شہید حرہ
- حضرت عبداللہ بن ابی معقل انصاریؓ م حدود ۶۷/ ۶۸۶ خلافۃ عبدالملک
- حضرت عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ لخمیؓ م ۶۸/ ۶۸۷
- حضرت عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت خزرجیؓ م ۱۰۴/۷۲۲
- حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاریؓ م ۸۰/ ۶۹۹ در مدینہ/ امارت ابان بن عثمان بن عفان
- حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان بن عبیداللہ تیمیؓ م ۷۳/۶۹۲

برادر زادہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ تیمیؓ، اصحاب حضرت ابن زبیرؓ میں اور انھیں کے ساتھ شہید۔

- حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعریؓ م ۷۸/ ۶۹۷ خلافۃ عبدالملک

حضرت مروانؓ کے ساتھ مصر گئے ۶۵/ میں، تابعین میں شمار

- حضرت عبدالرحمٰن بن ملؓ نہدی م ۹۵/۷۱۴ آخر ایام حجاج/ خلافۃ الولید بعمر ۱۳۰ سال
- حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث ہاشمیؓ م ۶۱/ ۶۸۲ یا خلافۃ معاویہ
- حضرت عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمیؓ م ۸۷/ ۷۰۵ یام ایام یزید در مدینہ

- حضرت عبیداللہ بن عدی بن الخیار نوفلیؓ م خلافۃ الولید
- حضرت عبید بن وھب اشعری ازدیؓ م خلافۃ عبدالملک

اصل نام عبداللہ بن ہانی ہے، نزیل شام تھے۔

- حضرت عتبہ بن عبد سُلمیؓ م ۷۱/۶۹۰ یا ۷۲/۶۹۱ شام کے آخری صحابی-(واقدی)
- حضرت عتبہ بن منذر سلمیؓ م ۸۷/۷۰۶ خلافۃ ولید بعمر ۹۴ سال، شام کے آخری صحابی۔
- حضرت عثمان بن عبدالرحمٰن تیمیؓ م ۷۴/۶۹۳
- حضرت عداء بن خالد عامریؓ/صعصعہ م ۱۰۱/۷۱۹ طویل عمر تا خروجِ یزید بن مہلب ازدی
- حضرت عدی بن حاتم طائیؓ م ۶۷/۶۸۶ درکوفہ بعمر ۱۲۰ سال
- حضرت عرباض بن ساریہ سُلمیؓ م ۷۵/۶۹۴ خلافۃ عبدالملک
- حضرت عمار بن معاذ اوسی ظفریؓ م خلافۃ عبدالملک

ابونملہ کنیت تھی، بدری اور دوسرے مشاہد نبوی کے شریک تھے۔ دو فرزند: عبداللہ ومحمد، شہیدان حرہ میں تھے۔ دوسرا نام عمارہ بھی ہے۔

- حضرت عمر بن ابی سلمہ مخزومیؓ م ۸۳/۷۰۲ خلافۃ عبدالملک

رسول اکرم ﷺ کے ربیب اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے پہلے شوہر حضرت ابوسلمہؓ کے فرزند تھے۔ وفات نبوی کے وقت عمر نو سال بتائی جاتی ہے اور سنہ ولادت ۲ھ جبکہ ولادت ہوئی تھی حبشہ کے مہاجرت کے دوران۔ خلافت علیؓ میں بحرین وفارس کے عامل ووالی رہے تھے۔

- حضرت عمرو بن اخطب انصاریؓ وفات بعمر ۹۳/سو/۱۲۰ سال

مسح نبوی کی برکت سے آخری عمر تک چند بال سفید ہوئے تھے۔ قرآن کریم کے جامع عہد نبوی تھے: کان من جماع القرآن.

- حضرت عمرو بن سلمہ کلابیؓ م خلافۃ عبدالملک

بنومروان سے گہرے روابط تھے۔ وفد میں اسلام لائے، شاعر تھے۔

- حضرت عمرو بن شاس اسدی خزیمیؓ م خلافۃ عبدالملک

حدیبیہ میں شریک تھے، قوت ومردانگی میں ضرب المثل تھے اور عمدہ (جید) شاعر تھے، حجاج بن یوسف ثقفی کے افسر تھے عرار کے۔ حضرت علیؓ کے ساتھ عہد نبوی میں شریک غزوہ یمن تھے اور واپسی پر ان کی شکایت رسول اکرم ﷺ سے کی تھی۔

○ حضرت عمرو البکائیؓ حضرت مروان کی خلافت میں تھے۔

والد کے نام میں اختلاف ہے۔ بخاری وابو حاتم کے مطابق صحابی تھے۔ ۶۵/۶۸۴ میں حضرت مروان کے ساتھ مصر میں داخل ہوئے تھے اور حمص میں سکونت پذیر تھے۔

○ حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ م ۷۳/۶۹۲ خلافۃ عبدالملک

کنیت میں اختلاف شدید ہے، ابوعبدالرحمٰن زیادہ مشہور ہے۔ غزوۂ خیبر اولین غزوۂ نبوی تھا۔ فتح مکہ میں اشجع کے علمبردار تھے، شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ صحابہ میں حضرت ابو ایوب انصاری وغیرہ ان سے روایت حدیث کرتے ہیں۔ مسجد حمص میں کعب کو قصہ گوئی کرتے سرزنش کی تھی۔ دمشق میں وفات پائی۔

○ حضرت قباث بن اشیم لیثی کنانیؓ خلافۃ عبدالملک میں شیخ کبیر

جاہلیت میں عبد شمس کو دیکھا تھا اور واقعہ فیل کے بھی شاہد تھے۔ اسلام لائے اور یرموک میں امیر میسرہ/ میمنہ تھے۔ حمص کے ساکن تھے۔ عبدالملک کے سوال کے جواب میں کہا تھا: أنا اصغر منه ﷺ ورسول الله ﷺ اکبر منی."

○ حضرت قبیصہ بن ذؤیب خزاعی کعبیؓ م ۸۶/۷۰۵ خلافۃ عبدالملک

ابوسعید کنیت تھی یا ابواسحاق، سال ہجرت کی ولادت ہے، فتح مکہ میں خدمت نبوی میں لائے گئے اور دعا سے سرفراز ہوئے۔ علماء امت میں تھے۔ کبار صحابہ وتابعین ان کے راوی ہیں۔ خلیفہ عبدالملک کے صاحب/ افسر خاتم تھے۔ وہ عظیم ترین فقیہ بھی تھے۔ ❶

○ حضرت قتادہ بن اوفی / ابی اوفی عبشمیؓ م خلافۃ یزید یا بعد میں

ابن سعد کے مطابق صحابہ میں تھے۔ حضرت ایاس کے والد تھے۔ حضرت ایاس خلافۃ

---

❶ ابن اثیر ۴/۵۲۵: وحنكه النبي ﷺ، وكان على خاتم عبدالملك بن مروان، وكان فقيها...."

یزید میں رے کے قاضی تھے۔ان کے پاس مقتولوں کی دیت کا شعبہ و منصب بھی تھا۔

- حضرت مالک بن اخیمر باہلیؓ م خلافۃ عبدالملک

والد کے نام میں اختلاف ہے کہ اخامر ہے یا اخیمر

- حضرت مالک بن اوس یربوعی نصریؓ م ۹۲/۷۱۰

قبیلہ ہوازن سے اور اپنی کنیت و نسبت ابوسعید النصری سے مشہور ہیں۔ بیت المقدس کی فتح میں حضرت عمرؓ کے ساتھ تھے۔عریف قوم تھے اور خلفاء اربعہ سے سماعت حدیث ہے۔ وفات مدینہ میں ہوئی بعمر ۹۴ سال۔

- حضرت مالک بن حویرث بن اشیم لیثیؓ م ۷۴/۶۹۳

ابوسلیمان کنیت تھی اور اہل بصرہ میں سے تھے۔قوم کے وفد میں حاضر خدمت ہوئے تھے اور اپنے قبیلہ کے معلم و مبلغ مقرر کیے گئے۔ بصرہ میں وفات پائی۔ دوسرا سنہ وفات ۹۴/ صحیح نہیں ہے۔

- حضرت مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمیؓ م خلافۃ عبدالملک

غزوات رومی کے چالیس برسوں تک امیر الجیوش تھے۔خلافت یزید اور عبدالملک بن مروان میں بھی امیر غزوات روم تھے۔ان تینوں ادوار میں والی صوائف تھے۔غزوات روم میں ان کا ذکر آ چکا ہے۔

- حضرت مالک بن ھبیرہ سکونیؓ م خلافۃ مروانؒ

اہل مصر میں سے تھے اور خلافت معاویہ سے امیر جیوش بھی تھے، ابوسعید کنیت تھی۔ خلافت یزید میں بھی امیر جیش مصر تھے۔

- حضرت محلم بن جثامہ کنانی لیثیؓ م خلافہ ابن زبیر

حضرت صعب بن جثامہ کے برادر تھے۔ جثامہ کا اصل نام یزید تھا۔سریۂ بطن اضم میں شریک تھے، حمص میں بس گئے تھے۔

- حضرت محمد بن ثابت بن قیس بن شماس خزرجیؓ م خلافۃ یزید شہید حرہ

تسمیہ وتحنیک نبوی سے سرفراز تھے۔ مدینہ میں سکونت رکھتے تھے۔

○ حضرت محمد بن حاطب جمحی قرشیؓ م خلافۃ عبدالملک

مولود حبشہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر ہاشمی کے برادر رضاعی، حضرت علیؓ کے تمام مشاہد میں شریک تھے۔ مکہ میں ولایت بشر بن مروان میں وفات پائی۔ ۷۴/۶۹۳ میں یا ۸۶/۷۰۵ میں کوفہ میں۔ بقول ابونعیم۔

○ حضرت محمد بن عمرو بن حزم انصاریؓ م۶۳/۶۸۳ شہید حرہ

وفات نبوی سے دو سال قبل نجران میں ولادت ہوئی، فقیہ و فاضل تھے۔

○ حضرت محمد بن عمرو بن العاص سہمیؓ خلافۃ معاویہ و یزید میں تھے۔

صحابی ہیں اور وفات نبوی کے وقت نوجوان (حدث) تھے، صفین میں شریک تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کے برادر خورد تھے۔

○ حضرت محمود بن ربیع خزرجیؓ م۹۹/ ۷۱۷

اہل مدینہ میں تھے اور عہد نبوی میں عمر چار یا پانچ سال تھی۔ مجہ نبوی سے سرفراز ہوئے۔ شریک غزوۂ قسطنطنیہ تھے اور راوی حدیث بھی ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ وفات بعمر ۹۳/۹۴ سال تھی۔

○ حضرت محمود بن لبید اوسی اشہلیؓ م ۹۶/ ۷۱۵

بخاری کے مطابق صحابی تھے اور حضرت محمود بن ربیع خزرجی سے عمر میں بڑے تھے۔ علماء صحابہ میں شمار ہے۔

○ حضرت مسروح بن سند حمصیؓ م امارت عبدالعزیز بن مروان

حضرت زنباع جذامی کے مولیٰ تھے، نزیل مصر تھے۔

○ حضرت مسور بن مخرمہ بن نوفل زہری قرشیؓ م۶۴/۶۸۴ خلافۃ یزید و عبدالملک

ابوعبدالرحمٰن کنیت تھی۔ والدہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہری کی بہن عاتکہ تھیں۔ ۲ھ کے مولود تھے۔ فقیہ و عالم و محدث تھے، حضرت علیؓ کے حامی رہے۔ خلافت معاویہ میں مکہ

میں مقیم رہے۔ بیعت یزید کے مخالف تھے اور حضرت ابن زبیر کے حامی۔ محاصرہ مکہ کے دوران پتھر لگنے سے شہید ہوئے۔

○ حضرت مطعم بن عبیدہ بلویؓ   خلافۃ یزید میں موجود تھے۔

مصری صحابہ میں تھے۔ حضرت ابن عمرؓ نے فتنہ کے زمانے میں ان کے دروازے پر ہی اطاعت امیر کی حدیث بیان کی۔

○ حضرت معاذ بن حارث خزرجی نجاریؓ   م ٦٣/ ٦٨٣   شہید حرہ/ وفات طبعی

حضرت زید بن ثابت سے قبل۔ قاری قرآن تھے۔ غزوۂ خندق اور بعد کے مشاہد نبوی میں شریک رہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں امام تراویح تھے۔

○ حضرت معاذ بن الصمہ بن عمرو بن جموحؓ   م٦٣/ ٦٨٣   شہید حرہ

شریک غزوہ احد و مشاہد نبوی، برادر زادہ حضرت معاذ بن عمرو بن جموح

○ حضرت معبد بن خالد جہنیؓ   م٧٣/ ٦٩٢   خلافۃ عبدالملک

قدیم الاسلام، فتح مکہ میں جہینہ کے علمبردار تھے، بادیہ میں سکونت رکھتے تھے۔ وفات بعمر ٨٥ سال۔

○ حضرت معقل بن سنان اشجعیؓ   م ٦٣/ ٦٨٣

شریک فتح مکہ اور مقیم مدینہ تھے۔ عامل فاضل اور متقی تھے۔ عہد نبوی میں مفتی و قاضی مدینہ رہے۔ یزید کی بیعت توڑ دی تھی۔ شہید حرہ۔

○ حضرت مقدام بن معدیکرب کندیؓ   م ٨٧/ ٧٠٥

وفد کندہ میں حاضر خدمت ہوئے، شامی صحابہ میں تھے، شام ہی میں بعمر ٩١ سال وفات پائی۔

○ حضرت نعمان بن بشیر خزرجیؓ   م٦٤/ ٦٨٤

حضرت ابن زبیرؓ سے چھ ماہ بڑے تھے، اول مولود انصار بعد ہجرت، والدین صحابی، عامل و والی حمص، کوفہ برائے حضرت معاویہ و یزید، مرج راہط ذوحجہ ٦٤/ کے بعد شہید، ولایت کوفہ کے دوران اعشیٰ ہمدانی کو عطیہ دیا۔

- حضرت نوفل بن مساحق عامری قرشیؓ م خلافۃ عبدالملک

ابوسعد کنیت تھی، بدری صحابی تھے۔

- حضرت نوفل بن معاویہ دئلیؓ م خلافۃ یزید

شریک فتح مکہ تھے، نزیل مدینہ اور مدینہ میں ہی وفات پائی۔طویل عمر پائی ۱۲۰ سال، عبدالمطلب کو دیکھا تھا۔

- حضرت ہانی بن عمرو خزاعیؓ م ۶۸/ ۶۸۷

ابو شریح خزاعی سے معروف تھے، فتح مکہ کے قبل کے مسلم تھے اور فتح مکہ کی مہم میں کعب بن خزاعہ کے علمبردار تھے۔عقلاء صحابہ وعرب میں شمار تھا۔

- حضرت ہند بن ہند ابی ہالہ تمیمی اسیدیؓ م ۶۷/ ۶۸۶

حضرت ہند بن ابی ہالہ کے فرزند تھے، اور حضرت ابن زبیر کے ساتھ شہید ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ سے رشتہ کے سبب بہت لوگ جنازے میں شریک ہوئے۔

- حضرت واثلہ بن الاسقع کنانی لیثیؓ م ۸۳/ ۷۰۲

تبوک کے غزوہ کے وقت اسلام لائے، تین سال خادم نبوی رہے، اصحاب صفہ میں بھی تھے، تبوک میں شرکت کی، فتوحات شام میں شریک رہے، مختلف مقامات پر سکونت اختیار کی، آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے، بیت المقدس میں وفات پائی، دوسری روایات وفات بھی ہیں۔ عمر ۹۸ سال تھی یا ۱۰۵ سال۔

- حضرت واسع بن حبان انصاریؓ م ۶۳/ ۶۸۳ شہید حرہ۔

شریک بیعت رضوان تھے معہ برادر سعد بن حبان اور دوسرے مشاہد میں بھی شریک رہے۔

- حضرت ولید بن عبادہ بن صامت انصاریؓ م خلافۃ عبدالملک صحابی تھے۔
- حضرت وھب بن عبداللہ عامری سوائیؓ م ۷۲/ ۶۹۱ خلافۃ عبدالملک

ابو جحیفہ کی کنیت سے مشہور ہیں، نام ونسب میں اختلاف ہے، وفات نبوی کے وقت بالغ نہ تھے، حضرت علیؓ کے صاحب شرطہ تھے اور صاحب الخمس بھی۔حضرت بشر بن مروان کی

امارت کوفہ تک زندہ تھے۔دوسرے مناصب بھی تھے، خلافت علیؓ میں۔

- حضرت یزید بن الاصم عمرو عامریؒ/ بنوصعصعہ م۱۰۳/۱۰۴/۲۱-۷۲۲ء

خواہر زادہ حضرت میمونہ ام المومنینؓ تھے، ساکن جزیرہ، ملاقات و روایت دونوں کا شرف حاصل تھا۔

- حضرت یزید بن برزع ظفری انصاریؓ م۶۳/ ۶۸۳ شہید حرہ

شریک احد و دیگر مشاہد نبوی تھے۔

- حضرت یزید بن زید بن حصن خطمیؓ خلافۃ ابن زبیر، خلافۃ ابن زبیر میں والی کوفہ رہے تھے۔

- حضرت ابوسعید مقبریؓ م خلافۃ الولید

نام کیسان تھا اور لیث کے مولیٰ تھے۔عہد نبوی کے مسلم تھے، مقابر کے پاس بسنے کے سبب مقبری کہلائے۔

- حضرت ابوشیبہ خدریؓ م خلافۃ یزید

الخضری بھی ایک نسبت ہے کہ سبزی فروش تھے۔صحابی تھے، حصار قسطنطنیہ کے دوران وفات و تدفین، دوسری روایت کہ خلاف یزید میں جہاد رومی کے غازی افسر تھے اور ارض روم میں وفات پا کر مدفون ہوئے۔

- حضرت ابو عامر اشعریؓ م خلافۃ عبدالملک

حضرت ابوموسیٰ کے برادر کے علاوہ تھے اور عامر بن ابی عامر اشعری کے والد تھے۔ شامی صحابی تھے۔

- حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق تیمیؓ م۷۳/۶۹۲ خلافۃ عبدالملک

قدیم مکی مسلم، زوجہ حضرت زبیر بن عوام اسدی اور والدہ حضرت ابن زبیر، ذات النطاقین خطاب تھا، حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن تھیں۔فرزند ابن زبیر کے بعد- دس بیس پچیس دنوں کے بعد وفات بعمر سو سال، عظیم خواتین میں۔

- حضرت امامہ بنت ابی العاص عبشمیؓ م خلافۃ معاویہ

رسول اکرم ﷺ کی دختر حضرت زینب کی دختر تھیں اور نانا کی چہیتی، حضرت فاطمہؓ کے بعد حضرت علیؓ نے شادی کی اور ان سے قبل حضرت زبیر بن عوامؓ کی زوجہ رہ چکی تھیں۔ حضرت مغیرہ بن نوفل ہاشمی نے حضرت علیؓ کے بعد ان سے شادی کی اور انھیں کے پاس وفات پائی۔

○ حضرت زینب بنت علی بن ابی طالب ہاشمیؓ خلافۃ یزید میں۔

حضرت فاطمہؓ کی دختر تھیں اور حضرت عبداللہ بن جعفر ہاشمی کی زوجہ اور ان کی اولاد کی ماں۔ برادر حسین کے ساتھ کربلاء میں تھیں اور دمشق میں دربار یزید میں تھیں۔ ان کے ساتھ خلیفہ اموی نے حسن سلوک کیا۔

○ حضرت ہند بنت ابی امیہ مخزومیؓ م خلافۃ یزید

حضرت ام سلمہؓ کے نام سے مشہور رسول اکرم ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں جو تمام ازواج میں سب سے آخر میں واصل بحق ہوئیں۔

○ گمنام خاتون صحابیہ خلافۃ معاویہ و یزید

غزوہ بحر روم میں شریک تھیں اور ان سے روایت کی گئی۔

(اسد الغابہ ۵/۶۴۱)

خلافت اموی/مروانی کے صحابہ کرام

حضرت مروان بن حکم امویؓ بذات خود صحابی تھے اگرچہ بالعموم ان کو ماہرین رجال تابعین میں شمار کرتے ہیں۔ ان کی صحابیت کی اکثر علماء کے نزدیک واقعیت کو حافظ ابن کثیرؒ نے بہت صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور مدلل بھی کیا ہے۔ خاکسار کے بعض مطالعات میں بھی ان کی صحابیت کے حقیقی ہونے کا معاملہ اجاگر کیا گیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اپنی شرحِ بخاری- فتح الباری- کے اواخر میں صحابہ کرام سے منقول احادیث کی صحابی بہ صحابی تعداد کی فصل میں حضرت مروان کو صحابہ کرام میں شمار کر گئے ہیں، اگرچہ وہ اپنی کتاب صحابہ میں روایاتِ سقیمہ سے متاثر ہو کر ان کو تابعی کہتے ہیں، یہ طُرفہ تماشا دوسروں کے ہاں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ امام بخاریؒ

جیسا جلیل القدر محدث اور ماہرِ رجال بھی عوامی روایات سے متاثر ہوگیا تو دوسروں کا کیا؟ حضرت مروان کی صحابیت اور عظیم مرتبت پر حولیات نگاروں اور مورخین کی روایات کا سایہ پڑ گیا ہے۔ ❶

بانی خلافتِ مروانی کے عظیم الشان جانشین اور خلافتِ اسلامی کے حضرت معاویہؓ کے بعد دوسرے معمارِ اعظم حضرت عبدالملک بن مروان امویؒ (۶۵/ ۶۸۵-۸۶/ ۷۰۵) تھے۔ ان کے عہد میں متعدد صحابہ کرام تھے۔ ان کے جانشین ولید بن عبدالملک اموی (۸۶/ ۷۰۵-۹۶/ ۷۱۵) کے عہد میں ان کی تعداد بہت کم رہ گئی اور ان کے دوسرے جانشین خلفاء سلیمان بن عبدالملک اموی (۹۶/ ۷۱۵- ۹۹/ ۷۱۷) حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی (۹۹/ ۷۱۷-۱۰۱/ ۷۲۰) اور یزید بن عبدالملک اموی (۱۰۱/ ۷۲۰-۱۰۵/ ۷۲۴) اور ہشام بن عبدالملک اموی (۱۰۵/ ۷۲۴-۱۲۵/ ۷۴۳) کے ادوار میں وہ تعداد گھٹتی رہی اور محض اکا دکا رہ گئی اور آخری صحابی جلیلؓ کا انتقال خلافتِ ہشام اموی کے پانچویں سال میں مکہ مکرمہ میں ہوگیا۔

اموی خلافت میں وفات پانے والے صحابہ کرام

متعدد دوسرے تاریخ نویسوں کی مانند امام تاریخ ابن اثیر نے ہر سال کی وفیات کا ذکر آخر میں ضرور کیا ہے، خلافت معاویہ کے تمام برسوں میں بھی وہ وفیات ملتی ہیں جن کا سال بہ سال اوپر ذکر کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح سنہ ۶۰/ ۶۸۱ اور اس کے بعد کے دوسرے برسوں میں صحابہ کرام اور دوسرے اکابر کی وفات کا ذکر عدة حوادث میں کرتے ہیں ۶۰ھ خلافتِ معاویہ و یزید کا مشترکہ سال ہے لہٰذا وہ تصریح کرتے جاتے ہیں کہ کس صحابی کا انتقال خلافتِ معاویہ میں ہوا اور کس کا خلافتِ یزید میں۔ بعض اکابر کے بارے میں اختلافی روایات بھی بیان کرتے ہیں کہ ان کا انتقال خلافتِ عبدالملک میں ہوا یا کسی اور دور میں۔ سنہ ۶۰ کے اکابر کی

---

❶ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ۸/ ۲۵۷ و مابعد: ".... وھو صحابی عند طائفة کثیرة لانه ولد فی حیاة النبی ﷺ وروی عنه حدیث صلح الحدیبیة..... الخ" نیز دوسرے فضائل و مناقب حضرت مروانؓ، مقالاتِ خاکسار میں حضرت مروان کی مرویات بخاری پر بحث کرکے ثابت کیا گیا ہے کہ ان سے بیس احادیث بخاری مروی ہیں۔

فہرست حسب ذیل ہیں:

۱-حضرت جرہد الاسلمیؓ۔ له صحبة.

۲-حضرت حارثہ بن النعمان انصاری بدریؓ (خلافت معاویہ)

۳-حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ (خلافت معاویہ)

۴-حضرت رفاعہ بن رافع عجلانی بدریؓ

۵-حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ (در مدینہ) ۶-حضرت عثمان بن حنیف انصاریؓ

۷-حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ ۸-حضرت عتبان بن مالک انصاری، بدریؓ

۹-حضرت سہل بن الحنظلیہؓ/ الربیع انصاری (خلافت معاویہ)

۱۰-حضرت سائب بن ابی وداعہ سہمیؓ (۵۷ھ کے بعد)

۱۱-حضرت سراقہ بن عمرو انصاری بدریؓ ۱۲-حضرت زیاد بن لبید انصاری، بدریؓ

۱۳-حضرت معقل بن یسار مزنیؓ ۱۴-حضرت ناجیہ بن جندب بن عمیرؓ، صاحب بدن النبی

۱۵-حضرت نعیمان بن عمرو انصاری بدریؓ (اختلاف)

۱۶-حضرت عبداللہ بن مالک بن بحینہؓ صحابی

۱۷-حضرت عبداللہ بن مغفل بن عبد غنم مزنیؓ (در بصرہ)

۱۸-حضرت ہند بن جاریہ بن ہند اسلمیؓ ۱۹-حضرت حکیم بن حزام اسدیؓ بعمر ۱۲۰ سال ۶۰ھ

۲۰-حضرت ابو اسید مالک بن ربیع ساعدی بدریؓ (قیل: ۶۵ھ)

۲۱-حضرت ابو بردہ ہانی بن نیار البلوی عقبی بدریؓ

۲۲-حضرت ابو ثعلبہ خشنیؓ: له صحبة (قیل: ۷۵ھ)

۲۳-حضرت ابو جہم بن حذیفہ عدوی قرشیؓ

۲۴-حضرت ابو حثمہ انصاریؓ والد سہیل ۲۵-حضرت ابو قیس جہنیؓ (شریک فتح مکہ)

۲۶-حضرت صفوان بن المعطل سلمیؓ (در ۶۰ھ)

۲۷-حضرت کلابیہؓ جنھوں نے استعاذہ کیا تھا۔

۲۸-حضرت بلال بن حارث مُزنیؓ، ابوعبدالرحمٰن ۲۹-حضرت وائل بن حجر الحضرمیؓ

۳۰-حضرت ابوادریس خولانی تابعیؒ ❶

سنہ ۶۱/ ۶۸۱ کے عدۃ حوادث میں امیر حج اور بعض ولاۃ کے بعد وفات پانے والوں کا ذکر ہے:

۱-حضرت علقمہ بن قیس نخعیؒ صاحب حضرت ابن مسعودؓ

۲-حضرت منذر بن جارود العبدیؒ

۳-حضرت جابر بن عتیک انصاریؓ بدری بعمر ۹۱ سال

۴-حضرت حمزہ بن عمرو اسلمیؓ صحابی بعمر ۷۱ یا ۸۰

۵-حضرت خالد بن عرفطہ لیثیؓ، حلیف بنی زہرہ، صحابی (ابن اثیر، ۴/۱۰۱)

سنہ ۶۲/ ۶۸۲ کے وفیات یہ ہیں:

۱-حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلبؓ صحابی

۲-حضرت مسلمہ بن مخلد انصاریؓ (وفات نبوی کے وقت دس سال)

۳-حضرت مسروق بن اجدع تابعی در مصر (قیل: ۶۳/ ۶۸۳)

سنہ ۶۳/ ۶۸۴ میں صرف ایک بزرگ حضرت ربیع بن خثیم کوفی کی وفات کا ذکر ہے جو بہت عابد زاہد تھے، اور آخری برس سنہ ۶۴/ ۶۸۵ میں خلیفہ کے انتقال کا ذکر ہے، اور اس کے حوادث میں متعدد صحابہ و اکابر کا ذکر بھی ہے۔ ❷

❖❖❖

---

❶ ابن اثیر ۴/ ۴۳-۴۵: ان میں سے بیشتر کی وفات خلافتِ معاویہ میں ہوئی تھی۔ ابن کثیر کی فہرست سے موازنہ

❷ ابن اثیر ۴/ ۱۲۲ اور ۴/ ۱۷۷: حضرت شداد بن اوس، حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت ابو برزہ اشہلی، حضرت ابوثعلبہ خشنی، حضرت عائذ بن عمرو مزنی (در بصرہ و شریک رضوان)، حضرت قیس بن خرشہ صحابی (ایام ابن زیاد)، حضرت نوفل بن معاویہ دئلی، حضرت ابوخیثمہ انصاری شریک احد، حضرت عتبان بن مالک بدری (دوسری روایت میں) حضرت شقیق بن ثور السدوسی۔'' ابن کثیر کی روایات اور جامع فہرست سے ان کا موازنہ کیا جا سکتا ہے۔

خلافتِ مروانی میں صحابہ کرام

اموی خلافت کے دوسرے دور - مروانی خلافت - میں صحابہ کرام کی تعداد روز بروز گھٹتی جا رہی تھی۔ ابن اثیر اور ابن کثیر کے سالانہ وفیات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ ہر سال کے اواخر میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ابن اثیر کے عمومی مباحث کے بعد خاص عدة حوادث کے تحت وفیات اور بعض دوسری چیزوں کا ذکر ملا ہے اور ہر سال ان میں صحابہ اور دوسرے اکابر کی وفیات بھی کم ہوتی جاتی ہیں۔ ان کا ذکر صرف ہر سال کی وفیات کے صفحات کے حوالے سے کیا جا رہا ہے، کیونکہ ان میں سے بیشتر عام صحابہ کرام کی فہرست میں شامل ہیں:

۶۵/۶۸۴: ۴/۲۱۰: صرف حضرت عمرو بن العاصؓ کے فرزند عبداللہ

۶۶/۶۸۵: ۴/۲۶۰: اسماء بنت حارثہ جابر بن سمرہؓ

۶۷/۶۸۶: ۴/۲۷۹: احنف بن قیسؒ

۶۸/۶۸۷: ۴/۲۹۶: عبداللہ بن عباسؓ، عدی وغیرہ

۶۹/۶۸۸: ۴/۴۰۴: ابوالاسود دؤلی تابعی

۷۰/۶۸۹:

۷۱/۶۹۰: ۴/۳۴۱: براء بن عازبؓ، عبداللہ بن ابی حدرد اسلمیؓ

۷۲/۶۹۱: ۴/۳۴۷: کوئی صحابی نہیں۔

۷۳/۶۹۲: ۴/۳۶۳: ابن عمرؓ سمیت متعدد صحابہ (۱۱)

۷۴/۶۹۳: ۴/۳۷۳: عبدالرحمٰن بن عثمان تیمیؓ اور تین صحابہ

۷۵/۶۹۴: ۴/۳۹۱: عرباض بن ساریہ سُلمیؓ

۷۶/۶۹۵: ۴/۴۱۸: کوئی صحابی نہیں۔

۷۷/۶۹۶: ۴/۴۴۷: جابر بن عبداللہ انصاریؓ

۷۸/۶۹۷: ۴/۴۴۹: عبدالرحمٰن بن عبداللہ القاریؒ

۷۹/ ۶۹۸: ۴/۴۵۲: محمود بن الربیع اور فرزند ابن مسعودؓ

۸۰/ ۶۹۹: ۴/۴۵۶: عبداللہ بن جعفرؓ، جنادہ بن ابی امیہؓ وغیرہ

۸۱/ ۷۰۰: ۴/۴۶۶: کوئی وفیات ہی نہیں۔

۸۲/ ۷۰۱: ۴/ ۴۷۷: ابوامامہ باہلیؓ اور دو اور اکابر

۸۳/ ۷۰۲: ۴/ ۴۹۶: واثلہ بن اسقعؓ معہ دو اکابر

۸۴/ ۷۰۳: ۴/ ۵۰۰: عبداللہ بن حارث عربتیہ

۸۵/ ۷۰۴: ۴/ ۵۱۶: عمرو بن حریث مخزومیؓ معہ دو صحابہ

۸۶/ ۷۰۵: ۴/ ۵۲۴: اسید بن ظہیر انصاریؓ معہ سات صحابہ

۸۷/ ۷۰۶: ۴/ ۵۳۰: عبیداللہ بن عباسؓ اور تین صحابہ

۸۸/ ۷۰۷: ۴/ ۵۳۴: سہل بن سعد ساعدیؓ اور عبداللہ بن بسرؓ

۸۹/ ۷۰۸: ۴/ ۵۴۱: عبداللہ بن ثعلبہ عذریؓ

۹۰/ ۷۰۹: ۴/ ۵۴۸: حضرت انسؓ اور دو اکابر

۹۱/ ۷۱۰: ۴/ ۵۵۴: وفیات ہی نہیں

۹۲/ ۷۱۱: ۴/ ۵۶۹: مالک بن اوس بصریؒ

۹۳/ ۷۱۲: ۴/ ۵۷۸: تین اکابر تابعی

۹۴/ ۷۱۳: ۴/ ۵۸۲: زین العابدین وسعید بن میسب اور ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام

۹۵/ ۷۱۴: ۴/ ۵۹۱: حجاج بن یوسف ثقفی، محمد بن قاسم، ابوعثمان نہدی، سفینہ مولا نبوی اور تین اکابر

۹۶/ ۷۱۵: ۵/ ۲۰-۲۱: خلافت ولید کے خاتمہ اور خلافت سلیمان کے آغاز کا سال۔ قرہ بن شریک عبسی، شریح قاضی عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ، محمود بن لبید انصاری، عبداللہ بن محیریز، ابو سعید مقبری، ابراہیم بن یزید نخعی، ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن عمر بن عثمان بن

عفان، محمد بن اسامہ بن زید بن حارثہ، عباس بن سہل بن سعد ساعدی- ۱۱۲ اکابر۔

۹۷/۷۱۶: ۵/۲۶: عطاء بن یسار، موسیٰ بن نصیر لخمی فاتح اندلس، قیس بن ابی حازم بجلی بعمر سو سال، سالم بن ابی الجعد مولیٰ اشجع

۹۸/۷۱۷: ۵/۳۶: ایوب بن سلیمان بن عبدالملک/ ولیعہد عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ ابن مسعود، ابوعبید مولی عبدالرحمٰن بن عوف، عبدالرحمٰن بن زید بن حارثہ انصاری، سعید بن مرجانہ مولیٰ قریش،

۹۹/۷۱۸: ۵/۳۷-۴۴: وفات سلیمان خلیفہ/ خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیز، نافع بن جبیر بن مطعم بن عدی، محمود بن ربیع، ابوظبیان بن حصین بن جندب الجہنی، ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن علی بن ابی طالب، عبیداللہ بن شریح المغنی المشہور، عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک ابوالخطاب۔

۱۰۰/۷۱۹: ۵/۵۵-۵۶: حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ درمکہ، شہر بن حوشب اور مزید ۱۹ اکابر۔

۱۰۱/۷۲۰: ۵/۵۸: وفات حضرت عمر بن عبدالعزیز، خلافت یزید ثانی، وفات دیگر اکابر جیسے محمد بن مروان، مجاہد بن جبر معہ ۱۶ اکابر۔

۱۰۲/۷۲۱: ۵/۹۷-۱۰۲: حیان نبطی کے علاوہ عدۃ حوادث میں کوئی وفیات نہیں۔

۱۰۳/۷۲۲: ۵/۱۰۵-۱۰۶: وفات امام شعبی بعمر ۷۷ سال، یزید بن الاصم، ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری معہ ۱۶ اکابر۔

۱۰۴/۷۲۳: ۵/۱۱۷: ابوقلابہ الجرمی، عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت انصاری معہ ۱۵ اکابر

۱۰۵/۷۲۴: ۵/۱۲۰-۱۲۶: وفات خلیفہ یزید و خلافت ہشام۔ متعدد اکابر کی وفیات جیسے عکرمہ مولی ابن عباس۔ ۱۶ اکابر

۱۰۶/۷۲۵: ۵/۱۳۴: یوسف بن مالک مولی الحضرمین اور بکر بن عبداللہ المزنی کی وفات کا ذکر۔

۱۰۷/۷۲۶: ۵/۱۳۸: سلیمان بن یسار بعمر ۷۳ سال، عطاء بن یزید لیثی بعمر ۹۸ سال۔ اختلافی روایات۔

۱۰۸/ ۷۲۷ء: ۵/ ۱۴۱ھ: وفات محمد بن کعب القرظی، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق بعمر ستر سال مع چار دیگر اکابر

۱۰۹/ ۷۲۸ء: ۵/ ۱۴۶ھ: صرف ابومجلز لاحق بن حُمید البصری کی وفات کا ذکر۔

۱۱۰/ ۷۲۹ء: ۵/ ۱۵۵ھ: وفات حضرت حسن بصری بعمر ۸۷ سال، محمد بن سیرین بعمر ۸۱ سال اور فرزدق و جریر۔ اس سنہ کے بعد صحابہ کرام کی وفات بلکہ ان کے وجود مسعود کا سلسلہ ہی بند ہو جاتا ہے۔

تنقیدی تجزیہ

اموی خلافتِ اسلامی کے ادوار میں صحابہ کرام کی مذکورہ بالا فہرست بعض معاجمِ صحابہ پر مبنی ہے۔ ان میں خلافتِ معاویہ و یزید کے دورِ اول کے ان صحابہ کرام کو شامل نہیں کیا گیا جو خلفاءِ کرام کے انتظامیہ میں شامل تھے۔ اسی طرح ان صحابہ کرام کو بھی بالعموم شامل نہیں کیا گیا جن کی وفیات طبری اور ابن کثیر کے حوالے سے پہلے نقل کی گئی ہیں۔ دوسرے مآخذ تاریخ و حدیث سے بھی خلافت اموی کے صحابہ کرام کے حالات و احوال کا فی الحال سراغ نہیں لگایا گیا۔ لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلافتِ اموی بالخصوص اس کے دورِ اول کے تمام صحابہ کرام کی یہ فہرست کسی طرح جامع نہیں ہے۔

جامع و کامل فہرستِ صحابہ کرام کی بنیادی تدوین و ترتیب ہی متعدد وجوہ و اسباب سے ناممکن رہی۔ ناقص معاجم صحابہ پر مبنی کسی بھی دور کی فہرست صحابہ اور بھی ناقص بن جاتی ہے۔ جس کے بہت سے اسباب و وجوہ ہیں۔ ان میں شامل ہیں:

۱- حیات و واقعات کی معلومات کی کمی، بسا اوقات وہ صرف ان کی صحابیت تک محدود ہو جاتی ہے۔

۲- معاجمِ صحابہ کا طریقِ تدوین کہ وہ صرف صحابہ کرام کی روایتِ حدیث کے نقطہ نظر اور بحث تک محدود ہوتا تھا۔

۳- عہدِ نبوت کے بعد کے حالات بالعموم اکابر و اعیان تک تو جمع کئے جاتے ہیں لیکن بقیہ کے بارے میں سکوت ملتا ہے۔

۴- بیشتر صحابہ کرام کی وفات کا سال/ سنہ نہیں ملتا اور جن کا ملتا ہے ان میں بسا اوقات

بہت اختلاف ہوتا ہے۔

۵- سنہ وسال وفاتِ صحابی کے اختلاف کی صورت میں کسی ترجیحی قول کو یا واقعات کی تائیدی قوت کو ترجیح دی جاتی ہے۔

۶- بسا اوقات صحابی اور تابعی کے اختلافی مسئلہ پر آراء واقوالِ علماء و ماہرین مختلف ہو جاتی ہیں اور وہ مسئلہ کو پیچیدہ بنا دیتی ہیں۔

۷- صحابیات کے بارے میں بالعموم معلومات کی کمی بھی آڑے آتی ہے۔ ان کا سنۂ وفات بالعموم مذکور نہیں ہوتا، روایت حدیث یا صحابیہ ہونے کی سند پانے کے بعد بقیہ حالات چھوڑ دئے جاتے ہیں اور پوری سوانح لکھنے کی کوشش ہی نہیں کی جاتی ہے۔

خلافتِ معاویہؓ کے اولین دورِ اموی میں صحابہ کرام کے مناصب کی بنا پر کچھ معلومات مل بھی جاتی ہیں۔ لیکن ان کے جانشین خلیفہ یزید اول کے بارے میں معلومات کا اور بھی توڑا ہو جاتا ہے اور اس کی بنیادی وجہ صرف ایک ہے: حولیات نگاروں نے محض اپنی شیعی جانبداری اور مسلکی طرفداری کی بنا پر صرف تین واقعاتِ دور پر زور دیا۔ واقعۂ کربلاء پر ضرورت سے زیادہ زور دیا گیا اور اس میں بہت سی جزئی تفصیلات دی گئیں جن کی تاریخی ضرورت نہ تھی۔ مگر واقعہ کو افسانوی رنگ وروپ دینے کے لئے ان کو خوب گھڑا گیا۔ اسی طرح واقعۂ حرہ اور واقعۂ مکہ پر بے جا زور دیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان تین واقعاتِ خلافتِ یزید کے بیانیہ نے وہ طول کھینچا کہ بقیہ واقعات پس پردہ چلے گئے۔ امام ابن تیمیہؒ اور دوسرے قدیم وجدید تجزیہ نگاروں نے ان واقعات ہائلہ اور ان کی روایات کا تجزیہ کیا تو صورت دوسری نکلی۔

اس سلسلے میں ایک سوال بجا طور سے اٹھایا جا سکتا ہے اور اٹھایا بھی گیا کہ خلیفۂ وقت اپنے پونے چار سالہ دور میں خود کیا کرتے رہے تھے۔ واقعۂ کربلا ہو یا دوسرے واقعات وہ تو ان کے امیروں اور سالاروں کے کارنامے تھے، خود خلیفہ یزید اس مدت میں کس مشغلہ میں مبتلا تھے۔ ان کی لہو ولعب اور دوسری خرافات کی روایات و مشغولیات کی کلی طور سے تردید ہو چکی ہے اور بقولِ امام ابن تیمیہؒ وہ سب کی سب واہیات ہیں۔ پھر ایک واقعاتی اور تاریخی حقیقت بھی

سامنے آتی ہے۔ واقعۂ کربلا خلافتِ یزید کے اولین دور بلکہ اولین ششماہی کا معاملہ ہے اور پھر پورے تین سال کا وقفہ آتا ہے جس کے اختتام پر واقعاتِ حرہ اور مکہ پیش آئے تھے۔ اس دوران خلیفہ اموی کی ذاتی مشغولیات اگر تسلیم کر لی جائیں تو بھی تاریخی واقعات کے ابھرنے اور رونما ہونے پر روک نہیں لگائی جا سکتی۔ لیکن سوائے چند مشرقی محاذ کی مہمات کے اور گورنروں کے عزل ونصب کے تمام تاریخیں تاریخی واقعات کے بیان سے خالی ہیں۔ ان سب کی طرف سے گریز و اجتناب کی وجہ وہی ہے کہ خلافتِ یزید کو روسیاہ بنانے کی کوشش کا بھرم کھل جاتا۔

معاجمِ صحابہ پر بھی ان تاریخی کتابوں کی طرفداری، جانبداری، گریز و اجتناب اور عناد و بغض کا اثر پڑا ہے، استیعاب کے حافظ ابن عبدالبر ہوں یا اسد الغابہ کے ابن اثیر جزری یا اصابہ کے ابن حجر عسقلانی (رحمہم اللہ) خود آزاد نہ تھے، ان کا سارا مواد، بالخصوص تاریخی واقعات وحقائق سے متعلق، ان ہی تاریخی کتابوں سے مستعار و ماخوذ ہے۔ تینوں حدیث کے متبحر علماء و شارحین میں بھی تھے اور ان کی شروحِ کتب حدیث میں تھوڑا سا توازن بھی ملتا ہے، لیکن ان میں بھی اور ان کی معاجم و سوانحِ صحابہ میں اس سے زیادہ اموی عناد اور بغض معاویہ و یزید کی ٹھوس پرتیں موجود ہیں۔ احادیثِ نبوی، صحیح تاریخی روایات اور صحابہ کرام کے اجماعی تعامل و تفاعل سے جو تصویر واقعات بنتی ہے وہ قطعی مختلف ہے۔ اس دُہری تاریخ و واقعات نویسی کا ادراک ان کو نہیں ہو سکا کہنا مشکل ہے لیکن ایک بات قطعی ہے کہ وہ افسانوی حولیات نگاری کے اثرات سے پیچھا نہیں چھڑا سکے اور اموی دور کے صحابہ کے بارے میں معلومات بھی فراہم نہیں کر سکے۔ ان تمام نقصانات اور خامیوں کے باوجود ان ہی میں بسا اوقات کچھ معلومات ناگزیر طور سے در آئی ہیں۔

ان میں سبّ سے زیادہ اہم ان اموی دور کے صحابہ کرام کی تاریخ ہائے وفات کا معاملہ ہے۔ ان کی وفات کے سنہ و سال کے ذکر میں کسی نہ کسی اموی دورِ خلافت کا حوالہ آتا ہے اور اس میں ان کی کارکردگی کا بھی۔ مگر یہ دونوں معاملات و امورِ سوانح بلا داغ نہیں ہیں۔ سنۂ وفات کے بارے میں اختلافِ اقوال کی بھرمار ہے تو ان کی کارکردگی کا باب بہت مختصر و تشنہ ہے۔ خلافت کے انتظامیہ میں ان صحابہ کرام کی منصبداری کا ذکر سطحی ہوتا ہے۔ مثلاً فلاں صحابی

حضرت معاویہ و یزید کے عامل تھے مگر یہ بیان نہیں کیا جاتا کہ کس علاقہ اور کس منصب پر عامل تھے۔تاریخ میں اگر اس علاقہ و منصب کا ذکر آ گیا ہے تو کبھی کبھی اس کا ذکر سرسری طور سے کر دیا جاتا ہے یا حوالہ دے دیا جاتا ہے۔کامل معلومات کا بہرحال فقدان رہتا ہے۔بہرحال ان جزوی معلومات پر بھی اموی دورِ خلافت میں صحابہ کرام کی ایک تصویر ابھرتی ہے۔

تنقیدی تجزیہ سے اولین دورِ خلافت اموی کے بارے میں چند عظیم حقائق ہاتھ آتے ہیں:

۱۔خلاتِ معاویہ و یزید میں کم از کم ڈھائی سو صحابہ کرام کی موجودگی اور کارکردگی کا پتہ چلتا ہے، بانی خلافتِ اموی اسلام کے دور میں یہ عددی قوت زیادہ تھی اور بعد کے دورِ خلافت میں وہ کم ہوتی چلی گئی، تاہم خلافتِ یزید میں ڈیڑھ سو سے اوپر صحابہ کرام کی موجودگی اور بیشتر کی فعال معاونت بہت معنی رکھتی ہے۔

اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ نام بہ نام مذکور صحابہ کرام اعیان و اکابر صحابہ کرام ہیں۔ان میں وہ صحابہ کرام شامل نہیں ہو سکے جو روایات جمع کرنے والوں کے نزدیک کسی سیاسی یا سماجی مقام کے حامل نہ تھے۔اس کی ایک واضح مثال بدری صحابہ کرام کی ہے۔تین سو تیرہ صحابہ کرام میں سے صرف ایک تہائی ہی کو زیادہ سے زیادہ تفصیل سے اور وہ بھی جزوی تفصیل سے مشرف کیا گیا ہے ورنہ بیشتر کو صرف بدری ہونے کے فضل کے ساتھ رخصت کر دیا گیا ہے، اسی طرح ان کے مناصب، سوانحی واقعات اور ان کے خاص عطایا کا ذکر بھی نہیں کیا گیا ہے۔

اس باب میں سب سے زیادہ ظلم و زیادتی کا ارتکاب صحابیات کے بارے میں وقائع نگاروں نے کیا ہے۔ازواجِ مطہرات اور بعض مشہور خواتین کے سوا تمام صحابیات کا ذکر ہر دور میں ناقص ہے اور دورِ اموی میں تو ناقص تر ہے۔اسد الغابہ اور اصابہ کی کتاب النساء اور ہماری ان پر مرتب کردہ فہرست سے اس کمی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔مردانہ تفوق و عصبیت کے علاوہ سماج میں خواتین کے فروتر کردار و کار کے نظریہ نے معلومات کی کمی کو اجلاً پیدا کیا ہے۔پھر تاریخی اور سوانحی کتابوں کی روایات پر انحصار اور لکیر کی فقیری نے گل کھلائے ہیں، ورنہ حدیث میں کافی

موادِ نسائی موجود ہے، صرف ایک مثال کافی ہوگی۔ سید سلیمان ندویؒ کی سیرتِ عائشہؓ کا موازنہ ان کے تمام سوانحی خاکوں سے کر لیا جائے تو حقیقت واضح ہوگی کہ اسلامی خلافت میں بالخصوص اموی خلافتِ اسلامی میں ان کے کارنامے کتنے عظیم تھے۔ جبکہ اموی خلفاء و امراء بالخصوص امراءِ مدینہ سے ان کے دینی اور سماجی روابط کا تجزیہ کامل طور سے اس میں بھی نہیں کیا جا سکا ہے۔

سنین وفاتِ صحابہ سے ایک قدرتی حقیقت یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ صحابہ کرام کی تعداد روز بروز اور خلافت بہ خلافت گھٹتی جا رہی تھی۔ وہ خالصۃً قدرتی اصولِ حیات و ممات پر مبنی ہے اور اس سے خلافتِ راشدہ چاروں ادوار بھی اسی طرح متاثر ہوئے تھے۔ خلافتِ صدیقی میں جو صحابہ کی تعداد تھی وہ خلافتِ فاروقی میں نہ تھی اور خلافتِ عثمانی کی تعداد صحابہ خلافتِ علوی میں کم سے کمتر ہوتی گئی تھی اور یہی معاملہ خلافتِ اموی کے ادوار کا تھا، بایں ہمہ یہ بھی حقیقت ہے کہ اولین دورِ خلافت اموی میں صحابہ کرام کی تعداد بہت کافی تھی جو اسے عہدِ صحابہ بناتی ہے۔

خلافتِ مروان بن حکم امویؒ میں بہر حال صحابہ کرام کی تعداد بعد کے ادوار سے زیادہ تھی مگر ذکر نہیں ملتا۔ البتہ خلافتِ عبدالملک میں صحابہ کرام کی وفات کا سنین کے حوالے سے ان کی تعداد کو معتد بہ کہا جا سکتا ہے۔ اور خلافتِ ولید میں وہ بہت زیادہ گھٹ گئی تھی اور بعد کے ادوارِ خلافت میں تو اسے اکا دکا ہی کہا جا سکتا ہے۔ ان میں ایک مختصر بحث ان ادوار کے حوالہ سے بعد میں آتی ہے۔

کم از کم پہلی صدی اسلامی میں صحابہ کرام کی تعداد اور اس کی موجودگی اور کارکردگی نے ایک تسلسل پیدا کیا تھا، یہ تسلسل سب سے اہم اور درخشاں حقیقت ہے جو اموی دور کی اسلامیت اور اموی خلافت کی راشدیت کی علامت ہے۔ اس دور میں بنیادی طور سے صحابہ کرام کے دو طبقات بن چکے تھے: ایک طبقہ اپنے اپنے مقام پر عزلت گزیں ہو گیا اور صرف دینی قیادت و رہنمائی کرتا رہا۔ وہ مرجعِ خلائق بھی بن گیا تھا کہ طالبانِ علومِ نبوت ان کے پاس جوق در جوق آتے تھے۔ دوسرا طبقہ خلافتِ اسلامی اور خلفاءِ اموی کے ساتھ فعال تعاون کرتا تھا: ان کے اور ان کے امراء کے ساتھ جہاد کرتا سالاری اور سپہ سالاری کے مناصب قبول کرتا، فتوحات و

مہمات میں حصہ لیتا تھا کہ وہ اسلامی خلافت کی توسیع تھی۔ دنیاوی ہوس اقتدار کے شاخسانے نہ تھے۔ اسی طرح وہ حکومت کے دوسرے مناصب قبول کر کے دین و سیاست کی تو اُم خدمات انجام دیتا تھا۔

صحابہ کرام کی عزلت گزینی، خلوت نشینی اور سیاست سے کنارہ کشی کا مطلب غلط اخذ کیا گیا ہے، بالخصوص ان صحابہ کرام کے بارے میں جو پہلے کبھی خلافتِ علی وحسنؓ میں حریف مقابل کے خیمہ میں رہ چکے تھے، حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے بھی بیشتر نے اموی خلافت کے ساتھ فعال اور نتیجہ خیز تعاون وتعامل کیا تھا۔ حضرت علی وحسنؓ کے بیشتر معاونین نے حضرات معاویہ و یزید کے ساتھ کارِ اسلامی میں ہاتھ بٹایا۔ اور خلفاء اموی نے ان کو ان کے مقام ومرتبہ اور صلاحیت ولیاقت اور تجربہ کے مطابق ان کو مناصب بھی عطا کیے، خالص عزلت گزیں صحابہ کرام کے ساتھ تمام خلفاء اموی نے بالخصوص حضرات معاویہ و یزید نے داد ودہش کا معاملہ رکھا۔ اور ان کے ذریعہ سے ان کے مقامات کے عام لوگوں اور ضرورت مندوں کی کفالت و پرورش کا طریقہ ڈھونڈ نکالا تھا۔ حضرات حسن وحسین کے ساتھ حضرت معاویہ کا سلوک معلوم ومعروف ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہاشمیؓ اور دوسرے ہاشمی اکابر اور عام صحابہ اور ازواج مطہرات کے ساتھ تمام خلفاء کرام کا رویہ حسن سلوک کے زمرے میں آتا ہے۔

خلافت اموی کے ساتھ صحابہ کرام کے تعاون وتعامل کرنے والے طبقہ کو ایک اور امتیاز حاصل ہے، بالخصوص ان میں سے منصب دار اور عہدہ پر فائز صحابہ کرام کے طبقہ کو، اور وہ ہے ان کی خدمتِ خلافت کا تسلسل۔ یہ بہت اہم اسلامی، دینی، سیاسی، سماجی اور تہذیبی تسلسل ہے جو خلافتِ اموی کو عہد نبوی سے وابستہ کر دیتا ہے۔ اولین دورِ خلافت اموی کے بیشتر منصب دار صحابہ- امیران وسالارانِ لشکر، عاملینِ صدقات اور والیان ولایات وغیرہ۔ دورِ نبوت میں بھی کسی نہ کسی منصب وعہدہ سے وابستہ تھے اور بعد کی خلافتِ راشدہ کے ادوارِ اربعہ میں بھی وابستہ تھے۔ خلافتِ معاویہ وخلافتِ یزید کے صحابہ کرام کے مناصب ووفیات کے ضمن میں اس حقیقت الحقائق کا بہت ذکر آچکا ہے۔ چونکہ یہ بابِ تسلسل بہت ہی معنی خیز ہے اس لئے مختصراً ان صحابہ کا

ذکر کیا جاتا ہے جو عہد نبوی اور خلافتِ راشدہ میں منصب دار تھے۔

خلافتِ معاویہؓ کے دو عظیم ترین ستون حضرات مغیرہ بن شعبہ ثقفی اور عمرو بن عاص سہمی (رضی اللہ عنہما) تھے۔ دونوں نبوی دور میں صاحبانِ مناصب تھے اور خلافتِ صدیقی سے خلافتِ عثمانی تک ان کی خدمتِ خلافت کا تسلسل باقی رہا۔ خلافتِ معاویہ میں ان دونوں نے اپنی وفات تک بالترتیب امیرِ کوفہ اور امیرِ مصر کے مناصب کو رونق و سعادت بخشی۔ موخر الذکر کے عظیم ترین فرزند حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سہمیؓ کا ذکر ان کی دینی اور حدیثی خدمات کے حوالے سے خوب کیا جاتا ہے، مگر خلافتِ معاویہ و یزید میں ان کے انتظامیہ سے وابستگی کا ذکر صرف کتابوں میں محدود کر دیا گیا ہے، ورنہ یہ حقیقت اہم ترین ہے کہ ایسے اعلیٰ عابد و زاہد اور سنت و حدیث کے عظیم ماہر صحابی نے ان کے دور میں اہم ترین مناصب پر خدمات انجام دی تھیں۔ وہ امیرِ بصرہ بھی رہے تھے اور امیرِ مصر بھی۔ اور آخری عہدہ کا تسلسل خلافتِ اموی کے دور میں بھی رہا۔

دوسرے عہد نبوی کے منصب دارانِ خلافتِ معاویہ و یزید تھے: حضرات سمرہ بن جندب فزاریؓ، عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ، ابو ہریرہ دوسیؓ، ولید بن عتبہ امویؓ، حضرت بریدہ بن حصیب اسلمیؓ، عثمان بن ابی طلحہ عبدریؓ، عمرو بن حزم خزری انصاریؓ، ان تمام اکابر کا ذکر ان کے مناصب کے ضمن میں خلافت بہ خلافت یا عہد بعہد کیا جا چکا ہے۔

خلافت راشدہ کے عہدیداروں بالخصوص خلافتِ فاروقی و عثمانی کے منصب دار صحابہ کی تعداد اس دور میں بھی کافی تھی، ان میں شامل تھے:

حضرات بسر بن ارطاۃ کنانیؓ، جبلہ بن عمرو انصاریؓ، جنادہ بن ابی امیہ ازدیؓ، حبیب بن مسلمہ فہریؓ، حکم بن عمرو غفاریؓ، حمل بن سعد کلبیؓ، خالد بن عرفطہ لیثیؓ، ربیع بن زیاد حارثی، ربیعہ بن شرحبیل بن حسنہ کندیؓ، ابو الدرداء خزرجیؓ، سعید بن العاص بن ابی احیحہ امویؓ، سفیان بن عوف اسلمیؓ، سفیان بن وہب خولانیؓ، شرحبیل بن السمط کندیؓ، ضحاک بن قیس فہریؓ، عبداللہ بن عامر بن کریز عبشمیؓ، عبداللہ بن قرط ازدیؓ،

عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید مخزومیؓ، عبدالرحمٰن بن سمرہ عبشمیؓ، عبدالرحمٰن بن سہل بن زید انصاریؓ، عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب ہاشمیؓ، عتبہ بن ابی سفیان امویؓ، عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ، عقبہ بن عامر جہنیؓ، علقمہ بن جنادہ ازدیؓ، علقمہ بن رمثہ بلویؓ، علقمہ بن یزید مرادیؓ، عمرو بن حریث مخزومیؓ، عمران بن حصین خزاعیؓ، فضالہ بن عبید اوسیؓ، قثم بن عباس ہاشمیؓ، مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمیؓ مروان بن حکم امویؓ، مسلمہ بن مخلد خزرجیؓ، معاویہ بن خدیج سکونیؓ، معن بن یزید سُلمیؓ، نضلہ بن عبید/ ابو برزہ اسلمیؓ، ابو ہریرہ دوسیؓ، نعمان بن بشیر خزرجیؓ وغیرہم۔ یہ وہ صحابہ کرام منصبدار ہیں جن کے بارے میں صراحت ملتی ہے کہ وہ خلافتِ راشدہ بالخصوص خلافتِ فاروقی وعثمانی سے منصب دار چلے آرہے تھے، ان کے علاوہ اور نہ جانے کتنے صحابہ کرام تھے جو خلافتِ راشدہ اور خلافتِ امویہ کے درمیان اسلامی ارتباط و دینی تعلق کے علائم تھے۔

خلافتِ معاویہ و یزید کو خاص طور سے اور خلافتِ مروانی خلفاء کو عام طور سے تمام صحابہ کرام نے تسلیم کیا تھا، حضرت حسنؓ کی بیعتِ حضرت معاویہ اور دستبرداریٔ خلافت کے بعد امتِ اسلامی نے بہ اتفاق و اجماع مان لیا تھا۔ اور بعد کے تمام کے خلفاءِ کرام کی بیعت بھی اسی طرح اجماعی تھی۔ اس کا واحد مطلب یہ ہے کہ وہ صحیح اسلامی خلافت تھی۔ کہ اس پر تمام صحابہ کرام مجتمع ہو گئے تھے خواہ وہ پہلے مشاجراتِ صحابہ کے زمانہ میں حضرت علیؓ کے حامی تھے یا حضرت علیؓ وحسنؓ کی خلافت کے موید تھے۔ انھوں نے بھی بطور خلیفہ حضرت معاویہؓ اور دوسرے اموی خلفاء کو تسلیم کیا تھا۔

اموی خلفاء کی بیعت کرنے کے ساتھ حضرات علی وحسن رضی اللہ عنہما کے منصب داروں نے اموی خلافت میں بھی عہدے اور مناصب قبول کئے تھے اور مشاجرات کے دور کے سیاسی اور دینی اختلاف کی پرچھائیں بھی ان پر نہ پڑی تھی، اس ضمن میں حامیان/ شیعانِ علی و حسن صحابہ کرام کا رویہ بھی قابلِ ستائش تھا اور اموی خلفاء کی حکمت عملی بھی حکیمانہ تھی۔ دونوں نے پرانے سیاسی اور دینی اختلاف کو یکسر بھلا دیا تھا اور یہی صحابہ کرام کی نرالی شان اور ان کی عدولیت تھی۔ خلافتِ علی وحسن کے تمام صحابی اور تابعی منصبداروں کی اموی خلافت میں سیاسی اور

انتظامی شمولیت حسن تسلسل کو بتاتی ہے۔

حضرت حسنؓ نے اپنی دستبرداری کی ایک شرط یہ رکھی تھی کہ ان کے تمام حامیوں کو عام معافی دی جائے گی۔ حضرت معاویہؓ نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور نہ صرف ان کے حامیوں کو معاف کیا بلکہ ان کے تمام منصبداروں کو بھی ان کے سابقہ مناصب یا ان سے بھی بہتر مناصب پر برقرار و بحال اور فائز کیا۔ ان میں بعض منصبدارانِ حضرت علی یہ تھے: زیاد بن ابی سفیان امویؓ، امیرِ فارس، مہلب بن ابی صفرہ ازدی سالارِ فوج، یہ دونوں تابعی اور سخت حامی تھے۔ صحابہ میں ممتاز حضرات یہ ہیں: حضرت حجر بن یزید کندیؓ، حضرت سفیان بن عوف اسلمیؓ، حضرت عبداللہ بن حارث ہاشمیؓ، حضرت عبیداللہ بن عباس ہاشمیؓ اور ان کے برادر حضرت قثم بن عباس ہاشمیؓ، حضرت ابو برزہ نضلہ بن عبید اسلمیؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ وغیرہ۔ ایسے بہت سے صحابہ کرام کی فہرست بنائی جاسکتی ہے۔

❖❖❖

خلافتِ مروان وعبدالملک

اموی خلافت کے دوسرے دور میں صحابہ کرام کی تعداد بہت گھٹ گئی تھی تاہم معتد بہ تھی خصوصاً عبدالملک اموی رحمہ اللہ کی خلافت کے زمانے تک۔ حضرت مروان رحمہ اللہ کے ساتھ بعض صحابہ کرام کے مصر میں داخل ہونے کا ذکر ملتا ہے اور ان کی انتظامیہ میں شرکت کے حوالے سے بھی، لیکن وہ بہت مختصر دور ہے۔ اصل دورِ خلافت حضرت عبدالملک اموی کا ہے، جو بائیس برسوں کو محیط ہے اور ان کے دوران متعدد صحابہ کرام کی کارگذاری اور وفات کا ذکر ملتا ہے۔ ان کی ایک فہرست اوپر دی جاچکی ہے۔ اس کے تجزیے سے چند اہم نکات ملتے ہیں جو درجِ ذیل ہیں:

خلافتِ عبدالملک تک موجود رہنے والے یا اس کے دوران وفات پانے والے صحابہ کرام میں اہم ترین تھے:

حضرات احیحہ بن امیہ جمحی رضی اللہ عنہ (برادر صفوان بن امیہ جمحی رضی اللہ عنہ)، اسلم مولیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ایمن بن خریم اسدی رضی اللہ عنہ (والی مصر عبدالعزیز کے صاحب/ افسر)، براء بن عازب اوسی حارثی رضی اللہ عنہ، بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ (ایام حجاج میں عریف/ شیخ قوم تھے۔) جابر بن عبداللہ سلمی انصاری رضی اللہ عنہ، جنادہ بن ابی امیہ کثیر رضی اللہ عنہ، جندب بن عبداللہ بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ، حارث بن عمر ہذلی رضی اللہ عنہ، حارث بن غزیہ مزنی رضی اللہ عنہ، ابو واقد حارث بن عوف لیثی رضی اللہ عنہ، خویلد بن عمرو ربعی رضی اللہ عنہ، رافع بن خدیج اوسی رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم خزرجی رضی اللہ عنہ، زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ، سائب بن خباب رضی اللہ عنہ، سائب بن یزید کندی رضی اللہ عنہ، سعد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، سفیان بن وہب خولانی رضی اللہ عنہ (افریقیہ کے والی تھے/عبدالعزیز) ابو حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ، سلمہ بن اکوع اسلمی رضی اللہ عنہ، سمرہ بن جنادہ سوائی رضی اللہ عنہ، طارق بن سوید حضرمی رضی اللہ عنہ، عامر بن ابی عامر اشعری رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن ابی اوفی اسلمی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہاشمی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن حارث زبیدی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن حارث بن نوفل ہاشمی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن حوالہ ازدی رضی اللہ عنہ، حضرت ابن زبیر اسدی رضی اللہ عنہ (بھی بہر حال اسی دور کے تھے)، عبداللہ بن سائب مخزومی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن صفوان بن امیہ جمحی رضی اللہ عنہ، عبداللہ

بن عامر عنزیؓ،عبداللہ بن عباس ہاشمیؓ،عبداللہ بن عمر بن خطاب عدویؓ،عبداللہ بن ابی مطرف ازدیؓ،عبدالرحمٰن بن حاطب بن ابی بلتعہ لخمیؓ،عبدالرحمٰن بن غنم اشعریؓ،عبید بن وھب اشعری ازدیؓ، عتبہ بن عبد سُلمیؓ، عثمان بن عبدالرحمٰن تیمیؓ، عدی بن حاتم طائیؓ،عرباض بن ساریہ سُلمیؓ،عمار بن معاذ اوسی ظفریؓ،عمرو بن ابی سلمہ مخزومیؓ (ربیب نبوی) عمرو بن سلمہ کلابیؓ،عمرو بن شاس اسدی خزیمیؓ،عوف بن مالک اشجعیؓ،قباث بن اشیم لیثی کنانیؓ (شیخ کبیر) قبیصہ بن ذویب کعبی خزاعیؓ، مالک بن اخیمر باہلیؓ، مالک بن حویرث لیثیؓ، مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمیؓ (امیر غزوات روم) محمد بن حاطب بن جمحی قرشیؓ،مسور بن مخرمہ بن نوفل زہریؓ،معبد بن خالد جہنیؓ،نوفل بن مساحق عامری قرشیؓ، ہانی بن عمرو خزاعیؓ، ہند بن ہند بن ابی ہالہ تمیمیؓ، واثلہ بن اسقع کنانی لیثیؓ، ولید بن عبادہ بن صامت انصاریؓ، وھب بن عبداللہ عامری سوائیؓ،ابو عامر اشعریؓ۔

ان کے علاوہ متعدد دوسرے صحابہ کرام بھی تھے،اور وہ بھی جو بعد کے ادوار میں موجود تھے،اس دور کی عظیم ترین خاتون صحابیہ تھیں۔حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا۔

خلافتِ عبدالملک میں مذکورہ بالا سرسٹھ صحابہ کے علاوہ بہت سے دوسرے صحابہ کرام بھی تھے جن کا ذکر نہیں کیا جاسکا یا ان کو بعد کی خلافت کے ادوار کے خیال سے چھوڑ دیا گیا۔ان کی تعداد بہر حال سیکڑے سے متجاوز تھی۔

اس سے زیادہ اہم حقیقت یہ ہے کہ اس دورِ خلافت اموی میں متعدد عظیم ترین صحابہ کرام موجود تھے جیسے: حضرات عبادلہ ثلاثہ،عبداللہ بن عمر،عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر۔ جو اس دور کے عظیم ترین علماء وفقہاء تھے۔مشہور راوی حدیث صحابہ میں شامل تھے: حضرات عبداللہ بن جابرؓ،ابو واقد لیثیؓ ، رافع بن خدیج اوسیؓ ،زید بن ارقم خزرجیؓ،زید بن خالد جہنیؓ،سلمہ بن اکوع اسلمیؓ،عبداللہ بن ابی اوفی اسلمیؓ، عدی بن حاتم طائیؓ، عرباض بن ساریہ سلمیؓ،مسور بن مخرمہ زہریؓ، واثلہ بن اسقع لیثیؓ۔ ان اکابر حدیث و

شریعت کے علاوہ متعدد دوسرے عظیم فضلاء صحابہ موجود تھے۔ ❶

متعدد صحابہ کرام خلافتِ اموی کے انتظامیہ سے اسی طرح وابستہ تھے جس طرح وہ ماضی میں وابستہ رہے تھے۔ ان میں سے حضرات ایمن بن خریم اسدی اور سفیان بن وھب خولانی والی مصر حضرت عبدالعزیز بن مروان کے مقرر کردہ والیان افریقیہ تھے، رومی غزوات کے عظیم ترین امیر البحر اور سالاروں میں سے ایک مالک بن عبداللہ بن سنان خثعمی تھے جو چالیس سال تک مسلسل کارفرما رہے۔

بلا شبہ خلافتِ عبدالملک میں عمالِ حکومت زیادہ تر تابعی طبقہ کے تھے لیکن صحابہ کرام کے بارے میں ان کا رویہ بہت احترام وعقیدت کا تھا۔ خلفیۂ وقت خود ان سے دینی رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ حالانکہ وہ خود اپنے وقت کے عظیم فقیہ تھے اور حضرت ابن عمرؓ نے ایک سوال کے جواب میں لوگوں کو دین وشریعت اور فقہ وسنت میں حضرت عبدالملک سے رجوع کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ خلیفہ اموی کا عالمِ احترام وعقیدت یہ تھا کہ اپنے عظیم ترین ومحبوب ومعتمد ترین نائب الملک حجاج بن یوسف ثقفی کو بھی صحابہ کرام بالخصوص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ لینے بلکہ ان کی پیروی ومتابعت کرنے کا حکم دیا تھا۔

❖❖❖

❶ ابن جوزی، تلقیح فھوم اھل الاثر ۱۸۴، ومابعد: اصحاب الالوف میں چار صحابہ کا ذکر ہے، وہ سب کے سب اموی دور میں تھے: ان میں سے دو ابن عمر اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے بالترتیب ۲۶۳۰ اور ۲۲۸۶ احادیث مروی ہیں: ابن عباس (۱۶۶۰)، جابر بن عبداللہ (۱۵۴۰)، عبداللہ بن ابی اوفی (۹۵)، رافع بن خدیج (۷۸) سلمہ بن اکوع (۷۷) زید بن ارقم (۷۰) سے احادیث مروی ہیں۔

خلافتِ ولید وسلیمان وعمر ثانی وہشام

مذکورہ بالا فہرست صحابہ کرم میں سے متعدد ان ادوارِ خلافت میں موجود تھے اور انتظامیہ سے بھی وابستہ تھے۔ ان کے اسماء گرامی کے دوبار گنانے کی ضرورت نہیں رہی کہ صحابہ کرام کے گزشتہ ادوار کے تجزیے سے ان کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ البتہ ان میں سے بعض اہم ترین بزرگوں اور ان کے عطایا کا ذکر بشکل نکات کیا جاتا ہے۔

بعد کے دور میں اکابر صحابہ میں شامل تھے:

حضرات اسعد بن سہل بن حنیف اوسیؓ، انس بن مالکؓ، خزرجی، ربیعہ بن عباد کنانیؓ، سائب بن خلاد خزرجیؓ، سنان بن سلمہ ہذلیؓ، سہل بن سعد ساعدی خزرجیؓ، عامر بن واثلہ کنانیؓ/ ابوالطفیل، عبداللہ بن بسر مازنیؓ، عبداللہ بن ابی طلحہ نجاری خزرجیؓ، عبدالرحمٰن بن حسان بن ثابت خزرجیؓ، عبیداللہ بن عدی بن خیار نوفلیؓ، عتبہ بن منذر سلمیؓ، محمود بن ربیع خزرجیؓ، محمود بن لبید اوسی اشہلیؓ، ابوسعید مقبریؓ وغیرہ،

(ابن جوزی، تلقیح، ۸۴ و مابعد: نیز فہرست صحابہ مذکورہ بالا۔)

ان میں سے متعدد حضرات حدیث وسنت کے عظیم ترین راویوں میں شمار ہوتے ہیں جیسے حضرت انس بن مالک خزرجی جو رسول اکرم ﷺ کے دس سال تک خادم خاص اور محرم راز رہے تھے اور علوم نبوت کے خاص امین تھے۔ ان میں حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ، عامر بن واثلہ کنانیؓ، محمود بن ربیع خزرجیؓ اور ابوسعید مقبریؓ وغیرہ کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ بیشتر صحابہ کرام اس دور میں کافی معمر ہو چکے تھے لہٰذا وہ انتظامیہ میں شامل نہیں ہوسکے۔

(ابن جوزی، تلقیح، ۸۴ و مابعد: حضرت انس (۲۲۸۶)، سہل بن سعد (۱۸۸) وغیرہ۔)

تاہم بعض صحابہ کرام اپنی پیرانہ سالی اور جسمانی کمزوری کے باوجود جہاد میں حصہ لیتے رہے اور انتظامیہ میں بھی شامل رہے۔

پہلی صدی اسلامی کے بعد کے عشرے میں آخری صحابہ کرام نے وفات پائی۔ ان میں سے کئی کا ذکر فہرست میں موجود ہے اور آخری صحابی نے ہشام بن عبدالملک اموی کے زمانے میں مکہ میں وفات پائی۔ اسی طرح بصرہ، کوفہ، شام وغیرہ کے آخری صحابی اسی دور میں تھے۔

حسن اختتام

خلافت اسلامی کی تعریف و مقصود

اسلامی خلافت کی تعریف، تفہیم اور تشریح و تعبیر میں دو بنیادی نقطۂ نظر پائے جاتے ہیں:

ایک معاصر صحابہ کرام کی تعبیر و تشریح اور تفہیم تھی اور دوسری متاخر علماء، فقہاء اور ماہرین سیاسیات کی ہے۔ ان دونوں اصولی تقسیمات کی پھر ذیلی اور ضمنی تقسیمیں بھی ملتی ہیں جن میں فروعی اور تفصیلی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ صحابہ کرام کی تفہیم و تعبیر خلافت ہو یا بعد کے علماء و اصولیین کی ان میں ایک نقطہ اتحاد بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ خلافتِ اسلامی کتاب و سنت کے مطابق ہو اور اس کے لئے بالعموم علیٰ منہاج النبوۃ کی اصطلاح بعد میں رائج ہوگئی جس کا سراغ بہر حال تعلیماتِ نبوت اور اصل خلافتِ الٰہی کے سُنَن و طُرق میں ملتا ہے، "علیٰ منہاج النبوۃ" کی تعریف و تعبیر پر بھی اختلافِ اقوال اور تنوعِ آراء مل سکتا ہے اور درحقیقت ملتا بھی ہے۔ مگر وہ تفصیل کا اختلاف یا تعبیر کا تنوع ہے۔ ان کا لبِ لباب واحد ہے اور اس پر سب کا اتفاق بھی ہے یہ لب لباب اور مغزِ خلافت کیا ہے؟ اس کو ایک فقرہ میں بھی بیان کیا جا سکتا ہے اور طول طویل دفتروں میں بھی۔

خلافتِ اسلامی دراصل رسولِ اکرم ﷺ کی نیابت کا نام ہے اور مقصد اس کا نفاذ شریعت ہے یہ وہ مختصر اور لب لباب تعریف ہے جس پر سب کا اتفاق و اجماع ہے۔ صحابہ کرام اور متاخر علماءِ اسلام دونوں متفق ہیں۔ امامِ فلسفۂ تاریخ اسلامی حضرت ابن خلدونؒ نے "ملکِ دنیا" اور خلافت کا فرق بیان کرنے کے بعد موخر الذکر تعریف کی ہے کہ خلافتِ اسلامی انسانوں کی اُخروی اور دنیاوی مصالح کے باب میں شرعی نظر سے رعایت کے مطابق حکمرانی کا نام ہے۔ کیونکہ شارع کے نزدیک تمام احوالِ دنیا کا اعتبار و رعایت مصالح آخرت کے لحاظ سے ہوتی ہے، لہٰذا خلافت حقیقت میں دین کی حفاظت اور اس کے ذریعہ دنیا کی سیاست کرنے کا نام ہے جو صاحبِ شرع کی نیابت میں ہو:

"والخلافة هی حمل الكافة علی مقتضی النظر الشرعی فی مصالحهم الاخروية والدنيوية الراجعة اليها، اذ احوال الدنيا ترجع كلها عند الشارع الی اعتبارها بمصالح الآخرة، فهی فی الحقيقة خلافة عن صاحب الشرع فی حراسة الدين و سياسة الدنيا به..."❶

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے فکر و فلسفۂ امامِ تاریخ ہی کو دوسرے اور نسبتاً مفصل انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ (خلافت) علومِ دین کے احیاء، ارکانِ اسلام کی اقامت، جہاد اور اس سے متعلق معاملات کی تنظیم، قضاء اور عدل و انصاف کے قیام، حدود کی اقامت و اجراء، مظالم کے خاتمہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقاصد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں ریاستِ عامہ کا نام ہے۔ اس میں بنیادی فقرہ اقامتِ دین ہے:

"هی الرياسة العامة فی التصدی لاقامة الدين باحياء العلوم الدينية، واقامة اركان الاسلام، والقيام بالجهاد وما يتعلق به من ترتيب الجيوش والفرض للمقاتلة واعطاؤهم من الفیٔ، والقيام بالقضاء، و اقامة الحدود و رفع المظالم، والامر بالمعروف، والنهی عن المنكر، نيابة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم..."❷

شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے "اقامت دین" کی جامع و مانع اصطلاح ایسی چلائی کہ وہ سکہ رائج الوقت بن گئی۔ وہ امامِ ابن خلدون کی تعبیر خلافت "حراستِ دین اور دین کے ذریعہ سیاستِ دنیا" کی بھی جامع ہے اور اس سے ماخوذ بھی، مولانا شبلیؒ و سید سلیمان ندویؒ نے تاسیسِ حکومتِ

---

❶ ابن خلدون، مقدمہ، ۱۹۱ نیز مابعد کی مباحث: "شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فلسفۂ تاریخ"، ۸-۹ وغیرہ: آگے اس کی بہت خوبصورت وضاحت کی ہے:

"وانه نيابة عن صاحب الشريعة فی حفظ الدين وسياسة الدنيا به تسمی خلافة وامامة، والقائم به خليفة واماما، فاما تسميته اماما فتشبيهاً بامام الصلاة فی اتباعه و الاقتداء به، ولهذا يقال: الامامة الكبری، واما تسميته، خليفة فلكونه يخلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی امته فيقال خليفة باطلاق وخليفة رسول الله.")

❷ ازالۃ الخفاء، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، غیر مورخہ مع اردو ترجمہ از عبدالشکور فاروقی و اشتیاق احمد دیوبندی ۱/۱۳؛ حجۃ اللہ البالغہ، ۱/۱۵۰؛ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فلسفۂ تاریخ: ۶ اور غیرہ

الٰہی کی اصطلاح بھی اسی طرح متقدمین کے زیر اثر وضع کی تھی، اصطلاح وتعبیر کی تاریخ اور زمانی و فکری ارتقاء سے اس وقت بحث نہیں ہے کہ وہ کسی اور تحقیق کا موضوع ہے۔ مقصود یہ ثابت کرنا ہے کہ خلافتِ اسلامی کو اقامتِ دین کی سعی بلیغ کہا جائے یا تاسیسِ حکومتِ الٰہی، متاخر علماء اسلام اور مفکرینِ اسلام سب کے سب یہی اس سے مراد لیتے ہیں اور بعض بعض مفکرین جدید نے تو اس کو اپنی تعبیر و اصطلاح قرار دینے کی کوشش کی ہے یا کم از کم یہی تاثر دیا ہے اصلی ماخذ کا حوالہ نہ دے کر۔

خلیفۂ راشد کی صفات

تمام اسلامی قدیم وجدید مفکرین نے خلیفہ/خلیفہ اسلام اور خلیفۂ راشد کی شرائط بھی بیان کی ہیں۔ ان میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی بیان کردہ شروط/صفاتِ خلیفہ سب سے زیادہ واضح اور مفصل و مدلل ہیں۔ حضرت شاہؒ نے دنیاوی خلافت یا عام حکمرانوں کے لئے متفقہ اوصاف میں خلیفہ کے عاقل، بالغ، مرد، آزاد، صحتمند، شجاع، صاحبِ شرف وغیرہ ہونے کو بیان کیا ہے جن پر تمام بشری علتوں کا اتفاق واجماع پایا جاتا ہے۔ پھر خلافتِ اسلامی کے حامل خلیفہ اور نائبِ رسول اکرم ﷺ حکمراں کے لئے خاص اوصاف وشروط کا اضافہ کیا ہے: وہ ہیں: ۱- اسلام ۲-علم اور ۳- عدالت ۴-قریشی ہونا، ۵- جلالت حسب ونسب ۶- صاحب شرف و ریاسات ہونا اور ۷-خلیفہ کی قوم کا طاقتوروں (اقویاء) کا مجموعہ ہونا۔ یہ حجۃ اللہ البالغہ کی بحث کی تلخیص ہے۔ ازالۃ الخفاء میں بعض اور شروط کا اضافہ یا تفصیل ہے: وہ صاحبِ عدل ومروت ہو، محکم مزاج رکھتا ہو، مجتہد ہو خواہ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی مانند مجتہدِ مطلق نہ ہو لیکن وہ اقوالِ سلف جانتا ہو اور ان میں ترجیح دے سکتا ہو اور اس کے لئے پانچ علومِ دینی- قراءت وتفسیر قرآن، علمِ حدیث، علمِ فقہ، عربی زبان ولغت اور فنِ کتابت سے واقفیت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ حضرت شاہ ان شروط کے حامل کو مستحق خلافت بھی مانتے ہیں اور خلیفۂ راشد بھی۔

(بحث مفصل کے لئے: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فلسفۂ تاریخ، ۱۸-۲۲)

انعقادِ خلافت کے طریقے

تعریف وشروط خلافتِ اسلامی اور اوصافِ خلیفہ راشد کے بعد اگلا مرحلہ انعقادِ خلافت کا ہے۔ حضرت شاہؒ اور دوسرے تمام متقدمین واکابر علماءِ اسلام و ماہرین سیاسیات کا اسی پر اتفاق ملتا ہے۔ انعقادِ خلافت کے چار طریقے ہیں:

۱- علماء ورؤساء اور امراءِ باخبر ومخلصین پر مشتمل اہل حل وعقد کی بیعت ہو جیسے بیعتِ ابوبکر صدیق منعقد ہوئی تھی۔ اس سے مراد دارالخلافہ کے اہل حل وعقد ہیں مگر ان کا اجماع مراد نہیں ہے۔

۲- دوسری شرطِ انعقاد ہے کہ حکمراں خلیفہ اپنے بعد کسی کو جانشین نامزد کردے اور اسے ولی عہد خلافت بنادے، جیسے حضرت ابوبکر صدیق نے حضرت عمر فاروقؓ کو نامزد کیا تھا۔ نامزدگی کے لئے دو شرطیں بھی عائد کی ہیں: اول وہ امتِ اسلامی کی فلاح وبہبود کے لئے نامزد کردے اور دوم استحقاقِ خلافت کی شرطیں پوری کرنے والے چیدہ اشخاص میں سے کسی ایک کو منتخب کرے اور لوگوں کو جمع کر کے ولی عہد کی اطاعت کا ان کو پابند بنادے۔

۳- تیسرا طریقہ شوریٰ کا ہے مگر وہ محدود ومقید ہے کیونکہ حضرت شاہؒ نے لکھا ہے کہ وہ مستحقین خلافت میں سے ایک چیدہ جماعت میں خلافت کا انعقاد اور خلیفہ کے انتخاب کو محدود کردے جیسے حضرت عثمانؓ کی خلافت منعقد ہوئی تھی۔

۴- چوتھا طریقہ استیلاء کا ہے کہ کوئی شخص سابق خلیفہ کی ولی عہدی و وصیت اور اہل حل وعقد کی بیعت کے بغیر لوگوں کو ہموار کر کے خلیفہ بن جائے بشرطیکہ وہ موافق شریعت احکام نافذ کرے، وہ بھی خلیفہ سمجھا جائے گا۔

(شاہ ولی اللہ دہلوی کا فلسفۂ تاریخ، ۲۲-۲۶ ومابعد: بحوالہ ازالۃ الخفاء ۱/ ۲۵-۲۶؛ حجۃ ۲/ ۱۵۰)

فکرِ ولی اللّٰہی ہو یا فلسفۂ ابن خلدون یا دوسرے مفکرینِ اسلام کے سیاسی وخلافتی نظریات، ان سب کے یہی اصول وشروطِ خلافت اور اوصافِ خلیفہ ہیں، اگر فرق ہے تو صرف

تفصیل کا یا تعبیر کا۔ ان اصول و شرائط کے ''اطلاق'' کا مشکل ترین مرحلہ اور صبر آزما بلکہ دین و نظر آزما معاملہ اس کے بعد آتا ہے۔ ''خلافتِ نبوت''۔ یعنی خلافتِ اربعہ، جس کو عام اصطلاح میں خلافت راشدہ کہا جاتا ہے۔ کے بعد دوسرے خلفاءِ اموی و عباسی پر ان اصول و شروط اور اوصاف کا اطلاق اپنے اپنے فکری اور مسلکی رجحان یا تاریخ اسلامی کی تفہیم کے مطابق کیا جاتا ہے۔ یہاں صحابہ کرام کے نظریۂ خلافتِ اسلامی کا امتیاز واضح ہوتا ہے، اور بعد کے نظریات سازوں اور اطلاق نوازوں کا طریقہ بھی اجاگر ہوتا ہے اور اس کا جوہری اختلاف بھی۔

صحابہ کرام کی غالب اکثریت اور تابعین کرام کی عددی قوت اور اکابر اسلام کی اجماعی طاقت نے اولین خلفاءِ ثلاثہ- حضرات ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم- کی خلافتِ راشدہ کو بہ اتفاق و اجماع تسلیم کیا۔ حضرت علیؓ کی خلافتِ چہارم پر وہ اجماع و اتفاق امت بوجوہ نہیں ہوسکا اور صحابہ میں سے کئی ''جماعات'' نے اس کو تسلیم نہیں کیا یا اس کی بیعت نہیں کی یا اس سے محترز رہے باوجودیکہ حضرت علیؓ خلافتِ راشدہ کی تمام صفات و شروط پوری کرتے تھے۔ اس کی بنیادی وجہ حضرت عثمانؓ کے خونِ ناحق کا قصاص نہ لینے کی واقعیت تھی۔ اس کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ حضرت علیؓ قاتلینِ خلیفہ سوم کے گھیرے میں تھے اور اختیارِ خلیفہ کے استعمال سے قاصر۔ اس کا اعترافِ حق حضرت موصوف کو بھی تھا اور اسی کا شکوہ گریزاں، جانبدار اور مخالف صحابہ کرام کے طبقات کو تھا۔ قصاصِ خونِ عثمانؓ کے نازک مسئلہ پر صحابہ کرام اور امتِ اسلامی کی وحدت منقسم ہوگئی تھی اور وہ منقسم رہی تا آنکہ اگلا مرحلۂ خلافت آیا۔ شہادتِ حضرت علیؓ اور خلافتِ حسنؓ کا دور اسی فتنۂ امت کا دور ہے۔

تاریخی واقعیت اور مطلق تاریخی ارتقاء کا معاملہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد دو دو خلیفہ بیک وقت ریاستِ اسلامی میں متمکن ہوگئے: حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ۔ ان دونوں کا انتخاب ہوا تھا جو ان دونوں کے حامی اکابر اور طرفدار اربابِ حل و عقد نے کیا تھا۔ حضرت حسنؓ کو ان کے دارالخلافہ- کوفہ- کے اکابر- ''شیعانِ علی''- نے خلیفہ مقرر و منتخب کیا اور وہ ولایاتِ مشرقی میں تسلیم کئے گئے، حضرت معاویہؓ کو ان کے دارالخلافہ- بیت المقدس- میں ان

کے ''شیعانِ معاویہ'' نے خلیفہ منتخب کیا تھا۔ ان دونوں کا انتخاب وتقرر دو دو مراکز قوت کے ارباب حل وعقد نے کیا تھا۔ جس میں اصول کے ساتھ پسند بھی کارفرما تھی، بلاشبہ ان دونوں ''انتخابات'' یا تقرریوں میں کسی قسم کا استیلاء شامل نہ تھا جیسا کہ ثابت کیا جاتا ہے۔

خلافت اسلامی کا دوسرا مرحلۂ اجتماعیت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری سے آیا۔ موخر الذکر نے پورے خلوص اور اطمینانِ قلب اور شرحِ صدر سے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے چھوڑ دی۔ اس میں کسی شک وشبہ کی ذرا بھی گنجائش نہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کو مستحقِ خلافت سمجھتے تھے اور خلافتِ اسلامی کی شروط وصفات کا حامل بھی، ورنہ حضرت موصوف پر نااہل کی طرفداری کا الزام آئے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے اقدامِ دستبرداری اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مسندِ خلافت پر سرفرازی کا ثبوت حدیث نبوی میں ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں یا جماعتوں میں صلح واتفاق کرانے کی بنا پر حضرت حسن کو سید فرمایا تھا۔ اسی میں خلافتِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحت، راشدیت، اسلامیت، اور خلافتِ اسلامی کی تسلسل کی حقیقت بھی مضمر ہے، صحابہ کرام نے بحیثیتِ مجموعی اور امت اسلامی نے بیک زبان ودل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی بیعت کرلی تھی۔ لہٰذا ان کی خلافت مسلمہ ومتفقہ ہی نہیں تھی بلکہ خالص اسلامی، راشد اور خلافتِ صحابی تھی۔

خلافتِ یزید بن معاویہ بھی اسی طرح متفقہ، اجماعی، اسلامی اور متحدہ ومجتمعہ خلافت تھی جس طرح ان کے پیشروؤں کی خلافت تھی اور اس خلافت سے قبل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ان کی ولیعہدی استصوابِ عامہ کی عظیم ترین مثال ہے، کیونکہ صحابہ کرام نے دو مختلف مراحلِ بیعت میں اس کا اظہار کیا تھا: خلافتِ معاویہ میں ولیعہدی کی بیعت پر اجماع کیا تھا۔ اولین تحفظات اور دو اکابر کی خاموشی کے باوجود وہ اجماع تھا۔ اسی طرح مسندِ خلافت پر ان کی سرفرازی اور انعقادِ خلافت بھی اجماعی، متفقہ اور اسلامی تھی، اس کی سب سے عظیم گواہی اور شہادت صحابہ کرام کا اجماع واتفاق اور ان کا اور تمام امت کا بیعت کرنا تھا۔ بعد کے تمام اموی خلفاء میں بیعت وانعقادِ خلافت میں ولیعہدی، نامزدگی، استصواب اور شوریٰ سب ہی شامل

رہے تھے۔

خلافت کے انعقاد اور خلیفہ کے تقرر کے باب میں نظریات سازوں نے ایک عظیم حقیقت خلافت بھلادی۔ اکابر ارباب حل وعقد کا اجماع ہو یا تمام امتِ اسلامی کا اتفاق، نامزدگی اور ولیعہدی کا معاملہ ہو یا ایک مجلسِ شوریٰ میں تحدیدِ خلافت کا واقعہ، یہ تینوں طرقِ انعقادِ خلافت مجموعی طور سے اموی خلافت میں پائے جاتے ہیں۔ تمام اموی خلفاء کرام کی نامزدگی کا حق حکمراں خلیفہ نے استعمال کیا۔ ان کی نامزدگی کے قبل اپنے اصحابِ شوریٰ سے مشورہ کیا، خلافت اور ولیعہدی یزید سے قبل نہ صرف دارالخلافہ۔ دمشق۔ کے اکابر وارباب حل وعقد کی رائے لی بلکہ ''علماء مدینہ'' اور فقہاء مکہ سے بھی استصواب کیا۔ اور معمولی طریقہ انعقاد کے اختلاف کی تمام شروط پوری کیں، اس باب میں یہ حقیقت یادرکھنے کی ہے کہ انعقادِ خلافت کے مرکز قوت نے مدینہ منورہ کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ حضرت حسنؓ کے اربابِ حل وعقد اشراف تھے اور حضرت معاویہؓ کے دورِ فتنہ میں اشرافِ دمشق وشام تھے۔ خالص اجماعی ومتفقہ خلافتِ اسلامی اموی میں شوریٰ، استصواب، اور انتخاب وولیعہدی کا مرکز اب دمشق تھا۔

نظریات سازی سے قطع نظر، اموی خلافت کے معاصرین بالخصوص صحابہ کرام کی عدول جماعت کا وطیرہ ثابت کرتا ہے کہ تمام اموی خلفاء کرام ''اقامتِ دین اور سیاستِ دنیا و حراستِ دین'' کے عہدہ سے بخوبی واقف بھی تھے اور اس فریضہ کو ادا کرنے والے بھی ثابت ہوئے۔ ان کے دور میں شریعت کا کلی نفاذ ہوا تھا۔ علومِ اسلامی اور فنونِ دینی کا بنیادی ارتقاء اسی دورِ خلافت میں ہوا۔ ان میں تفسیر وحدیث وفقہ کے اصل علوم شامل ہیں۔ تمام ارکانِ اسلام ہی نہیں اس کے سنن ونوافل بھی اس دور میں جاری وساری اور قائم ودائم رہے۔ جہادِ اسلامی اپنی تمام تر رعنائی اور برنائی کے ساتھ خلافتِ اموی میں بالخصوص اس کے دورِ زریں میں اپنی معراج کو پہونچ گیا۔ بحری جہاد کی بشارتِ نبوی اور قسطنطنیہ۔ مدینۃ قیصر۔ پر اولین اسلامی کارروائی اور غزوۂ خلافت معاویہؓ ویزید کو زبان رسالتمآب ﷺ سے اسلامی خلافت وملک اسی اولین دورِ اموی میں واقعہ بنی۔ قضا اور عدل وانصاف کا نفاذ اور حدود وتعزیرات کا اجراء، مظالم کا دور کرنا بلکہ

اس کا سد باب کرنا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا تو اُم فریضہ ادا کرنا اسی دور میں خلافتِ راشدہ کی طرح جاری ساری رہا۔ اموی خلفاءِ کرام اپنے عظیم ترین پیشروؤں کے مانند نائبین رسول اکرم ﷺ ہونے کے سبب امامِ نماز بھی رہے اور امراءِ حج بھی۔ وہ امام بھی تھے اور خلیفہ بھی۔ اور خلیفہ ثانی کے رائج کردہ خطاب ''امیر المومنین'' کے مستحق ومخاطب بھی۔ خلافتِ راشدہ کی وہ تمام واقعی صفات وشروط خلافتِ اموی میں موجود ومشترک تھیں جن کا ذکر کتاب وسنت میں اور تعاملِ صحابہ میں ملتا ہے حتی کہ نظریات سازوں نے جو شروط وصفات ایجاد کی ہیں وہ بھی اس دور میں موجود تھیں، اسی طرح سیاسی، سماجی، اقتصادی اور دینی وتہذیبی ادارے بھی سب کے سب اموی خلافت میں موجود تھے۔ اور نہ صرف موجود تھے بلکہ ارتقاء پذیر تھے۔ یہی ادارے بعد میں ماڈل بنے جس طرح خلافتِ فاروقی وعثمانی کے سُنن خلفاءِ اموی کے لئے مشعلِ راہ اور سنگ میل خلافت بنے تھے۔

پوری تاریخ خلافت میں انتخابی اور شوروی خلافت کا اصول وقاعدہ کارفرما نظر آتا ہے، حضرت عمر فاروقؓ کی حکمرانی خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نامزدگی اور خلیفہ سوم کے انتخاب کے لئے حضرت عمرؓ کی ایک مجلس خلافت میں خلافت کی تحدید اور صرف چھ اکابر صحابہ میں خلیفہ کا انتخاب کی تحدید اور اس سے زیادہ ان ہی چھ اصحابِ خیر کے انتخاب کرنے کے تحدید نے دستورِ تقرری وطریقِ انتخاب میں بنیادی تغیر پیدا کیا تھا، مگر ان تمام طریقوں کو صحابہ کرام نے بھی اسلامی تسلیم کیا اور بعد کے ماہرین علماء نے بھی، اب رہا اختلاف فکر ونظر کا معاملہ تو حضرت عمرؓ کی نامزدگی کے طریق پر حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمیؓ جیسے صحابی کا نقد واعتراض موجود ہے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اچانک ایک جماعت صحابہ کے ذریعہ انتخاب پر معاصر صحابہ کی تنقید موجود ہے۔ لیکن ان اختلافی آراء پر کسی نے بھی دھیان نہیں دیا کیونکہ وہ صحابہ کرام کے اتفاق و اجماع سے کالعدم ہو گیا تھا۔ جس طرح حضرت عثمانؓ کی تقرری میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف زہریؓ کے طریقہ کار اور طرزِ عمل کو صحابہ کرام نے اور بعد کے ماہرین اسلامیات نے تسلیم کیا تھا اور اختلافی آراء کو مسترد کر دیا تھا۔ خلافتِ راشدہ میں حضرت علیؓ کے انتخاب پر امت اور صحابہ

دونوں کا سب سے زیادہ وسیع اور ہمہ گیر اختلاف رہا۔حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ جیسے عبقری مفکرین وعلماء نے خلافتِ چہارم کو غیر منتظمہ اور غیر مجتمعہ تک قرار دے دیا، مگر امتِ اسلامی نے ان کو بالاتفاق چوتھا خلیفۂ راشد تسلیم کیا اور خلافتِ نبوت کا آخری دور بھی سمجھا۔اصل اختلاف حضرت حسنؓ اور حضرت معاویہؓ کے دو الگ الگ منطقوں میں خلیفہ مقرر ہونے سے پیدا ہوا اور اسے صحابہ کرام نے کسی طرح بحیثیت جماعت تسلیم نہیں کیا تا آنکہ حضرت حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری اختیار کر لی۔اور خلافت معاویہؓ کے حوالے کر دی۔تمام صحابہ کرام نے اور پوری امت اسلامی نے اس کو صحیح خلافت مان لیا۔

بعد کے بعض مفکرین اسلام اپنے خاص نظریات اور مخصوص شیعی رجحانات کی بنا پر طریقہ کار کے اختلاف اور بعض دوسری نئی چیزوں کے انتخاب میں روشناس کئے جانے پر اموی خلفاء کے انتخاب کو غیر شوروی، غیر جمہوری اور غیر اسلامی قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے بیانات کے لئے صرف اختلافی آراء کا سہارا لیتے ہیں۔اسی طرح وہ اولین خلفاءِ ثلاثہ یا خلفاءِ اربعہ کے مختلف انتخابی طریقوں کو مثالی اور ناقابلِ تبدیل قرار دیتے ہیں۔ان کی فکر، استدلال، استنباط اور تمام فکری اور نظری کاوشیں بظاہر جاذبِ فکر ونظر ہیں مگر درحقیقت ہیں نہیں۔

اموی خلفاء نے ایک خاص طریقۂ انتخاب کا استعمال مصالحِ امت کے تحت اور خالص فکرِ اسلامی کے مطابق کیا تھا۔مصالحِ امت میں سب سے اہم یہ تھا کہ شہادتِ عثمانؓ کے بعد جیسی انتشاری کیفیت نہ پیدا ہو، ان کے طریقۂ انتخاب نے ایک عظیم نتیجہ یہ پیدا کیا کہ پھر کسی خلیفۂ وقت کے قتلِ ناحق کا ناشائستہ معاملہ پیش نہیں آیا۔اس باب میں تمام باغی عناصر کی تمام ممکنہ تدابیر کا سد باب کر دیا گیا اور پھر کسی نے جرأتِ بغاوت ہی نہ کی۔بنو امیہ میں خلافتِ اسلامی کا انحصار خاص حالات واحوال اور عناصر کی بنا پر ہوا تھا جن کی طرف دھیان نہیں دیا گیا، اول بنو امیہ قریش کے عظیم ترین اور طاقتور ترین خانوادے کی حیثیت رکھتے تھے اور وہ قریشی قوت کے ہی مظہر تھے۔دوم بنو امیہ کو بہر حال رسول اکرم ﷺ سے وہی نسبتِ قرابت حاصل تھی، جو دوسرے خاندان ہائے خلافت کو رہی تھی۔وہ بنو عبد مناف کے بزرگ تر خاندان کے اہم

ترین طبقہ تھے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ مرکزِ طاقت بن چکے تھے جس کو امام ابن خلدونؒ قومی عصبیت سے تعبیر کرتے ہیں۔ان کے سوا کسی اور کو یارائے خلافت ہی نہیں رہا تھا۔اسی بنا پر حکمراں خلیفہ اپنے عہدِ خلافت ہی میں اپنے ولی عہد کو اور مروانی خلفاء نے بیک وقت دو دو ولی عہد کو نامزد کرنا شروع کر دیا تھا اور اسے صحابہ کرام نے صحیح طریقہ انتخاب اور صحیح طریقۂ تقرری خلیفہ قرار دے کر سب کی بیعت کی تھی۔حضرت عمر بن عبدالعزیز امویؒ جیسے خلیفہ راشد نے اپنے پیشرو خلیفہ سلمان بن عبدالملک کے نامزد دوسرے ولیعہد یزید بن عبدالملک کی نامزدگی اور ولیعہدی بدلنے کو اسلامی دستور کے خلاف سمجھا تھا اور اپنا خاص ولیعہد مقرر کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

خلفاءِ اموی کے طرز زندگی، طرزِ حکومت اور طرز شریعت کے بارے میں بعض اختلافی آراء و بیانات کا سہارا لیا جاتا ہے اور اسی طرح شوریٰ کے اصول، مجلس شوریٰ اور اس کی تشکیل اور کارکردگی پر حرف گیری کی جاتی ہے، بیت المال، حقِ آزادی اور حقوقِ اسلامی اور نفاذِ شریعت کے بارے میں بھی ایک متنازعہ بحث کی جاتی ہے۔ان سب کا مقصد یہ ثابت کرنا ہے کہ عہدِ اموی میں خلافتِ اسلامی نے ملوکیت و قیصریت کا چولا پہن لیا تھا۔ان تمام مسائل و معاملات پر بحث کی جا چکی ہے اور مزید تحقیق کر کے ان کے شیعی فکر کے تار و پود کو بکھیرا جا سکتا ہے۔سر دست اس کا موقعہ نہیں ہے۔صرف چند اصولی مباحث اور واقعاتی دلائل کو پیش کیا جاتا ہے کہ اس اختتامیہ میں صرف ان ہی کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

صحابہ کرام کی جماعتِ خیر ان تمام مسائل کی گتھی سلجھاتی ہے کہ وہ ہی کلیدِ شریعت و اسلامیت تھی۔متعدد خلفاء اموی کا طرزِ زندگی اور طرزِ حکومت خالص اسلامی تھا اور بعض بعض نے تو سادگی اور عظمت کا امتزاج پیش کیا ان میں حضرت معاویہ، حضرت عبدالملک، حضرت ولید، حضرت عمر بن عبدالعزیز اور حضرت ہشام کا نام پیش کیا جا سکتا ہے۔حضرت معاویہؓ نے وفات کے وقت اپنی نصف دولت بیت المال کو دے دی تھی۔

(ابن اثیر ۴/ ۸: دوسرے خلفاء کا طریقہ بھی یہی ملتا ہے)

ان سب کی مجلس شوریٰ تھی اور وہ ان کے اپنے مشیرانِ برحق تھے اور کسی نے بھی استبدادی طریقہ اختیار نہیں کیا، بیت المال کو ہمیشہ ان اموی خلفاء نے مال اللہ ہی تسلیم کیا اور تمام تر نے نہ سہی بیشتر نے ایک حبہ اس سے نہ لیا۔ مسلمانوں کو عطایا اور قطائع (زمینی/آراضی کے عطیات) کا سلسلہ بھی سابق خلفاء کی مانند اسلامی ہی رہا، حقوقِ اسلامی اور نفاذ شریعت میں ایک رتی برابر قصور نہیں کیا گیا۔ فکری، فقہی اور نظری اختلافات کا معاملہ دوسرا تھا، صحابہ کرام نے بحیثیت جماعت ان کے تمام سیاسی، معاشی، تمدنی، تہذیبی اور اسلامی معاملات کی تصدیق کی اور خود خلفاء نے ان صحابہ کرام میں سے اکابر کی آراء اور فیصلوں کی خود رعایت کی اور اپنے امراء کو ان کا پابند بنایا تھا۔

اسلامی نظامِ خلافت وحکومت دراصل خاص اصول اور بنیادی احکامِ شریعت پر استوار ہے، ان میں فروع، طریقہ کار، طرزِ حکومت، تشکیل شوریٰ، انتظامِ مالیات، اور نفاذِ شریعت کے طریقے فروع ہیں، اولین خلافتِ راشدہ میں بھی اصول واحکام سے فروع وطُرق کا اختلاف و امتیاز واضح طور سے ملتا ہے، لہٰذا ہر دورِ خلافت میں وہ مختلف رہے اور اسی طرح اموی خلافت میں بھی ان کے طُرق وفروع کا اختلاف ملتا ہے۔ صحابہ کرام اصول واحکام اور فروع وطُرق کے فرق کو سمجھتے تھے، لہٰذا وہ اموی خلافت کے مؤید ہی نہ تھے معاون بھی تھے۔

بعد کی اسلامی تاریخِ خلافت سے اس وقت بحث نہیں کہ طولِ کلام اور تکرارِ مطالب ہوگا۔ موجودہ دور میں یا کسی بھی آنے والے زمانے میں خلافت اور حکومت کے احکام واصول اور فروع وطُرق کا امتیاز رہے گا، اب خلافتِ اسلامی کے انتخاب وتجدید، خلفاءِ اسلامی کے تقرر، ان کی ذاتی زندگی یا اجتماعی زندگی کے نظام وطرز، مالیات وانتظامیہ، عدلیہ ومقنّنہ اور تمام دوسرے شعبوں کے طریقے بدل جائیں گے اور وہ ملک ووقت کے حالات اور تقاضوں اور مصالحِ امت کے مطابق ہوں گے، حضرات ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان ذوالنورین اور علی مرتضی رضی اللہ عنہم کے طُرقِ انتخاب میں سے کوئی بھی اختیار نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ان جیسی طرزِ زندگی اور طرزِ حکومت اختیار کی جا سکتی ہے۔ خلافت وخلیفہ کا انتخاب شوریٰ سے ہوگا کہ وہ اصل وحکم ہے اور انتظامیہ کا

ڈھانچہ قوانین کے مطابق مرتب ہوگا کہ قانون کی بالادستی اصل اصول ہے۔ خلیفہ، خلافت اور حکومت کے اختیارات بھی محدود اور پابندِ سلاسل ہوں گے۔ صرف دو بنیادی اصولوں کی کارفرمائی ہوگی: ایک قانونِ الٰہی کے مطابق حکومت کی تشکیل و ترتیب اور دوم شریعت کا نفاذ۔ باقی سب طریقے اور فروع ہیں اور وہ دوسری شکل کے ہوں گے۔ یہی اسلامی اور اموی خلافت کے بنیادی معالم تھے جنھوں نے اپنے اپنے وقت میں اصول اور فروع کا فرق و امتیاز ثابت کیا تھا۔

اموی خلفاء کی اتباعِ شریعت اور ان کے امراء کی پابندئ سنت کے بہت سے واقعات ہیں۔ ان کو ان ہی جانبدارانہ اور معاندانہ تاریخوں میں بھی دیکھا جا سکتا ہے اور حدیث و سنت میں تو ان کا ایک عظیم ذخیرہ ہے ان میں سے اہم روایات و احادیث کو ایک خاص مضمون میں شائع کر چکا ہوں، ان کا خلاصہ صرف یہاں پیش ہے، نمازوں کی تاخیر یا اماتتِ صلوٰۃ، خطبہ میں تاخیر یا تقدیم، مناسکِ حج کی ادائیگی میں اختلاف، مالِ غنیمت میں سے سونے اور چاندی اور جواہرات کی خمس میں لینے کی روایت، قضا اور فیصلے میں احکام پر نزاع اور ان تمام معاملات میں اموی خلفاء و امراء کا طریقہ تنوع و اختلافِ سنن پر مبنی تھا اور وہ اپنی فکر و مسلکِ فقہی کے مطابق کسی نہ کسی سنت و حدیث ہی پر عامل تھے۔ ان کا یہ اختلاف یا معاملہ غیر شرعی نہیں تھا بلکہ خالص فقہی اختلافِ صحابہ کے مانند تھا۔ بہت سے حضرات صحابہ اور بعد کے فقہاء امت نے ان کے ان اختلافی اور متنوع سنن پر مبنی طریقوں کی تائید کی ہے اور اسے خالص شریعتِ اسلامی پر مبنی بتایا ہے۔ ان میں روگردانی اور انحراف کا شائبہ تک نہ تھا۔ اموی مخالف مورخین اور مفکرین اسلام نے چند روایات کا بہانہ بنا کر صورت حال مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ یہی کوشش روافض و خوارج نے عام صحابہ کرام اور خلفاءِ ثلاثہ دونوں کے بارے میں کی ہے اور یہ غیر اسلامی روش ہے۔

اتباعِ شریعت اور نفاذِ قانونِ اسلامی میں کسی خاص فقہی امام یا مسلک کی پیروی ضروری نہیں ہے، وہ قرآن و حدیث اور کتاب و سنت کی کامل پیروی کا نام ہے۔ حضرات صحابہ اور اموی خلفاء اسی پر عامل تھے۔ حضرت معاویہ، عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز اور بعض دوسرے

خلفاء اموی کے فتاویٰ اور افکار کو محدثین وفقہاء نے ''سنت'' کا درجہ دیا ہے۔ ان میں عظیم امام حدیث وفقہ امام مالک شامل ہیں اور ان کی کتاب موطا اس کی شاہد ہے۔ صحیحین بالخصوص بخاری میں بھی اموی خلفاء بلکہ امراء کے اقدامات کو سنت وطریقہ اسلامی کا درجہ دیا گیا ہے۔ بالخصوص رومی سلطنت کے خلاف اقدامات اور ان سے معاہدوں کے باب میں حضرت مسلمہ بن عبدالملک وغیرہ کے معاہدوں کو اسلامی بین الاقوامی قانون کی حیثیت حاصل ہے۔ خالص دینیات میں بھی متعدد اموی آراء کو آج بھی استناد حاصل ہے۔

حضرت علیؓ اور ان کے اہل بیت کے سب وشتم کا بہت شور وغوغا مچایا جاتا ہے لیکن وہ محض پروپیگنڈا ہے، لیکن حضرت عثمانؓ کے سب وشتم کا کوئی ذکر کرتا ہے اور نہ حوالہ دیتا ہے۔ سلسلۂ سب وشتم تو حضرت عثمانؓ کے خلاف شروع کیا گیا تھا۔ خلفاء وامراء اموی اپنے خطبات عام اور خطبات عیدین وجمعہ وغیرہ میں قاتلین عثمانؓ پر لعنت بھیجتے تھے، اور ان کے خلاف لگائے گئے الزامات کی تردید کرتے تھے مگر اس سبّ وشتم عثمانی اور بعد میں امویوں پر لعن طعن کا مکروہ ذکر کوئی نہیں چھیڑتا۔

دشمنِ اسلام طبقات نے اس کو سبّ وشتم اہل بیت قرار دے کر ایک تیرے سے دو شکار کئے اور امویوں کو بدنام کر گئے اس سب وشتم کی بعض مثالیں بہت دلچسپ ہیں:

ایک شخص نے حضرت علیؓ کی حمایت میں کسی اموی امیر پر سب وشتم کا الزام لگایا۔ حضرت ابن عباسؓ نے دریافت فرمایا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔ موصوف نے بتایا کہ وہ حضرت علیؓ کو ابوتراب کہہ رہے تھے۔ صحابی جلیل نے فرمایا کہ یہ تو ان کے فضل وبزرگی اور محبت کا خطاب ہے، جو رسول اکرم ﷺ نے عطا فرمایا تھا۔ مجلس خلیفۂ معاویہؓ میں حضرت زید بن عمر بن خطابؓ کی موجودگی میں حضرت بسر بن ارطاۃؓ نے حضرت علیؓ پر نقد کیا، حضرت زید تیمیؓ نے اپنے عصا سے ان کو مار کر زخمی کر دیا۔ حضرت معاویہؓ نے حضرت زیدؓ سے کہا کہ آپ نے شیخ قریش اور سیدِ اہل الشام کو زدوکوب کیا اور پھر حضرت بُسرؓ سے فرمایا کہ تم نے حضرت علیؓ پر سب وشتم کیا اور وہ جناب زید کے نانا ہیں۔ (حضرت ام کلثوم بنت علیؓ ان کی ماں تھیں) اور فرزندِ فاروق لوگوں کے

سردار ہیں، کیا وہ اس پر صبر کر سکتے تھے؟ اس طرح دونوں کو راضی کرلیا۔ دراصل یہی حلمِ معاویہؓ اور حلمِ خلفاء وسادات تھا جس نے ہمیشہ توازن برقرار رکھا۔ ❶

دراصل سماج اور معاشرہ میں بعض سیاسی، سماجی، اقتصادی معاملات حتی کہ بعض دینی /فقہی امور میں اختلاف ہو جاتا تھا جو اختلافِ آراء پر مبنی ہوتا تھا۔ وہ نقد ونظر کا معاملہ تھا۔ محض کسی ذات وشخص کے سب وشتم کا معاملہ نہ تھا۔ اس طرح کی آراء اور نقد ونظر کا سراغ تو تمام اکابر کے خطبات ونگارشات میں لگایا جا سکتا ہے۔ دراصل وہ اختلافِ فکر ونظر تھا، کردار کشی اور بہتان تراشی نہ تھی کہ وہ صحابہ وتابعین کا دورِ خیر تھا جو دورِ عدالت بھی تھا۔

❖❖❖

❶ ابن اثیر ۴/۱۲؛ امام ابن اثیر کے علاوہ امام ابن کثیرؒ نے حضرت معاویہؓ اور دوسرے خلفاء کے سوانحی خاکوں میں ایسی روایات نقل کی ہیں۔ حضرت عثمانؓ کے سب وشتم کا ایک سلسلۂ تحریک تھا اور اس میں حضرت عمار بن یاسرؓ جیسے صحابہ ملوث تھے: ابن قتیبہ، کتاب المعارف، ۲۵۷ وغیرہ

مطبوعاتِ مکتبۃ الفہیم مؤناتھ بھنجن یوپی
2011 2012

(الف)

نمبر	نام کتاب	مصنف/مرتب/مترجم	صفحات	قیمت
1	آثار نبوت	مولانا مجاز اعظمی	128pg	65/=
2	آداب زواج	مولانا محمد اعظمی	160pg	85/=
3	آسان عربی گرامر مکمل تین حصے	لطف الرحمن	350pg	150/=
4	آسمانی جنت	علامہ امیر حمزہ	264pg	130/=
5	آؤ ایمان کی باتیں کریں	ڈاکٹر شفیق الرحمن	96pg	32/=
6	آؤ مثالی معیاری خاتون بنیں	عبدالغفار حسن رحمانی	96pg	40/=
7	آیئے قادیانیت کو پہچانیں	علامہ احسان الٰہی ظہیر	64pg	32/=
8	آیئے مزاروں کی سیر کریں	علامہ امیر حمزہ	272pg	130/=
9	آئینہ تاریخ عالم	علامہ عثمان بن ناصر الخمیس		uprint
10	اپنا عقیدہ صحیح کیجئے	شیخ محمد جمیل زینو	32pg	18/=
11	اتباع رسول	علامہ ابن تیمیہ	48pg	18/=
12	اتباع سنت (عقائد واحکام)	ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمی	96pg	45/=
13	اتباع سنت اور اجتناب بدعت کی اسلامی دعوت	نواب صدیق حسن خاں	208pg	100/=
14	اتحاد امت وملت اور نظم امارت وقضاء	حکیم عبید اللہ رحمانی	48pg	25/=
15	احسن البیان اردو جدید اڈیشن	مولانا محمد جوناگڑھی	1800pg	450/=
16	احسن البیان ہندی جدید اڈیشن	مولانا محمد جوناگڑھی	1156pg	385/=
17	احکام اسلام کی حکمتیں	علامہ ابن قیم الجوزیہ	64pg	32/=

18	احکام الجنائز	ابو سالم محمد اسماعیل	120pg	45/=
19	احکام ومسائل عید الاضحیٰ	حافظ صلاح الدین یوسف	48pg	uprint
20	اختلافی مسائل اور ان کا حل	مولانا ساجد اسید ندوی	96pg	50/=
21	ارشاد محمدی	مولانا محمد جونا گڑھی	128pg	60/=
22	استقامت	قاضی سلیمان منصور پوری	32pg	18/=
23	اسلام ایک نظر میں ہندی	عبدالسمیع محمد ہارون	72pg	u.print
24	اسلام اور ایمان کے ارکان ہندی	شیخ محمد بن جمیل زینو	176pg	u.print
25	اسلام اور امن عالم	ابن احمد نقوی	96pg	30/=
26	اسلام اور قبروں کی پوجا	مولانا معراج ربانی	96pg	45/=
27	اسلام پر 40 اعتراضات جوابات	ڈاکٹر ذاکر نائک	240pg	110/=
28	اسلام اور متعدی بیماریاں	ڈاکٹر نور الحسن انصاری	48pg	18/=
29	اسلام میں جمعہ کے فضائل واحکام	مولانا نیاز طیب پوری	160pg	75/=
30	اسلام کے چہرے پر بدنما داغ۔تقلید یا عدم تقلید	ابو عمران انصاری	48pg	25/=
31	اسلام میں داڑھی کا مقام	شاہ بدیع الدین راشدی	32pg	18/=
32	اسلامی آداب معاشرت	حافظ صلاح الدین یوسف	248pg	120/=
33	اسلامی کوئز	مولانا ساجد اسید ندوی	176pg	75/=
34	اسلامی عقیدہ ھندی	شیخ جمیل زینو حفظہ اللہ	40pg	22
35	اسلامی نظام زندگی	قاضی اطہر مبارکپوری	184pg	95/=
36	اصول حدیث	مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی	16pg	6/=
37	اعلام الموقعین اردو	علامہ ابن القیم الجوزی	1256pg	700/=
38	اللہ اس کے رسول کی پہچان ہندی	جماعۃ من العلماء	96pg	u.print
39	اللہ تعالیٰ عرش پر یا ہر جگہ	نواب صدیق حسن خاں	64pg	32/=
40	امام محمدی	مولانا محمد جونا گڑھی	96pg	50/=

41	امت مسلمہ کے اجماعی مسائل	مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم	208pg	50/=
42	امین الصرف	مولانا ابوعبیدہ بنارسی	48pg	22/=
43	امین الصیغہ	مولانا ابوعبیدہ بنارسی	144pg	50/=
44	امین النحو	مولانا ابوعبیدہ بنارسی	48pg	22/=
45	انسان اپنے آپ کو پہچان	نواب صدیق حسن خاں	48pg	25/=
46	انکار حدیث حق یا باطل	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	96pg	50/=
47	اور شرک سے میں نے کر لی	علامہ امیر حمزہ حفظہ اللہ	64pg	22/=
48	اور میں مر گیا	محسن فارانی	48pg	20/=
49	اہل بیت کے بارے میں شیعوں کا موقف	علامہ احسان الٰہی ظہیر	128pg	60/=
50	اہل حدیث کا مذہب	علامہ ثناء اللہ امرتسری	128pg	55/=
51	اہل تصوف کی اصطلاح میں تصور شیخ	شیخ اسعد اعظمی	48pg	24/
52	اہل اور احناف کے درمیان اختلاف کیوں؟	مولانا محمد جونا گڑھی	48pg	20/=
53	اہل حدیث پر احباب دیوبند کی کرم فرمائیاں	علامہ ثناء اللہ امرتسری	120pg	60/=
54	اہل طریقت کی اصطلاح میں شیخ کا مقام ومرتبہ	شیخ اسعد اعظمی	112pg	40/=
55	ائمہ عظام کی جانب منسوب غلط فہمیاں	علامہ ثناء اللہ امرتسری	128pg	60/=
56	ائمہ اربعہ کا دفاع اور سنت کی اتباع	نواب صدیق حسن خاں	160pg	75/=
57	ائمہ اربعہ کا عقیدہ	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	64pg	30/=
58	ایک ہاتھ سے مصافحہ	علامہ عبدالرحمن مبارکپوری	64pg	20/=
59	ایک مجلس کی تین طلاق	مولانا محمد اسرائیل ندوی	348pg	150/=
60	ایمان وعمل	مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری	768pg	250/=
61	بائیس نامور فقہاء ومحدثین	مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی	48pg	75/=
62	بانی بریلویت کون اور کیا تھے؟	علامہ احسان الٰہی ظہیر	80pg	30/=
63	بچوں کی تربیت سے متعلق چالیس احادیث	شیخ اسعد اعظمی	96pg	35/=

64	بدعت اور اس کی تباہ کاریاں	مولانا ساجد اسید ندوی	48pg	20/=
65	بدعت کی حقیقت	ابن باز، ماہر القادری	288pg	125/=
66	بدعات کی تردید میں آٹھ مفید رسالے	علامہ عبدالعزیز ابن باز	80pg	30/=
67	برصغیر میں اگر وہابی نہ ہوتے؟	ڈاکٹر ابونعیم (لندن)	48pg	18/=
68	بریلوی تعلیمات	علامہ احسان الہی ظہیر	48pg	20/=
69	بریلوی تعلیمات اور افسانوی حکایات	علامہ احسان الہی ظہیر	32pg	16/=
70	بریلوی مسلک کے عقائد	علامہ احسان الہی ظہیر	112pg	40/=
71	بریلوی مسلک کی میٹھی میٹھی سنتیں	علامہ ابن العلی حفظہ اللہ	328pg	170/=
72	بریلویت اور تکفیری فتوے	علامہ احسان الہی ظہیر	48pg	22/=
73	بلوغ المرام مع ترجمہ اتحاف الکرام اردو	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	1200pg	375/=
74	بلوغ المرام اردو شرح جدید	حافظ عمران ایوب لاہوری	908	
75	بہنوں کے لئے تحفہ	ام عبد منیب	32pg	14/=
76	بہو داماد پر سسرال کے حقوق	ام عبد منیب	64pg	22/=
77	پانچ مذاہب	مولانا معراج ربانی	112pg	40/=
78	پردہ	علامہ صالح العثیمین	32pg	18/=
79	تاریخ اہل حدیث ہند	مولانا رئیس ندوی	220pg	120/=
80	تاریخ اسلام کے سبق آموز سنہرے واقعات	مولانا سرفراز احمد فیضی	208pg	95/=
81	تبلیغی جماعت اور اس کا نصاب	منشی عبدالرحمن خطیب عمری	164pg	70/=
82	تجلیات نبوت اردو	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	320pg	130/=
83	تجلیات نبوت (نبوت کی کرنیں) ہندی	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	320pg	170/=
84	تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی	علامہ اسماعیل گوجرانوالہ	480pg	250/=
85	تحریک اہل حدیث مفہوم اور تقاضے	ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری	80pg	30/=
86	تحفۃ الخطیب	مولانا فاروق عبداللہ	96pg	50/=

87	تحفۂ رمضان المبارک	مولانا عبدالمنان سلفی	112pg	45/=
88	تحفۂ ظہیر	علامہ احسان الٰہی ظہیر	96pg	50/=
89	تذکرہ علماء مبارکپور (اضافہ شدہ)	مولانا قاضی اطہر مبارکپوری		350/=
90	تذکرۃ البخاری	مولانا محمد الاعظمی	176pg	75/=
91	ترقی اطفال کی بنیاد اور شکلیں	راشد ضیاء/الیاس	320pg	180/=
92	تعزیہ داری علماء امت کی نظر میں	شیخ اسعد اعظمی	64	32/=
93	تعدیل ارکان	علامہ البرکلی حنفی	96pg	50/=
94	تعمیر ملت اور دینی ادارے	مولانا رفیق رئیس سلفی	128pg	60/=
95	تعلیمی جہات	ڈاکٹر ایم نسیم اعظمی	320pg	250/=
96	تقاریر مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی	مولانا رضاء اللہ عبدالکریم	84pg	50/=
97	تقاریر علامہ احسان الٰہی ظہیر	مولانا عبداللطیف اثری	208pg	100/=
98	تقلید یا اتباع سنت	علامہ ناصر الدین البانی	88pg	45/=
99	تنقیح المفردات	ڈاکٹر عمران احمد عثمانی	320pg	275/=
100	تنویر الحساب ۱ ۲ ۳	ڈاکٹر امتیاز احمد ندیم	112pg	30/=
101	توبہ و تقویٰ اسباب وسائل اور ثمرات	ابو شرحبیل شفیق الرحمٰن	160pg	uprint
102	توحید کے آنسو	مولانا اقبال احمد کیلانی	96pg	34/=
103	توشۂ خطیب	مولانا عبدالغفار بناری	48pg	25/=
104	توحید کی فطری دعوت	نواب صدیق حسن خاں	48pg	25/=
105	توحید کیا ہے؟	شیخ محمد بن عبدالوہاب	48pg	25/=
106	جادو کی حقیقت، جنوں اور شیطانوں کی دنیا	مولانا غازی عزیر مبارکپوری	400pg	u.print
107	جادو اور آسیب کا کامیاب علاج	ابو منذر خلیل ابراہیم	400pg	u.print
108	جنت کا بیان	مولانا اقبال کیلانی	220pg	85/=
109	جنتی عورت	مولانا انصار احمد زبیر محمدی	80pg	50/=

110	جہنم کا بیان	مولانا اقبال کیلانی	224pg	85/=
111	جہیز ایک المیہ	سالک بستوی/امیر حمزہ اعظمی	80pg	28/=
112	چار امام وعقیدۂ ابوحنیفہ	مولانا معراج ربانی	96pg	48/=
113	حجیت حدیث	علامہ ناصر الدین البانی	128pg	55/=
114	حدیث خیروشر (تحقیق۔عبداللطیف اثری)	مولانا عبدالمتین جوناگڑھی	220pg	u.print
115	حصن المسلم کلاں	ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی	200pg	75/=
116	حصن المسلم (اردو)	ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی	176pg	30/=
117	حصن المسلم (انگلش)	ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی	208pg	40/=
118	حصن المسلم (ہندی)	ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی	244	30/=
119	حج کیسے کریں؟	مولانا نور العین سلفی	32pg	15/=
120	حقائق اسلام اور سائنس	مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری	72pg	35/=
121	حقوق	شیخ صالح العثیمین	48pg	22/=
122	حقوق الاولاد	حافظ صلاح الدین یوسف	80pg	40/=
123	حقوق الزوجین	حافظ صلاح الدین یوسف	48pg	24/=
124	حقوق العباد	حافظ صلاح الدین یوسف	88pg	40/=
125	حقوق ومعاملات	مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری	256pg	125/=
126	حقیقۃ الفقہ	مولانا یوسف جے پوری	446pg	190/=
127	حقیقت وہابیت	مولانا سید معراج ربانی	72pg	45/=
128	حیات صحابیات کے درخشاں پہلو	ابوانس ماجد البنکانی	304pg	150/=
129	حلالہ کے نام پر	مولانا ابوشر جبیل حفظ اللہ	190pg	75/=
130	حنفی اور محمدی کے درمیان ایک دلچسپ مکالمہ	مولانا عبداللہ بھاولپوری	48pg	18/=
131	خاتون اسلام	ڈاکٹر مقتدی حسن ازہری	240pg	120/=
132	خواتین اسلام کے ۵۰۰ نصیحتیں	سید ابومریم متقی اسید	176pg	100/=

133	خواتین کے لئے 180 احکام قرآن	نواب محمد صدیق حسن خاں	262pg	125/=
134	خواتین کے مخصوص مسائل	شیخ صالح العثیمن	48pg	22/=
135	خطبات ظہیر (کامل محقق اڈیشن)	مولانا عبداللطیف اثری	576pg	250/=
136	خلافت اموی خلافت راشدہ کے پس منظر	ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی	286pg	175/=
137	دو سہیلیاں	محمد اکرم اعظمی	64pg	35/=
138	درایت محمدی	مولانا محمد جوناگڑھی	256pg	120/=
139	دفاع ''فضائل اعمال'' کا تحقیقی جائزہ	شیخ محمد الا اعظمی	48pg	30/=
140	دلائل محمدی	مولانا محمد جوناگڑھی	160pg	75/=
141	دنیا بھر میں قبول اسلام کے سچے واقعات	شاہد حنیف	420pg	200/=
142	دنیا میں قبر پرستی کیوں کر پھیلی؟	مولانا داؤد غزنوی	48pg	22/=
143	دیور بہنوئی	ام عبد منیب	48pg	18/=
144	الرحیق المختوم عام اڈیشن	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	786pg	180/=
145	الرحیق المختوم ڈیلکس اڈیشن	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	786pg	200/=
146	الرحیق المختوم سپر ڈلکس اڈیشن	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	786pg	250/=
147	الرحیق المختوم ہندی	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	786pg	250/=
148	الرحیق المختوم انگلش کلاں سائز	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	788	400/=
149	الرحیق المختوم انگلش خورد سائز	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	786pg	300/=
150	رد بدعات	مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی	80pg	45/=
151	رزم حق و باطل (روداد مناظرہ بجرڈیہہ بنارس)	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	220	110/=
152	رسومات شب برات	مولانا حافظ اسعد اعظمی	32pg	20/=
153	رسومات محرم الحرام اور سانحہ کربلا	حافظ صلاح الدین یوسف	112pg	45/=
154	روزہ عید الفطر تربیتی نقطہ نظر سے	ڈاکٹر مقتدیٰ حسن ازہری	112pg	40/=
155	ریاض الصالحین اردو	حافظ صلاح الدین یوسف	1328pg	350/=



درود شریف کے مسائل
محمد اقبال کیلانی
فضائل قرآن مجید
محمد اقبال کیلانی
محمد اقبال کیلانی
تذکرہ علماء مبارکپور
العقیدة الواسطیة
صحیح اسلامی عقائد
اولاد کے درمیان عدل
قبر کا بیان
محمد اقبال کیلانی
قیامت کا بیان
محمد اقبال کیلانی
سفارش کرو
اجر وثواب پاؤ
شفاعت کا بیان
محمد اقبال کیلانی
مقالات محدث مبارکپوری
لبیک اللهم لبیک
حج اور عمرہ کے مسائل
محمد اقبال کیلانی
فقہ الحدیث
کتاب التوحید